شعورِ حیات

محمد یوسف اصلاحی

Marfat.com

Marfat.com

GIFT BOOK

شعورِ حیات

دوم

محمد یوسف اصلاحی

Book donated by
Mr. Waqar Chaudhry
Special Correspondent
A.P.P, Lahore.

البدر پبلی کیشنز
اُردو بازار لاہور
فون: ۷۲۲۵۰۳۰

Marfat.com

GIFT BOOK
ACC, G. ~~476~~
Date 4-4-2003
P.U. LIBRARY LHR.

65621

☆ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ☆

* اشاعت اول	----	ستمبر 1994
* اشاعت دوم	----	اکتوبر 1994
* اشاعت سوم	----	دسمبر 1994
* اشاعت چہارم	----	جنوری 1995
* تعداد	----	1100
* ناشر	----	عبد الحفیظ احمد
* مطبع	----	المطبة العربية
* قیمت	----	36 روپے

Marfat.com

فہرست

❖ تعارف	---------	5
❖ زندگی	---------	8
❖ مومن کی زندگی	---------	9
❖ پر جوش زندگی کا آغاز	---------	11
❖ دین میں آپ کا مقام	---------	19
❖ عبرتناک غفلت	---------	32
❖ ماہ صیام کا استقبال	---------	39
❖ بندگی کس کی	---------	44
❖ ہر حال میں خیر ہی خیر مومن کا حصہ ہے	---------	50
❖ وہ ایک خوبی جو صرف مومن کو حاصل ہے	---------	54
❖ اپنے ضمیر سے جواب لیجیے	---------	60
❖ بائیں جانب کا سرمایہ	---------	67
❖ ایک تمنا جو زندگی کو حاصل ہے	---------	72
❖ مالک ہی کو پکاریے	---------	77
❖ سماجی اصلاح کا گر	---------	88
❖ قسمت کا شکوہ نہ کیجیے	---------	91
❖ تلاوت قرآن	---------	95
❖ عید کی مبارکباد کس کے لیے ؟	---------	105
❖ ہجوم مصائب میں مومن کا سہارا	---------	111

Marfat.com

❖ قربانی کرتے وقت --------- 119

❖ موت کے دروازے پر --------- 123

❖ رحمت الٰہی کے امیدوار --------- 130

❖ مومن کا فکر و عمل --------- 136

❖ عزت و ذلت کے فیصلے اللہ کرتا ہے --------- 143

❖ آپ کی تین مطلوب نعمتیں --------- 148

❖ زندگی کا حاصل --------- 153

❖ سونے سے پہلے --------- 161

❖ انقلاب کا نقطہ آغاز --------- 166

❖ اصل سہارا --------- 173

❖ نیکیوں کا موسم بہار --------- 180

❖ دور حاضر کا فتنہ --------- 186

❖ شخصیت کو جانچنے کی کسوٹی --------- 192

❖ ایمان خطرے میں --------- 197

❖ صحیح تصور دین --------- 201

❖ جب آپ کی بیٹی کا پیغام آئے --------- 214

Marfat.com

تعارف

الحمد للہ کہ شعور حیات کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے' یہ ذکریٰ کے ابتدائی سالوں کے چند اداریے ہیں۔ انشاء اللہ شعور حیات کی اگلی جلدیں بھی حسب سہولت و توفیق پیش کی جائیں گی۔

ذکریٰ کے یہ اداریے ضرورت' حالات اور مختلف محرکات کے تحت لکھے جاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ گوناگوں عنوانات اور مضامین کے تنوع سے آپ اندازہ کر رہے ہیں--- ان مضامین میں گو کوئی تصنیفی ترتیب نہیں ہے' اور نہ ہو سکتی تھی' لیکن ایک معنوی ربط اور مطلوب قدر مشترک یہ ضرور ہے کہ یہ سب شخصی تربیت و تزکیہ اور اجتماعی اصلاح و انقلاب کے لیے فکرمند اور مضطرب کرنے والے ہیں۔ دراصل یہ داعی کے دل میں موجود یا مطلوب آگ ہے جس کی آنچ سے داعی اپنے اردگرد کے ماحول کو گرم کرنا اور گرم رکھنا چاہتا ہے۔

شخصی تربیت و تزکیہ ہو یا اجتماعی اصلاح و انقلاب کی دعوت' اس سلسلے میں دو باتیں اصولی اور بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

(ا) ایک یہ کہ تربیت و اصلاح کا نقطۂ آغاز فرد کی اپنی ذات ہے۔ اور اول و آخر تمام انفرادی اور اجتماعی کوششوں اور کاوشوں کا مطلوب یہی ہے کہ فرد کی

Marfat.com

شخصیت کی تکمیل ہو سکے اور وہ آخرت میں فلاح و نجات کا مستحق بن سکے۔ قرآن و سنت کا خطاب اصلاً فرد سے ہے، اور فرد کی نجات و فلاح ہی اصل موضوع ہے۔ ایک صالح اجتماعیت اور ہمہ گیر اسلامی انقلاب کا مقصود بھی یہی ہے کہ فرد کا صحیح ارتقاء ہو سکے، اور ساز گار فضا میں کسی روک ٹوک کے بغیر وہ خود کو آخرت کی فلاح و نجات کے لائق بنا سکے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ فرد اور جماعت کی تمام کوششوں کا محور و مرکز اور منتہائے مقصود صرف خدا کی رضا اور آخرت کی فلاح ہو۔ اس کے سوا کوئی اور مقصود ذہن و قلب کے کسی گوشے میں ہرگز نہ ہو۔

ان دو حقیقتوں پر پختہ یقین اور شرح صدر سے جو نکھری ہوئی اسلامی فکر پیدا ہوتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا کی رضا اور آخرت کی فلاح کو یکسوئی، اخلاص اور صحیح فہم کے ساتھ مقصود بنا کر جو زندگی گزاری جائے وہی کامیاب اور مطلوب زندگی ہے۔ خواہ وہ آرام و آسائش اور خوشحالی میں گزرے یا مصائب و آلام اور غربت و افلاس میں، محکومی اور مظلومی میں گزرے یا اقتدار و آزادی میں، آزمائش و تعذیب میں گزرے یا دنیا کے وسائل و ذرائع پر قابض و متصرف ہو کر، دیکھنا یہ نہیں ہے کہ زندگی کس طرح گزری، دیکھنا یہ ہے کہ کس چیز کو مقصود بنا کر گزری، اور یہ حقیقت بھی ذہن میں سورج کی طرح روشن رہنی چاہیے کہ آخرت کی زندگی کو تابناک و کامیاب بنانے کے لیے ہمارے پاس صرف ایک ہی موقع اور ایک ہی پونجی ہے، اور وہ یہی دنیا کی حیات مستعار ہے، جو صرف ایک ہی بار ملتی ہے ۔ یہ حیات مستعار واحد مہلت عمل اور واحد پونجی ہے، جو اگر ضائع ہو گئی تو پھر کبھی دوبارہ نہ ملے گی--- اس پہلو سے سوچئے تو کتنی غیر معمولی اہمیت ہے اس ”فانی زندگی“ کی !--- اس فانی زندگی کو صحیح رخ پر لگا کر اور فلاح

Marfat.com

آخرت کے مقصد میں کھپا کر ہی تو ہم اس زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں جو جاوداں ہے اور کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اس فانی زندگی کو ضائع کر دیا اس دیوالیہ نے اپنا سب کچھ ضائع کر دیا۔ اب اس کے پاس کچھ نہیں رہا جس کے بل پر وہ فلاح آخرت کے بارے میں کچھ سوچ سکے یا کر سکے۔ اب حسرت و یاس کے ساتھ ہاتھ ملنے کے سوا اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

کامیابی کا یہ معیار نگاہ میں ہو' تو ہم یقین کی پوری قوت سے کہہ سکتے ہیں کہ جس نے دنیا کی زندگی کامیاب گزاری اس کی آخرت کی زندگی بھی کامیاب ہے۔ اور جس نے دنیا کی زندگی ناکام گزاری وہ ایک ایسا دیوالیہ تاجر ہے جس نے اپنی ساری پونجی کھو دی اور اب ابدی ناکامی اور نامرادی ہی اس کا نصیبہ ہے۔

یہ روشن فکر مذکورہ دو حقیقتوں پر ایمان و اذعان کا لازمی ثمرہ ہے۔ اور یہ فکر آدمی کو آمادہ ہی نہیں بے تاب رکھے گی کہ وہ تربیت و دعوت کی تمام کوششوں اور کاوشوں کا اولین نشانہ اپنی ذات کو بنائے اور فلاح آخرت کو اپنا قطعی ذاتی مسئلہ سمجھ کر سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ اس کے لیے کوشاں ہو۔ مگر ملک و ملت اور سماج سے آنکھیں موندھ کر نہیں بلکہ اپنی نجات و فلاح کے لیے

"سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے"

کو ناگزیر بنا کر۔ اور یہی اضطراب اور بے تابی آپ کو ان مضامین کے زور اور جوش میں کار فرما نظر آئے گی۔ یہی ان کا معنوی ربط ہے' اور یہی بے تابی ان کی قدر و قیمت متعین کرنے والا جوہر ہے۔

اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعے کو شرف قبول بخشے' قارئین کے لیے نفع بخش بنائے' اور امت کے بیش از بیش افراد کے حق میں اس کو اچھی تبدیلیوں کا ذریعہ بنا کر مرتب کے لیے وسیلہ مغفرت و نجات قرار دے۔

Marfat.com

زندگی

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی
تو اسے پیمانہ امروز فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سر آدم ہے ضمیر کن فکاں ہے زندگی
زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر وتیشہ و سنگ گراں ہے زندگی
بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بیکراں ہے زندگی
آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی
قلزم ہستی سے تو ابھرا ہے مانند حباب !
اس زیاں خانے میں تیرا امتحان ہے زندگی

(اقبال)

Marfat.com

مومن کی زندگی

"کل حشر کے میدان میں اگر یہ اعلان ہو جائے کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں جھونک دو' تو مجھے خدا کی رحمت سے یہ امید ہے کہ جہنم سے بچنے والا وہ خوش نصیب میں ہی ہوں گا۔ اور اگر یہ اعلان ہو جائے کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنت میں لے جاؤ' تو اپنے اعمال کو دیکھتے ہوئے مجھے یہی اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ وہ شخص میں ہی ہوں گا"۔

فاروق اعظمؓ کے یہ الفاظ بار بار پڑھنے کے لائق ہیں' آپ نے ان الفاظ میں مومن کی نہایت ہی دلکش' موزوں' اور صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔

ایمان در اصل خوف اور امید کی اسی مطلوب کیفیت کا نام ہے' اور مومن کی زندگی کا اصل جوہر یہی خوف و امید کی ملی جلی کیفیت اور فکر و نظر کا یہی اعتدال ہے --- اسی کیفیت' اور اعتدال کی بدولت وہ زندگی کا پر خطر سفر سکون و نشاط کے ساتھ اس طرح طے کرتا نظر آتا ہے کہ خدا کے قہر و غضب سے ڈرتا لرزتا' معصیت و لغزش کی ہر جھاڑی سے اپنا دامن حیات بچاتا' سمیٹتا' اور خدا کی رحمت اور عفو و کرم کا نہ ٹوٹنے والا سہارا پکڑتا ہوا' شاداں و فرحاں اپنی منزل سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔

فکر و نظر کا اعتدال

Marfat.com

خدا کے خوف سے لرزتے رہنا اور کسی حال میں خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ فکر و نظر کا یہی اعتدال ایمان کی صحیح حالت ہے' اور اس توازن کو کھونا اور افراط تفریط میں پڑنا ہی صراط مستقیم سے بھٹکنا ہے۔

فلسفیوں کی انتہاپسندی

یونان میں فلسفیوں کے دو گروہ گزرے ہیں۔ ایک رونے والے فلسفی کہلاتے ہیں اور ایک ہنسنے والے۔ رونے والے فلسفیوں کو ہر چیز میں مایوسی اور ناامیدی نظر آتی ہے۔ کائنات کے اس پر بہار باغ میں انھیں ہر طرف کانٹے ہی کانٹے نظر آتے ہیں۔ چاند کی چاندنی اور سورج کی تابانی کے باوجود انھیں دنیا تاریک ہی تاریک نظر آتی ہے۔ وہ خاموش رہنے اور زندگی میں موت کی صورت بنا لینے ہی کو کامیابی سمجھتے ہیں۔ خدا کی نعمتوں سے فیضیاب ہونے اور کائنات کو سنوارنے سدھارنے میں جسم و جان کی قوتیں کھپانا ان کے نزدیک انتہائی نادانی اور ان نعمتوں سے محروم رہنا اور خدا کی دنیا سے بیزار رہنا ہی روحانی ترقی ہے۔ وہ دھرتی پر بسنے والے انسانوں کو ایسے ڈھانچوں میں دیکھنا چاہتے ہیں' جن کے قوائے عمل سرد' دل شکستہ' چہرے غمزدہ اور روحیں فسردہ اور مایوس ہوں۔ یہ خدا کی بھری پری دنیا میں نفرت' بیزاری' ناامیدی اور مایوسی کے سائے میں زندگی کے دن جوں توں کاٹنا اپنی معراج سمجھتے ہیں۔

اس کے برخلاف ہنسنے والے فلسفی' کل کی فکر کے غم سے آزاد' محض کھانے پینے اور داد عیش دینے کو زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کی معراج یہ ہے کہ وہ ہر فکر سے آزاد' عیش و عشرت میں سرمست جانور کی طرح اچھے برے کی تمیز سے بے نیاز جس کھیت میں موقع ملے منہ ڈال دے اور رنگین تتلی کی طرح رنگ رنگ کے پھولوں کے رس چوسے اور ذہن پر کسی ادنیٰ فکر کا بوجھ لیے بغیر عیش و مستی میں عمر طبعی کے دن گزار دے۔

Marfat.com

پرجوش زندگی کا آغاز

"کاش میں نے ہوش سے کام لیا ہوتا' کاش میں نے فلاں کرم فرما کا مشورہ مان لیا ہوتا' میں نے فلاں حماقت نہ کی ہوتی ' تو آج میری حیثیت ہی کچھ اور ہوتی' اور اگر فلاں ڈگری حاصل کر لیتا یا بے جا جوش سے کام نہ لیتا' تو آج یہ خستہ حالی اور پریشانی نہ ہوتی"۔

یہ کلمات جن میں حسرت بھی ہے' افسوس بھی ہے' پشیمانی بھی ہے اور دکھ کا اظہار بھی ہے' اکثر لوگوں کی زبان سے آپ نے سنے ہوں گے اور سنے کیا ہوں گے خود آپ کی زبان سے بھی ممکن ہے اس طرح کے کلمات کبھی نکل جاتے ہوں' اور اس طرح کے جذبات و احساسات آپ کو بھی پریشان کرتے ہوں --- آپ کے لیے پہلا مشورہ یہ ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے اس دلدل سے باہر نکل آیئے۔ یہ حسرت و افسوس ' پشیمانی اور کڑھن صرف یہی نہیں کہ لا حاصل ہے' بلکہ اس سے غیر محسوس طور پر آپ کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔ آپ کے عزائم میں اضمحلال پیدا ہوتا ہے۔ حوصلوں میں پستی آتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ دل شکستہ ہو کر آپ کسی میدان میں بھی کوئی کارنامہ انجام دینے کے قابل نہ رہیں۔

سب سے پہلی بات یہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ آپ کا رب آپ پر نہایت

Marfat.com

مہربان ہے۔ وہ سب سے بڑا مہربان ہے۔ آپ سے محبت کرتا ہے۔ آپ اس کی شاہکار تخلیق ہیں۔ وہ ہر آن آپ کا بھلا چاہتا ہے۔ یقین کیجیے آپ جس حال میں ہیں، جو کچھ آپ کو ملا ہے اور جو حیثیت آپ کو حاصل ہے اسی میں آپ کے لیے خیر ہے۔ آپ کی بھلائی کس میں ہے --- آپ نہیں جانتے، آپ کا رب جانتا ہے اور اگر آپ واقعی اس کے مخلص بندے ہیں تو دل میں یہ بات جما لیجیے کہ اس کا ہر فیصلہ آپ کی بھلائی کا فیصلہ ہے۔

جو مال و دولت آپ کو حاصل نہ ہو سکا، جس تعلیم کی تکمیل آپ نہ کر سکے، جو حیثیت اور منصب آپ کو حاصل نہ ہو سکا، جو آرزوئیں آپ کی پوری نہ ہو سکیں، یقیناً اسی میں آپ کی بہتری ہو گی --- یہ بالکل ممکن ہے کہ جن چیزوں کے نہ ملنے پر آپ حسرت و افسوس کر رہے ہیں، جن آرزوؤں کے خون ہونے پر آپ دل دکھا رہے ہیں، اگر اصل حقیقت آپ کے سامنے آجائے تو آپ کی آنکھیں کھل جائیں، اور اپنی اس محرومی پر آپ لاکھوں بار شکر ادا کر کے بھی تسکین نہ محسوس کریں --- آپ کو دولتمند بننے اور صاحب جائداد ہونے کا ایک زریں موقع ملا، اور آپ نے اپنی لا پرواہی سے اسے کھو دیا، یہ یاد کبھی کبھی آپ کا دل کھرچنے لگتی ہے، اور اپنی خستہ حالی آپ کو کاٹنے لگتی ہے۔ مگر آپ یوں کیوں نہیں سوچتے کہ اس متاع قلیل سے آپ کو محروم رکھ کر آپ کے رب نے کچھ ایسی نعمتیں آپ کو عنایت فرما دیں جو اس متاع قلیل کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بہتر اور عظیم ہیں۔ آپ محروم نہیں، خوش نصیب ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا، کہ یہ دولت و جائداد آپ کو کیا کچھ بنا دیتی، اور یہ دولت کیا کیا خرابیاں اور گندگیاں اپنے ساتھ لاتی اور آپ کے خیالات اور جذبات اس وقت کیا ہوتے۔ اطمینان کیجیے کہ آپ کے رب کا فیصلہ آپ کے حق میں سر تا سر خیر ہے۔ اللہ کے فیصلوں

Marfat.com

پر دل کی گہرائیوں سے خوش اور مطمئن رہنے کے لیے قرآن پاک کا یہ سبق آموز واقعہ بار بار پڑھنے کے قابل ہے:

اور عبرت حاصل کرو اس واقعہ سے جب کہ موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ' میں اپنا سفر برابر جاری رکھوں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں' یا ایک زمانے تک یوں ہی چلتا رہوں گا۔ پس وہ دونوں ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے اور وہ نکل کر دریا میں اس طرح چلی گئی جیسے کوئی سرنگ لگی ہو' پھر آگے جا کر موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا' لاؤ ہمارا ناشتہ۔ آج کے سفر نے تو ہمیں بری طرح تھکا دیا۔ خادم نے کہا' دیکھئے تو ہوا یہ کہ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے' اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے میرے ذہن سے یہ بات اس طرح بھلا دی کہ میں مچھلی کا ذکر کرنا ہی بھول گیا۔ مچھلی تو عجیب طریقے سے دریا میں چلی گئی۔ موسیٰؑ نے کہا' یہی تو ہے وہ جس کی ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ وہ دونوں الٹے پاؤں پھر واپس ہوئے۔ اور وہاں انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک خاص بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا۔

موسیٰؑ نے اس بندے سے کہا' کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں' تاکہ آپ مجھے بھی اس علم و دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ اس نے جواب دیا' آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے' اور جس چیز کی حقیقت سے آپ واقف نہ ہوں' اس پر آپ آخر صبر بھی کیسے کر سکتے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا' انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ اور کسی معاملہ میں آپ کے کہنے کے خلاف نہ کروں گا۔ اس نے کہا' اچھا' اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات آپ پوچھیں نہیں' جب تک میں خود اس کا ذکر آپ سے نہ کروں۔

Marfat.com

پس وہ دونوں روانہ ہوئے، یہاں تک کہ وہ جب ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اس شخص نے کشتی میں شگاف کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، آپ نے اس کشتی میں شگاف کر دیا، تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ یہ تو آپ نے سخت حرکت کر ڈالی۔ اس نے کہا، میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ موسیٰؑ نے کہا، بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے، اور میرے معاملے میں آپ ذرا سختی سے کام نہ لیجیے۔

پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، آپ نے ایک بے گناہ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ کام تو آپ نے بہت برا کیا۔ اس نے کہا "میں نے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے"۔

موسیٰؑ نے کہا، اس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں، لیجیے اب تو میری جانب سے آپ کو عذر مل گیا۔

پھر وہ دونوں آگے چلے۔ یہاں تک کہ ایک بستی میں پہنچے اور بستی کے لوگوں سے کھانا طلب کیا، مگر بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ وہاں انھوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا ہی چاہتی تھی، اس شخص نے اس دیوار کو پھر اٹھا دیا۔ موسیٰؑ نے کہا، اگر آپ چاہتے تو دیوار اٹھانے کی اجرت لے سکتے تھے۔ اس نے کہا، بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں ان باتوں کی اصل حقیقت بتاتا ہوں جن پر صبر نہ کر سکے۔

اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی، جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں، کیونکہ آگے ایک ایسے حکمراں کا علاقہ تھا، جو ہر کشتی کو چھین لیتا تھا۔

Marfat.com

رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ مومن تھے۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو' اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔

اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس بستی میں رہتے ہیں۔ اس دیوار کے نیچے ان بچوں کا ایک خزانہ دفن ہے۔ اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لیے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں' اور اپنا خزانہ نکال لیں' یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کیا ہے --- یہ ہے اصل حقیقت ان باتوں کی' جن پر تم صبر نہیں کر سکے۔

کشتی کو عیب دار بنانا' بچے کو قتل کر دینا' اخلاق سے عاری لوگوں کی دیوار بلا اجرت اٹھا دینا' بظاہر ایسے امور ہیں کہ ان کو گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ چند غریب مزدوروں کی کشتی عیب دار ہو گئی اور ان کا وسیلہ معاش ہی ختم ہو گیا۔ نو عمر لڑکے کے قتل سے ماں باپ کے دل پر کیا بیتی ہو گی۔ جو لوگ بھوکے مسافروں کو ایک وقت کھانا دینے کے بھی روا دار نہ ہوئے' ان کی دیوار اٹھا کر کھڑی کر دی گئی۔ بظاہر یہ سارے امور آدمی کو دکھ پہنچانے والے' دل شکستہ کرنے والے اور پریشان کر دینے والے ہیں۔ لیکن ان کی تہ میں بڑی زبردست حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں جن تک عام حالات میں انسان کی نگاہ نہیں پہنچتی اور بے صبری میں وہ گھبرا جاتا ہے۔ حالانکہ اصل حقیقت اگر اس پر کھل جائے تو اس کا سینہ شکر کے جذبات سے سرشار ہو جائے۔

پھر جن محرومیوں کو یاد کر کے آپ کف افسوس ملتے ہیں' آپ یوں کیوں

Marfat.com

نہیں سوچتے کہ جو کچھ آپ کو نہیں ملا' وہ آپ کا تھا ہی نہیں۔ آپ کو صرف وہی ملنا تھا' جو آپ کی قسمت میں تھا۔ آپ کچھ کر لیجیے' قسمت سے زیادہ ہرگز آپ کو نہیں مل سکتا تھا۔ پھر شکوہ کس بات کا ' افسوس اور حسرت کیوں۔ آپ تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں۔ تقدیر پر ایمان رکھے بغیر آدمی مومن ہو ہی نہیں سکتا' اور تقدیر پر ایمان آدمی کو وہ طمانیت ' وہ سکون' اور وہ یکسوئی عطا کرتا ہے' جس کا تصور بھی وہ شخص نہیں کر سکتا' جو اپنا بالقدر کی دولت سے محروم ہے۔

تقدیر پر ایمان کی حکمت بیان کرتے ہوئے قرآن میں کہا گیا ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ (الحدید ۵۷: ۲۲ - ۲۳)

کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں یا تمہارے اپنے نفس میں نازل ہوتی ہے اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو' ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے کہ جو کچھ نقصان تمہیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔

پھر یہ حقیقت کسی ذہن سے اوجھل نہ ہونا چاہیے کہ غیب کا علم اللہ کو ہے۔ اس لیے ہمیں نہیں معلوم کہ کس نقصان یا تکلیف میں ہمارے لیے کتنا بڑا خیر ہے' ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہمیں کوئی دکھ یا نقصان پہنچتا ہے اور فطری طور پر ہمیں وہ نہایت ہی ناگوار ہوتا ہے' لیکن اسی میں ہماری زبردست بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔ ہم کسی شر کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں' لیکن اسی سے خدا ایسی خیر پیدا کر دیتا ہے کہ جب وہ ہمارے سامنے آتا ہے تو بے اختیار شکر کے کلمات زبان پر آجاتے

Marfat.com

ہیں اور اپنی بے صبری پر انتہائی پشیمانی ہوتی ہے۔

پھر مومن کے لیے ایک پہلو اور بھی سوچنے کا ہے۔ مومن کا معاملہ دوسروں سے بالکل مختلف ہے ۔ خدا کا شکر ادا کیجئے کہ آپ مومن ہیں' آپ کے لیے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے۔ آپ کے لیے کسی حال میں گھاٹا نہیں ہے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عجبا لا مر المومن ان امره کلہ لہ خیر و لیس ذالک الا للمومن ان اصابتہ ضراء صبر فکان خیرا لہ و ان اصابتہ سراء شکر فکان خیر لہ۔

مومن کا معاملہ عجیب و غریب ہے۔ اس کا سارا کام خیر ہی خیر ہے اور یہ شرف مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی دکھ پہنچتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی بھلائی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مومن ہر حال میں خیر ہی سمیٹتا ہے اور اس عالم میں اس پر کوئی حالت اور کوئی کیفیت ایسی نہیں آتی' جب وہ دل شکستہ ہو کر آس توڑ بیٹھے۔ غم میں گھلتا رہے یا پریشان ہو کر ہمت ہار بیٹھے۔

اگر آپ کی زندگی کے چند سال گھاٹے اور تکلیفوں میں گزر گئے ہیں تو ان کی تکلیف دہ یاد سے ذہن کو خالی کیجئے --- یہی ہونا تھا' اور اسی میں کوئی خیر ہو گی۔ آپ آج سے نئے عزم' تازہ حوصلے اور نئی امنگ کے ساتھ پر جوش زندگی کا آغاز کیجئے اور شاندار مستقبل کی طرف استقلال' جوانمردی اور بلند ہمتی کے ساتھ رواں دواں ہو جایئے ۔ آپ کی زندگی میں مایوسی کا کوئی مرحلہ نہیں ہے۔ جو اللہ نے آپ کے لیے مقدر کر دیا ہے وہ آپ سے کوئی چھیننے والا نہیں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ صحیح رخ پر سوچیں' نیک روش پر قائم رہیں اور اپنا دین و دنیا بنانے کے

Marfat.com

لیے مسلسل سرگرم کار رہیں۔ اس سے آگے نتیجہ کیا رہتا ہے اس پر خواہ مخواہ اپنے ذہن کو پریشان نہ کریں۔ یہ آپ کی حد سے آگے کی بات ہے۔ نتیجہ صرف خدا کے قبضہ میں ہے۔ اس کے حدود میں دخل دینے کی حماقت ہرگز نہ کیجئے --- وہ آپ پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے اور وہ نہ کسی کی کوشش و عمل سے بے خبر ہے' اور نہ کسی کے اجر کو ضائع کرنے والا ہے --- اسے نہ کسی وقت اونگھ آتی ہے' اور نہ وہ کسی وقت سوتا ہے --- وہ ہر لمحہ اپنے بندوں پر نظر رکھے ہوئے ہے' اور اپنے وفاداروں کو کبھی محروم نہیں کرتا۔

Marfat.com

دین میں آپ کا مقام؟

دین میں آپ کا مقام کیا ہے ؟ آپ ہی سے سوال کر رہا ہوں۔ جی نہیں۔ یہ سوال کچھ مذہبی قسم کے لوگوں کے سوچنے ہی کا نہیں ہے' بلکہ ہر ایک کے سوچنے کا ہے۔ یہ سوال ہر اس شخص کے سوچنے کا ہے' جو خود کو مسلمان کہتا ہو۔ آپ مسائل پر سوچنے کے عادی ہوں یا نہ ہوں' اس سوال پر تو آپ کو غور کرنا ہی ہے۔ اور سب سے پہلے کرنا ہے ۔آپ کی ہر ضرورت سے زیادہ یہ اہم ضرورت ہے۔ اور آپ کے ہر مسئلہ سے زیادہ یہ اہم مسئلہ ہے۔ یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن اور موت کی طرح یقینی ہے' کہ "کل" آپ کا انجام وہی ہو گا جو آج دین میں آپ کا مقام ہے۔ اگر آپ کو انجام کی ذرا بھی فکر ہے' اگر آپ اپنی عاقبت کے بارے میں سنجیدہ ہیں' اگر آپ واقعی اپنے خیر خواہ ہیں' اگر آپ اپنی زندگی کی قدرو قیمت کا احساس رکھتے ہیں تو اس سوال کو آپ ٹال نہیں سکتے' بے فکری سے سر جھٹک کر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ آپ کو رک کر سوچنا ہو گا۔ اس سوال سے آپ کی دائمی زندگی کی کامیابی یا ناکامی وابستہ ہے۔ آپ کی دائمی سرخروئی یا رسوائی وابستہ ہے۔ ہر سوال سے زیادہ آپ کے لیے یہ اہم سوال ہے' اس سوال سے لا پروائی اپنے انجام سے لاپروائی ہے۔ اس سوال کی تحقیر اپنی

Marfat.com

زندگی کی تحقیر ہے۔ اور اس سوال سے صرف نظر کرنا اپنی ذات کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

دین میں آپ کا مقام کیا ہے؟ یہ کوئی دوسرا شخص نہیں جان سکتا۔ دوسرے کچھ اندازے لگا سکتے ہیں۔ اپنے تاثر اور خیالات ظاہر کر سکتے ہیں۔ لیکن فی الواقع حقیقت حال کیا ہے۔ یہ عالم الغیب ہی جانتا ہے۔ یا آپ جان سکتے ہیں۔ اگر واقعی جاننے کا سنجیدہ داعیہ رکھتے ہوں اور انصاف کے ساتھ صحیح صورت حال معلوم ہی کرنا چاہتے ہوں۔عام طور سے آدمی اس معاملے میں اپنے ساتھ انصاف نہیں کرتا' اپنے بارے میں وہ ضرورت سے زیادہ خوش گمان ہوتا ہے۔ نفس کے دھوکوں میں مبتلا رہتا اور اس کی تاویلوں سے متاثر ہوتا ہے' اور اپنا بے لاگ جائزہ کم ہی لے پاتا ہے۔

آدمی کی ایک بنیادی کمزوری اور بھی ہے' اور اسی میں اس کی آزمائش بھی ہے۔ کمزوری یہ ہے کہ جب وہ دنیا میں اپنے مقام پر غور کرتا ہے تو خواہ کتنے ہی اونچے مقام پر ہو اسے کمتر سمجھتا ہے اور اس سے اونچا اٹھنے کے لیے ہاتھ پیر مارتا ہے۔ لیکن دین میں اس کا کیا مقام ہے اول تو اس پر سنجیدگی سے سوچنے والوں کی تعداد ہی کتنی ہے۔پھر جو لوگ سوچتے بھی ہیں' ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ کم سے کمتر مقام پر بھی قناعت کر لیتے ہیں۔ وہ اس میدان کے شہسواروں کو سامنے رکھنے کے بجائے ان لوگوں کو سامنے رکھتے ہیں جو خود پست حوصلہ ہوتے ہیں۔ دنیا کے معاملے میں اونچے سے اونچا مقام بھی حقیر معلوم ہوتا ہے' اور دین کے معاملے میں نیچے سے نیچا مقام بھی غنیمت شمار کیا جاتا ہے۔

دین میں فی الواقع آپ کا مقام کیا ہے۔ اس کا ایک ہی صحیح جواب ہے اور وہ

Marfat.com

یہ کہ دین میں آپ کا مقام وہی ہے جو دین کا مقام آپ کے دل میں ہے۔ آپ کے دل مین دین کا مقام کیا ہے یہ صرف وہی جانتا ہے جو آپ کے دلی جذبات کو آپ سے پہلے سے جانتا ہے۔ جو شہ رگ سے بھی زیادہ آپ سے قریب ہے۔ یا آپ جان سکتے ہیں' اور آپ کو جاننا ہی چاہیے بلکہ جاننے کے لیے فکر مند ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اسی پر آپ کی نجات اور فلاح کا دارو مدار ہے۔ اگر یہ حقیقت جاننے کے لیے آپ فکر مند نہیں ہیں تو یہ انتہائی تشویشناک بات ہے۔ یہ بے فکری در اصل اپنے انجام سے بے فکری ہے۔ اپنی ہمیشہ کی زندگی سے بے فکری ہے' اور روئے زمین پر اس شخص سے زیادہ نادان اور تباہ حال اور کون ہو گا' جسے اپنے انجام کی فکر نہ ہو اور جو اپنی لازوال زندگی سے غافل ہو۔

عام حالات میں جب معمول کے مطابق زندگی گزر رہی ہو اور ماحول بھی مناسب حال میسر ہو تو آدمی اپنے بارے میں صحیح اندازہ نہیں کر پاتا کہ اس کے دل میں دین کا کیا مقام ہے؟ وہ اپنی حالت پر مطمئن ہوتا ہے' حالانکہ بات اطمینان کی نہیں ہوتی۔

لیکن خدا تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت اور بے مثال حکمت کے تحت ہر شخص کے لیے ایسے مواقع فراہم فرماتا رہتا ہے جن کے ذریعے اس کی جانچ ہوتی رہتی ہے' اور اس کے لیے یہ اندازہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں دین کا کیا مقام ہے' پھر اگر خدا کی توفیق شامل حال ہوتی ہے تو وہ عزم و ہمت سے کام لے کر اپنی دینی شخصیت کو اور زیادہ نکھار لیتا ہے' اور دین سے اس کا شغف اور بڑھ جاتا ہے' دین کی قدر و عظمت اس کے دل میں اور زیادہ بیٹھ جاتی ہے' اور خدا کی نظر میں اس کا مقام و مرتبہ اور زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

آزمائش کی گھڑیاں ہر زندگی میں آتی ہیں۔ خوشی اور غم کے مواقع ہر زندگی

Marfat.com

Book donated by
Dr. Waqar Chaudhr
Special Corresponde
A.P.P, Lahore.

میں آتے ہیں، حادثات سے ہر شخص دو چار ہوتا ہے۔ آزمائش کی نوعیت بے شک مختلف ہوتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی قوت برداشت کے مطابق ہی آزماتا ہے۔ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ البتہ آزمائش کے مواقع ہر ایک کے لیے فراہم کرتا ہے اور اسی لیے کہ وہ اپنے کو جانچ کر اپنے بنانے سنوارنے کی فکر کرے، آزمائش کی گھڑیاں بتاتی ہیں کہ آدمی کو اپنی جان، اپنی مرغوبات، اپنے احساسات اور میلانات زیادہ عزیز ہیں یا خدا کا دین، اپنے کاروبار، اپنے مشغولیتیں اور اپنے دھندے زیادہ محبوب ہیں، یا خدا کا دین، اپنے بیوی بچوں سے زیادہ محبت ہے یا خدا کے دین سے، اپنے مال اور جائداد کو خدا کے دین پر قربان کر کے مسرور ہوتا ہے یا ان کو بچانے کی خاطر وہ دین کو قربان کر ڈالتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ اپنی خودی اور انانیت کو خدا اور رسولؐ کے مقابلے میں روند ڈالنے کے لیے تیار ہے یا اپنے نفس کو اور پھلانے اور اپنی انانیت کو اور بڑھاوا دینے کی ذلیل بیماری میں مبتلا ہے، اور یہ آزمائش کی گھڑیاں ہی مخلص اور وفادار بندوں کے درجات بلند کرتی ہیں۔

آیئے ذرا تصور کی آنکھ سے دور رسالت کا ایک وجد انگیز منظر دیکھیں اور سرد مہری کی شکار اپنی زندگی کو ایمان کی آنچ پہنچانے کی فکر کریں۔

تبوک کی فیصلہ کن جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے اسلامی فوج پہنچ چکی تھی۔ مگر تین جاں نثار کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ اور مرارہ بن ربیعؓ میدان تبوک میں نہ پہنچ سکے، اور اس غزوہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہے۔

وفادار بندوں کی معمولی سستی اور غفلت بھی کیسے برداشت کی جاتی۔ خدا نے انھیں سخت تنبیہہ فرمائی، اور ایسی کڑی آزمائش میں مبتلا کیا جس میں پورا اترنا

GIFT BOOK
ACC, G 476
Date 4-4-2003 65621
P.U. LIBRARY LHR.

Marfat.com

انھی مردانِ حق کا کام تھا۔ آزمائش کی یہ کٹھن مدت پچاس دن کی تھی اور ہر اگلا دن یہ شہادت فراہم کر رہا تھا کہ ان دلوں میں دین کا مقام ہر چیز سے زیادہ بلند ہے اور یہ کہ وفا شعار مخلصینِ دین کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے' اور اپنے جذبات ' اپنی ساری خواہشیں روند دینے کے لیے تیار ہیں۔ ان کی یہ داستان عبرت سیرت و تاریخ کی کتابوں میں بھی محفوظ ہے اور خدا نے بھی لفظوں میں ان کی داستان عبرت کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ جتنی بار پڑھیے' ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے:

> اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا' جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا' جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامن رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا' تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں' یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ (التوبہ)

ان تین عظیم بزرگوں میں سے ایک حضرت کعب بن مالکؓ تھے' آخری عمر میں ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں' اور وہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑے پکڑے چلا کرتے تھے۔ ایک دن انھوں نے اپنے بیٹے کو یہ اپنی داستان عبرت اس طرح سنائی:

خدا کے رسولؐ جب مسلمانوں کو تبوک کی مہم پر جانے کے لیے ابھارتے تو میں طے کر لیتا کہ مجھے ضرور اس جنگ میں جانا ہے۔ مگر آپؐ کی مجلس سے اٹھ کر آتا تو سستی کرنے لگتا' سوچتا جلدی کیا ہے۔ تیز سواریاں بھی ہیں' صحت مند بھی ہوں' پہلے سے زیادہ خوشحال بھی ہوں۔ تیار ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔ وقت

Marfat.com

آنے پر فوراً چل پڑوں گا۔ بات ٹلتی رہی۔ یہاں تک کہ اسلامی لشکر جوشِ جہاد سے سرشار میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر بھی یہ سوچا کہ کوئی بات نہیں۔ میرے پاس تیز سواریاں ہیں۔ تین چار روز کے بعد بھی روانہ ہوں گا' تو بھی راستے ہی میں لشکر سے جا ملوں گا۔ اسی ٹال مٹول میں دن گزرتے رہے۔ مسلمان میدان جہاد میں پہنچ گئے۔ اور میں گھر میں بیٹھا ارادہ ہی کرتا رہا۔

مدینے میں جب بھی میں باہر نکلتا میرا دل بیٹھنے لگتا کہ یہاں جن لوگوں کے ساتھ میں رہ گیا ہوں وہ یا تو منافق ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جو معذور ہیں اور جن کو خدا نے ہی جنگ سے رہ جانے کی رخصت دے دی ہے۔ رسول پاکؐ میدان جہاد میں پہنچے تو پوچھا' "کعب کو کیا ہوا؟"

"حضورؐ! انھیں اپنے دیدہ زیب لباس اور شاہانہ چال ڈھال دیکھنے ہی سے کب فرصت ہے جو ہمارے ساتھ آتے" نبی سلمہ کے ایک صاحب بولے۔ معاذ بن جبلؓ نے یہ سنتے ہی کہا "آپ نے اچھی بات نہیں کی۔ یا رسول اللہؐ! کعب ہمارے خیال میں تو بہت ہی اچھے آدمی ہیں"۔ رسول پاکؐ خاموش رہے۔ اتنے میں دور سے گرد اڑتی ہوئی نظر آئی۔ کوئی سفید پوش سوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا آرہا تھا۔ دیکھتے ہی خدا کے رسولؐ نے کہا۔ "ابوخیثمہ"۔ یہ وہی ابو خیثمہؓ تھے جنھوں نے اس موقع پر تھوڑی سی کھجوریں خدا کی راہ میں پیش کی تھیں۔ اور منافقین ان کی اس پیش کش پر ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ مگر خدا نے ان کو شرف قبول بخشا' اور یہ میدان جہاد میں پہنچ گئے۔

دن گزرتے رہے' پھر مجھے خبر ملی کہ خدا کے رسولؐ جلد ہی غزوہ تبوک سے واپس آنے والے ہیں۔ مجھے بڑی فکر ہوئی۔ دل میں طرح طرح کے جھوٹے بہانے آنے لگے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے

Marfat.com

آئے۔ واپس آنے پر آپ نے معمول کے مطابق مسجد میں جا کر پہلے شکرانے کی دو رکعت نماز پڑھی' پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھے۔

منافقین نے آگے بڑھ بڑھ کر اپنے جھوٹے عذرات پیش کرنے شروع کر دیے' اور لمبی چوڑی قسمیں کھا کر اپنی مجبوریاں ثابت کرنے لگے۔ ان جھوٹے مکاروں کی تعداد کچھ اوپر ۸۰ تھی۔ حضورؐ نے ان سب کے عذرات سنے اور ان کی باطنی حالت کو خدا کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا "جاؤ خدا تمہیں معافی دے"۔

اب میری باری تھی' میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ مسکرائے' لیکن آپؐ کی مسکراہٹ میں غیظ و غضب تھا۔ پھر فرمایا' آؤ' تم بھی آؤ۔ کہو تمہیں کیا رکاوٹ پیش آگئی تھی؟ کیا تمہارے پاس سواری نہ تھی؟ میں نے کہا' یا رسول اللہؐ! میں کسی دنیوی بادشاہ کے حضور ہوتا تو طرح طرح کے عذارت تراش کر اور جھوٹی سچی باتیں بنا کر اس کو راضی کر لیتا۔ لیکن آپؐ کے بارے میں میرا یقین یہ ہے کہ اگر آج میں باتیں بنا کر آپؐ کو راضی کر بھی لوں تو کل اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اصل حقیقت آپؐ پر واضح فرما کر پھر آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے گا' اور اگر اس وقت میں ٹھیک ٹھیک حقیقت حال ظاہر کر کے آپ کو ناراض کر بھی دوں تو میری سچائی کی بدولت مجھے توقع ہے کہ خدا ضرور میری معافی کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا۔ یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی مجبوری نہیں تھی۔ اس موقع پر جو سہولت اور کشادگی مجھے میسر تھی پہلے کسی موقع پر نہیں تھی۔ صرف میری سستی اور لاپروائی تھی جس نے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا۔

میری روداد سن کر نبیؐ صادق نے فرمایا' یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی ہے۔ اور مجھ سے فرمایا' اچھا جاؤ اور اپنے معاملہ میں فیصلہ الٰہی کا انتظار کرو۔ میں اٹھ کر اپنے قبیلے کے لوگوں میں آبیٹھا۔

Marfat.com

بنی سلمہ کے لوگ میرے پیچھے پڑ گئے' اور بولے' ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے کبھی کوتاہی کی ہو۔ جھوٹے مکاروں نے کیسے کیسے بہانے تراشے اور صاف چھوٹ گئے۔ اگر تم بھی کوئی عذر پیش کر دیتے تو حضورؐ تمہارے لیے استغفار فرما دیتے اور حضورؐ کا استغفار تمہاری کوتاہی کا کفارہ ہو جاتا۔ تم نے بہت بڑی غلطی کی۔ ان سب لوگوں کی یہ باتیں سن کر میرے جی میں آیا کہ ٹھیک تو ہے میں بھی جا کر کوئی بات کیوں نہ بنا دوں۔

اب میں نے ان لوگوں سے پوچھا' اچھا یہ بتاؤ' میری طرح اور کوئی بھی ہے؟ لوگوں نے کہا' ہاں کیوں نہیں' دو آدمی اور ہیں' انھوں نے بھی وہی بات کہی جو تم نے کہی اور ان کو بھی وہی جواب دیا گیا جو تمہیں دیا گیا ہے --- میں نے پوچھا' ذرا بتاؤ کہ وہ کون دو آدمی ہیں؟ بولے ایک مرارہ بن ربیعؓ ہیں اور دوسرے ہلال بن امیہؓ --- میں ان دونوں کا نام سنتے ہی گھر چلا آیا' مجھے اطمینان ہو گیا کہ جو کچھ میں نے کیا بالکل ٹھیک کیا۔ یہ دونوں وہ مسلمان تھے' جو بدر کی جنگ میں شریک ہوئے تھے' اور یہ دونوں میرے لیے بہترین نمونہ تھے۔

اب ہماری آزمائش کا دوسرا دور شروع ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں میں اعلان کرا دیا کہ ہم تینوں سے کوئی شخص بات نہ کرے' یہ دونوں بوڑھے تو اس صدمے کی تاب نہ لا کر گھر بیٹھ رہے' اور شب و روز روتے رہے۔ مگر میں جوان تھا' برابر باہر نکلتا رہا' بازاروں میں بھی برابر فروخت کے لیے آتا جاتا رہا' اور مسجد میں بھی جماعت سے نمازیں پڑھتا رہا' لیکن کوئی مسلمان اس کا روادار نہ تھا کہ مجھ سے بات چیت کرے' کچھ اپنی کہے یا کچھ میری سنے۔ لوگوں نے ایسا رخ بدلا گویا میری کسی سے جان پہچان ہی نہیں ہے' اور میں اپنے ہی شہر کے گلی کوچوں میں اجنبی بن کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سرزمین ہی بدل

Marfat.com

گئی ہے۔ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی۔ اور مجھے اپنی جان بوجھ معلوم ہونے لگی ۔۔۔ میں معمول کے مطابق مسجد میں جاتا اور خدا کے رسولؐ کو سلام کرتا' مگر جواب کے لیے بس انتظار ہی کرتا رہتا کہ کاش حضورؐ کے لب مبارک جنبش کریں ۔۔۔ میں بھی نظریں چرا چرا کر آپؐ کو دیکھا کرتا کہ آپؐ مجھ پر نظریں ڈالتے ہیں یا نہیں' لیکن وہاں حال یہ تھا کہ میں جب تک نماز میں ہوتا حضورؐ کی مبارک نظر مجھ پر پڑتی رہتی اور جوں ہی میں سلام پھیرلیتا آپؐ بھی یکبارگی نگاہیں پھیر لیتے ۔ ایک دن کچھ زیادہ گھبراہٹ ہوئی تو میں ابو قتادہ کے پاس گیا ۔ یہ میرے چچا زاد بھائی بھی تھے اور بچپن کے دوست بھی۔ ان کے باغ کی دیوار پر چڑھا اور کہا ' ابو قتادہ ! السلام علیکم۔ مگر ہائے افسوس' اس جگری دوست نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا' یار ابو قتادہ ! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں' تم بتاؤ کیا مجھے خدا اور اس کے رسولؐ سے محبت نہیں ہے۔ مگر ابو قتادہ خاموش رہے۔ میں نے پھر پوچھا' مگر وہ خاموش ہی رہے۔ تیسری بار جب میں نے قسم دے کر پوچھا تو بس اتنا کہا "اللہ اور اللہ کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں"۔ یہ بے رخی دیکھ کر میرا دل بیٹھنے لگا۔ بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں غم سے نڈھال دیوار سے نیچے آگیا۔

ایک دن میں کسی کام سے بازار میں تھا کہ شام کا ایک قبطی جو تجارت کے لیے غلہ لے کر آیا تھا' لوگوں سے میرا پتا پوچھ رہا تھا ۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کرکے بتایا کہ یہی کعب بن مالک ہیں' وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا جو حریر میں نہایت سلیقے سے لپٹا ہوا تھا۔ میں نے کھول کر پڑھا تو لکھا تھا:

ہمیں پتا چلا ہے کہ تمہارے صاحب تم سے آج کل برگشتہ ہیں اور تم پر

Marfat.com

ستم توڑ رہے ہیں' تم کوئی ایسے ذلیل آدمی تو ہو نہیں کہ تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے۔ تم بے فکری سے ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تمہارے شایان شان تمہاری قدر کریں گے۔

یہ خط پڑھ کر بے اختیار میرا دل بھر آیا اور میں نے سوچا' یہ ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ صدمے سے میرے دل کا برا حال تھا۔ میں نے اسی وقت اس خط کو چولھے میں جھونک دیا۔

اس کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں پورے چالیس دن جیسے تیسے گزر گئے --- رسول خدا' کے پاس کافی دنوں سے وحی بھی نہیں آئی تھی --- اچانک ایک روز کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا۔ میرا دل دھک دھک ہونے لگا۔

قاصد نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا' کیا طلاق دے دوں؟ نہیں' بس الگ ہو جاؤ' قاصد نے کہا --- میں نے اپنی شریک حیات کو بھی میکے بھیج دیا اور کہہ دیا' وہیں رہ کر انتظار کرو۔ دیکھو خدا کیا فیصلہ فرماتا ہے۔

قصہ مختصر اس کسمپرسی اور بے چارگی کے عالم میں دس راتیں اور بیت گئیں۔ پچاسویں دن نماز فجر ادا کرنے کے بعد میں اپنی چھت پر جا بیٹھا۔ میں اپنی جان سے بیزار' مایوس بیٹھا ہوا تھا اور زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ تھی کہ میں نے سلع کی پہاڑی سے ایک پکار سنی' کوئی زور زور سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا' مبارک ہو کعب مبارک ہو۔ یہ سنتے ہی میں بے اختیار اپنے رب کے حضور سجدے میں گر پڑا۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہ پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ میری خوشیوں کی گھڑی آن پہنچی۔

Marfat.com

نماز فجر کے بعد خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معافی کا اعلان فرمایا، تو لوگ ہمارے پاس بھاگے چلے آ رہے تھے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ پہلے میں پہنچ کر مبارکباد دوں۔

ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور پہاڑی پر چڑھ گیا، اس کی آواز گھوڑے کی آواز سے بھی زیادہ تیز تھی۔ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے خوشی میں اپنے کپڑے ہی اتار کر اس کے حوالے کر دیے۔ خدا گواہ ہے کہ اس وقت میرے پاس یہی دو کپڑے تھے، میں نے مانگ کر دوسرے کپڑے پہنے اور اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوا۔ آج میرے لیے مدینہ کے زمین و آسمان بدل گئے تھے۔ لوگ بڑی گرمجوشی کے ساتھ مجھ سے مل رہے تھے، بغل گیر ہو رہے تھے، مجھے مبارکباد دے رہے تھے کہ خدا نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ میں خوش خوش مسجد نبویؐ میں پہنچا۔

دیکھا کہ رسالت پناہؐ جلوہ افروز ہیں، چہرہ مبارک چاندی کی طرح چمک رہا ہے، روشن ستارے آس پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اٹھ کر کھڑے ہو گئے، بڑھ کر گرمجوشی میں مجھ سے بغل گیر ہوئے اور مبارکباد دی۔ خدا کی قسم میں ان کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ مہاجرین میں صرف یہی مجھے دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے بڑھ کر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ کا چہرہ فرط مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ فرمایا، کعب! مبارک ہو۔ یہ دن تمہاری زندگی کا بہترین دن ہے"۔

میں نے کہا، حضورؐ یہ معافی آپؐ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے!

ارشاد فرمایا، خدا کی طرف سے جبریل امین یہ آیتیں لے کر آئے ہیں:

اور ان تینوں کو بھی خدا نے معاف کر دیا جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

جب زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان پر ان کی جانیں بار ہونے لگیں اور انھوں نے جان لیا کہ خدا سے بچنے کے لیے خود خدا کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ تو خدا ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ بلاشبہ وہ بڑا' ہی معاف فرمانے والا اور انتہائی مہربان ہے۔ (التوبہ)

یہ آیتیں سن کر میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں ہو گئے۔ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال راہ خدا میں صدقہ کر دوں۔

آپ نے فرمایا: "کعب! کچھ مال اپنی ضرورت کے لیے روک لو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے"۔ میں نے حضورؐ کے مشورے کے مطابق خیبر والا حصہ روک کر باقی سب خدا کی راہ میں دے دیا۔ پھر میں نے کہا' یا رسول اللہؐ! خدا نے مجھے سچائی کے صلے میں معاف فرمایا ہے۔ میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہوں گا۔ اور آج تک میں نے جان بوجھ کر کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی۔ جہاں تک مجھے علم ہے' ایسا کبھی نہیں ہوا ہے اور مجھے اپنے رب سے توقع ہے کہ تازیست وہ میری اسی طرح حفاظت فرماتا رہے گا۔

حضرت کعبؓ کی مقبولیت پر مدینے کے مسلمان گواہ ہیں' خدا کا رسولؐ گواہ ہے' خود اللہ گواہ ہے اور اس سے زیادہ بلند مقام اور کیا ہو گا کہ رہتی زندگی تک جہاں جہاں بھی یہ قرآن پاک پڑھا جائے گا' خدا کے بندے حضرت کعبؓ کی توبہ کی مقبولیت کے گواہ بنتے رہیں گے۔ یہ مقام بلند حضرت کعبؓ کو اسی لیے ملا کہ ان کے دل میں دین کے لیے ایسا ہی بلند مقام تھا' اور پچاس دن کی لرزہ خیز آزمائش کے ایک ایک لمحے نے یہ ثبوت دیا کہ حضرت کعبؓ نے خدا اور رسولؐ

Marfat.com

اور دین کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا' اپنے جذبات' اپنا آرام' اپنی مرغوبات' اپنی خودی' اپنی انانیت' ہر چیز کو دین کی خاطر روند ڈالا' تو خدا نے انھیں اتنا اونچا اٹھایا جس کے تصور سے ہی روح جھوم اٹھتی ہے۔

Marfat.com

عبرتناک غفلت

آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ آپ صحت مند اور توانا ہیں۔ آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ آپ خوش حال اور دولت مند ہیں۔ آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ خدا نے آپ کو رہنے کے لیے وسیع اور آرام دہ مکان دے رکھا ہے۔ آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ خدا نے آپ کو سعادت مند اولاد عطا فرمائی ہے۔ آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ آپ کو عزت اور شہرت سے خدا نے نوازا ہے۔ اور آپ کی خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ خدا نے آپ کو آرام دہ سواریاں بھی دے رکھی ہیں' اور نہایت سکون کے ساتھ آپ کی زندگی بسر ہو رہی ہے۔ لیکن آپ کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ خدا نے آپ کو ایمان عطا فرمایا ہے۔ آپ مسلمان ہیں' مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور آپ کی آخری تمنا یہ ہے کہ اسلام اور ایمان پر آپ کا خاتمہ ہو۔

کبھی آپ نے سوچا کہ آپ کیوں مسلمان ہیں؟ کیا اس لیے کہ آپ مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے ؟ یا محض اس لیے کہ آپ کا نام مسلمانوں جیسا ہے۔ یا آپ اس لیے مسلمان ہیں کہ مسلمان سماج میں آپ کی شادی ہوئی ؟ یا محض اس لیے آپ مسلمان ہیں کہ مردم شماری کے خانے میں آپ مسلمان شمار کیے گئے

Marfat.com

ہیں۔ جی نہیں، آپ اس لیے مسلمان ہیں کہ آپ نے اسلام کو اپنا دین مانا ہے۔ آپ کو یہ یقین حاصل ہے کہ آپ کی دین و دنیا کی کامیابی اسلام کو اپنانے ہی میں ہے۔ آپ کو بجا طور پر فخر ہے کہ خدا نے آپ کو شعور کے ساتھ اپنا دین قبول کرنے کی سعادت بخشی ہے اور بے شک یہی آپ کی سب سے بڑی خوشی نصیبی ہے۔

آپ کو احساس ہو یا نہ ہو اسلام کو اپنا دین ماننے سے قدرتی طور پر آپ کی ایک حیثیت یہ بھی قرار پاتی ہے کہ آپ اسلام کے نمائندے اور ترجمان ہیں۔ آپ جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں، دنیا کے لوگ اس کو صرف اس نظریے سے نہیں دیکھتے کہ وہ آپ کا قول و فعل ہے، بلکہ بجا طور پر یہی سمجھتے ہیں کہ یہی اسلام ہے اور ہونا بھی یہی چاہیے کہ مسلمان جو کچھ کرے وہ اسلام ہی ہو۔ آخر دنیا اس شخص کو مسلمان کیوں سمجھے اور کیسے سمجھے جس کا قول و فعل وہ نہ ہو جو اسلام بتاتا ہے اور اسی طرح دنیا ایک مسلمان کے اعمال کو دیکھ کر یہ نہ سمجھے کہ یہی اسلام ہے۔ اس حیثیت سے آپ سوچیں تو آپ کی حیثیت انتہائی نازک ہو جاتی ہے اور بہت بڑی ذمہ داری آپ کے سر آ جاتی ہے۔ آپ کوئی غلط قدم اٹھائیں گے تو اپنی غلطی کا خمیازہ تو بھگتیں گے ہی، آپ کے عمل کو دیکھ کر جو لوگ بھی گمراہی میں مبتلا ہوں گے، یا اسلام کے نام پر غیر اسلام کو اپنائیں گے یا اسلام سے بدگمان ہوں گے ان سب کا خمیازہ بھی آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ سنجیدگی سے غور کیجیے، کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں کہ آپ کے قول و عمل کو دیکھ کر لوگ اسلام سے بیزار ہو جائیں، یا کچھ ایسی باتوں کو اسلام سمجھ کر اختیار کرنے لگیں جن کو مٹانے کے لیے اسلام آیا تھا ۔۔۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو خدارا اپنے اعمال کا جائزہ لیجیے۔ اس مسئلے کو بڑھاپے کی زندگی کا موضوع قرار دے کر ٹالنے کی کوشش نہ

Marfat.com

کیجئے، بلکہ سنجیدگی سے غور کیجئے، اپنے نفس کو تاویلیں کرنے کی مہلت دینے کے بجائے اس سے کڑا محاسبہ کیجئے۔ اس لیے کہ یہ آپ کی زندگی کے تمام اہم مسائل سے زیادہ اہم مسئلہ ہے۔ یہ آپ کی دائمی کامیابی اور ناکامی کا مسئلہ ہے۔ اور کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی مہلت عمل کب ختم ہو جائے۔

میں ہرگز نہیں کہتا کہ آپ اس مسئلے پر سوچتے نہ ہوں گے، نہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے دل میں دین کا درد نہیں ہے۔ میں یہ کہنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا کہ آپ کا دل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے۔ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے رب کو بھولے ہوئے ہیں اور آپ نے اس سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔ بھلا مجھے ایسا سوچنے اور کہنے کا کیا حق ہے، البتہ آپ کے بعض اعمال دیکھ کر یہ فکر اور تشویش ضرور ہوتی ہے، کہ یا تو آپ اسلام کی صحیح تعلیم سے ناواقف ہیں، یا سخت غفلت کا شکار ہیں۔ آپ اپنے ساتھ بھی ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنے دین کے ساتھ بھی۔ زندگی کے ہر مسئلے پر آپ سوچتے ہیں، نہایت ہوشیاری، دانائی اور جز رسی کے ساتھ اپنے ایک ایک معاملے پر غور کرتے ہیں۔ سماج اور خاندان کے دوسرے لوگ بھی آپ کو سمجھ دار کہتے ہیں اور آپ خود بھی اپنے کو سمجھ داروں میں شمار کرتے ہیں تو پھر آپ خدا کی دی ہوئی اس عقل و ذہانت اور ہوشیاری و دانش مندی کو اپنے دین کے معاملے میں کیوں استعمال نہیں کرتے، آخر یہ بھی تو آپ کا اپنا ہی معاملہ ہے، اس معاملے میں غفلت آپ کا اپنا ہی نقصان ہے۔ آپ عبرتناک لاپروائی سے کام لے رہے ہیں۔ یقین مانئے اس طرز عمل سے آپ کی زندگی سراسر خسارے میں ہے۔ کیا اچھی بات کہی ہے حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے:

تیرا عمل تیرے عقائد کی دلیل ہے اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی دلیل

Marfat.com

ہے۔

آپ کا ایمان ہے کہ خدا وحدہ' لاشریک ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم اور فیصلے سے ہوتا ہے۔ نفع بھی وہی پہنچاتا ہے اور نقصان بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ مسلمان کو اسی سے دعا مانگنی چاہیے' وہی دعائیں قبول کرتا ہے۔ اسی سے مدد مانگنی چاہیے' وہی مدد فرماتا ہے اور کسی کے قبضے میں کچھ نہیں ہے۔ دولت' عزت' اچھائی' برائی' نفع' نقصان' موت' زندگی' صحت' بیماری' شفا' سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔ وہ کچھ نہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر ایک ذرہ نہیں دے سکتی۔ اور وہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر روک نہیں سکتی۔ وہ مارنا چاہے تو کوئی جلا نہیں سکتا' اور وہ جلانا چاہے تو ساری دنیا مل کر مار نہیں سکتی۔ قرآن پاک کی یہ آیت آپ نے پڑھی بھی ہو گی اور سنی بھی ہو گی:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

(یونس ۱۰ : ۱۰۷)

اگر خدا تمہیں مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے' اور اگر وہ تمہارے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی نہیں ہے جو اس کے فضل کو پھیر دے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

آپ کا ایمان ہے کہ قرآن پاک کا یہ فرمان سرتا سر حق ہے' لیکن پھر بھی آپ کی زندگی میں بعض ایسے اعمال ملتے ہیں جو اس فرمان اور ایمان کی تائید نہیں

Marfat.com

کرتے تو تشویش ہونے لگتی ہے۔ اپنے ایک تازہ عمل پر ہی غور کیجئے۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کے بھائی کا آپریشن کامیاب رہا اور انھیں خدا نے گویا نئی زندگی عطا فرمائی۔ بے شک ان کی تیمار داری' علاج اور خدمت میں آپ نے محبت اور تعلق کا حق ادا کر دیا۔ شب و روز آپ ان کی فکر اور خدمت میں سرگرداں رہے۔ دوڑ دھوپ بھی کی ' اور روپیہ پیسہ بھی صرف کیا اور اس وقت تو آپ کی حالت واقعی انتہائی قابل رحم تھی جب انھیں آپریشن روم میں لے جایا گیا۔ آپ کی حالت زار دیکھ کر ہر ایک کو آپ پر بے اختیار رحم آ رہا تھا۔

پھر خدا نے کیا آپ کا مریض تندرست ہو گیا--- اور معلوم ہوا کہ آپ جذبات شکر سے لبریز روزانہ بانکے میاں کے مزار پر جاتے رہے۔ آپریشن کی کامیابی کی خبر سنی تو ایک دم بانکے میاں کے مزار پر دوڑے۔ وہاں جا کر آپ نے سجادہ نشین کو نذرانہ دے کر خواجگان کا ختم کرایا۔ اور جب آپ اپنے مریض کو گھر لائے تو پھر دوڑے دوڑے گئے اور مزار پر جذبات شکر پیش کیے۔ اور نذرانے گزارے --- مگر اس دوران ایک بار بھی آپ کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آپ مسجد میں جاتے ' اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتے ۔ دوگانہ شکر ادا کرتے کہ پروردگار صحت دینے والا تو ہی ہے۔ صحت کی خبر سن کر آپ بانکے میاں کے مزار کی طرف تو دوڑے' لیکن مسجد آپ کو یاد نہ آئی ۔ گھر پہنچے تو محلے کی مسجد آپ کا انتظار ہی کرتی رہ گئی۔ اور آپ کئی میل کا سفر طے کر کے بانکے میاں کے مزار پر پابندی سے جاتے رہے' بھول کر بھی آپ کو اپنا وہ رب یاد نہ آیا جس پر ایمان رکھنے کی وجہ ہی سے آپ مسلمان ہیں۔ ایک بار بھی آپ کو خیال نہ آیا کہ شفا اور صحت جس خدا کے اختیار میں ہے' اس سے دعا مانگ لیں' اس کے بھی آپ پر کچھ حقوق ہیں؟ --- آپ غور کیجئے' صحت دینے والا خدا ہے یا بانکے میاں؟ --- بانکے

Marfat.com

میاں کے نام کی آپ نے دیگ بھی پکوائی - چادر بھی چڑھائی۔ ان کے مزار پر بار بار حاضری بھی دی۔ ان کے مزار پر ختم بھی کرائے۔ اور خدا کے حضور ایک بار بھی آپ کو جھکنے کی توفیق نہ ہوئی۔ نہ خدا کے نام کا آپ کوئی صدقہ دے سکے۔ کم از کم نماز ہی کے پابند ہو جاتے' آخر یہ کیسی غفلت ہے' کیسی لا پروائی ہے' آپ اسلام کے کیسے نمائندے ہیں؟ سوچئے تو سہی۔ کیا یہ عمل اسلامی عقیدے کی نمائندگی کرتا ہے؟ کیا آپ کو یہ سب کچھ کرتے دیکھ کر کوئی یقین کر سکتا ہے کہ آپ توحید کے قائل ہیں۔ آپ نے جو کچھ کیا وہ کسی طرح ایک توحید پرست مسلمان کے شایان شان نہیں۔ میں آپ کو قرآن پاک کی ایک آیت یاد دلاتا ہوں' سنجیدگی سے اس پر غور کیجئے اور سوچئے کہ قرآن پاک آپ سے کس فکر و عمل کا تقاضا کرتا ہے۔ آپ میری بات مانیں یا نہ مانیں --- قرآن تو بہر حال آپ کا ایمان ہے اور آپ کا عقیدہ ہے کہ ہدایت کا سرچشمہ قرآن ہی ہے۔ قرآن پاک کی یہ آیت بار بار پڑھیے اور غور کیجئے کہ آپ کا یہ طرز عمل کس گروہ کی نمائندگی کر رہا ہے؟

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ○ (الاعراف ۱۸۹ : ۱۹۱)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا ایک جوڑا بنایا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا' جسے لیے لیے

Marfat.com

وہ چلتی پھرتی رہی ۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی' تو دونوں نے مل کر اللہ' اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو ایک اچھا سا بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ بہت بلند و برتر ہے' ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ماہ صیام کا استقبال

چند دن بعد رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جائے گا اور اللہ جن لوگوں کو توفیق عمل سے نوازے گا وہ رحمت و مغفرت کے اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ خیرو برکت کے حصول میں مشغول ہوں گے۔ خیروبرکت کا یہ حصول محض سحری کھانے' دن بھر کھانے پینے سے اجتناب کرنے اورشام کو افطار کرنی اور تراویح کی ۸ یا ۲۰ رکعت نماز ادا کرنے پر ختم نہیں ہو جاتا' یہ تمام سرگرمیاں تو اوپر کی سطح کی ہیں۔ اصل روح اس سطح کے نیچے ہے۔ اگر وہ حاصل نہ ہو جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرما دیا ہے' اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ کوئی شخص بھوکا رہتا ہے' یا پیاسا۔ اس کا تعلق حصول تقویٰ سے ہے اور کلام الٰہی میں رمضان کے روزوں کی یہی غرض و غایت بھی بتلائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

"روزہ تم پر اس لیے فرض کیا جا رہا ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو"۔

تقویٰ ہی وہ اجالا ہے جو زندگی کی شاہراہ کو روشن کرتا ہے۔ رضائے رب کی منزل کو پہنچاتا ہے اور انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ زندگی کی راہ میں خدا کی نافرمانی کی جو خاردار جھاڑیاں اگی ہوئی ہیں ان سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے اپنا سفر حیات طے کرے۔ اسلامی زندگی تقویٰ کے محور پر گھومتی

Marfat.com

ہے۔ یہ ایک مکمل ذمہ داری کی زندگی ہے۔ اس میں کوئی کام ' کوئی بات اور کوئی سرگرمی ایسی نہیں ہے جو انسان کو ایک غیر ذمہ دار اور غیر مسئول وجود قرار دے ۔ ایک معین نصب العین ہے۔ ایک طے شدہ اور سیدھی راہ منزل ہے جس پر زندگی کا راہی رواں دواں رہتا ہے۔

تقویٰ کی روح کو بیدار کر کے رمضان انسان کے اندر وہ ذمہ دارانہ نقطہ نگاہ اور طرز عمل پیدا کرتا ہے جو مومن کے لیے سرمایہ حیات ہوتا ہے۔

قرآن پاک کی بنیادی دعوت توحید کی دعوت ہے۔ قرآن یہ پیغام دیتا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں اللہ ہی کو اپنا معبود بنائے' اس پیغام کو انسان کے ذہن اور عمل میں راسخ ک کے لیے قرآن نے نماز اور روزہ کی شکل میں ایک عملی پروگرام بھی پیش کر دیا ہے تاکہ مومن بندوں میں وہ صلاحیتیں پوری طرح اجاگر ہو جائیں جو رضائے رب کی را لیے زاد سفر کا کام دیتی ہیں۔

رمضان المبارک کے آداب و احکام پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے ہی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی صلاحیت اس کے ذریعہ کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ تقویٰ کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ہمہ بیں نگاہوں کو نگراں محسوس کرنے پر ہے' خدا کو حاضر و ناظر جاننے کا ملکہ حاصل کیے بغیر انسان تقویٰ کی زندگی نہیں بسر کر سکتا اور روزہ یہی ملکہ پیدا کرتا ہے' اس کے لیے حلال چیزوں سے ایک وقت معین کے لیے پرہیز کیا جاتا ہے۔

تقویٰ کی یہ روح حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ روزہ شعور اور احساس کے ساتھ رکھا جائے۔ خصوصا جہاں زندگی کا پورا ڈھانچہ ناخدا پرستی کی بنیاد پر اٹھانے کی کوششیں ہو رہی ہوں' وہاں اس شعور و احساس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

مختصر یہ کہ رمضان کی غرض و غایت یہ ہے کہ امت مسلمہ کے اندر تقویٰ کی روح کو بیدار کر کے اسے رضائے رب کی راہ پر چلنے کا خوگر بنایا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پورے مہینے کے روزوں کو فرض قرار دیا گیا' اسی پس منظر میں یہ بات بھی نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر بندہ مومن کے لیے جہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ روزے کے آداب و احکام کو پورے شعور' پورے یقین اور پورے احساس کے ساتھ بجا لائے وہیں اس کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی خدا کی رضا کے مطابق بنانے کی کوشش کرے اور زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہ جائے جس پر رضائے رب کے چھاپ نہ پڑی ہو۔ خدا سب لوگوں کو توفیق عمل سے نوازے کہ وہ رمضان کی برکتوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں۔

رمضان المبارک' تربیت و تزکیہ کا مہینہ ہے ۔ خدا کے وفاداروں کا مہینہ ہے ۔ ان کا مہینہ ہے جو خدا کا ذکر کرنے والے اور سچے ہیں۔ اگر یہ مبارک مہینہ بھی تمہارے قلوب کی اصلاح نہ کرے گا' گناہوں سے نہ بچائے گا اور تمہیں اہل بدعت اور گنہگاروں سے محفوظ نہ رکھے گا تو پھر اور کیا چیز تمہیں ان چیزوں سے بچا سکے گی۔ اور اس سے زیادہ موثر اور بہتر کون سی چیز ہو گی جو تم پر اثر کرے گی۔ اگر ماہ رمضان کی خیرو برکت سے تم محروم رہے تو تم سے کسی نیکی اور خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی' اور نہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ تم سے کوئی بد بختی دور ہو جائے۔

اے مسکینو اور نادار بھائیو! غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ آنکھیں کھولو' اپنا سر اٹھاؤ' جو نعمت اور عظمت تمہیں خدا نے بخشی ہے' اس پر سوچ بچار کرو۔ خدا سے توبہ و استغفار کرو۔ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو۔ وہ بڑا ہی کار ساز

Marfat.com

ہے۔ اس کی اطاعت میں لگ جاؤ۔ کیا معلوم آنے والے سال میں پھر خیرو برکت کا مبارک مہینہ نصیب ہو گا یا نہیں ۔ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جو پھر اپنی زندگی میں اس مہینے کو نہ دیکھ سکیں گے۔ بہت سے قیام و تراویح کا اہتمام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو زندگی میں دوبارہ قیام اور تراویح کا موقع نہ مل سکے گا۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی مصروفیات اور مشاغل میں لگے رہو اور خیرو برکت کا یہ مہینہ نکل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو تم بڑے خسارے میں رہو گے۔ اگر ہم نے اس خیروبرکت کے عظیم مہینہ سے استفادہ میں تساہلی اور غفلت سے کام لیا تو یاد رکھو کہ یہ مہینہ اپنا وقت پورا کرنے میں غفلت کا ثبوت نہیں دے گا۔ اور بڑی ہی تیز رفتاری سے یہ گزرتا چلا جائے گا۔ یہ تو صرف ان لوگوں کو سعادت اور عظمت تقسیم کرتا ہے اور دونوں ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے جو خود اس سے سعادت اور عظمت کے طلبگار ہوں۔ پیچھے ہٹنے والوں اور اعراض کرنے والوں سے تو اس کو سخت نفرت ہے اور ایسے لوگوں کے لیے یہ شقاوت اور بدبختی میں اضافہ کر دیتا ہے۔

دیکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ رمضان کا مہینہ تو تم سے یہ کہے کہ تم اپنا منہ بند رکھو اور تم اس پر عمل نہ کر سکو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا مطالبہ تو یہ ہو کہ تم اپنی زبان پر لگام لگائے رہو اور تم پر اس عمل نہ کر سکو، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے اس بات کا خواہش مند ہو کہ تم اپنی آنکھ کو بھٹکنے نہ دو اور تم اس کی خواہش کا احترام نہ کر پاؤ۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سے وہ نیکی اور بھلائی کے راستے کی طرف قدم اٹھانے کے لیے کہے اور تم کسی دوسری راہ کی طرف بڑھنے لگو۔

تمہیں معلوم ہے کہ رمضان کے بارے میں اس نبیؐ نے جس کی امت میں تم ہو، اور اس نبیؐ نے جس پر ہر ایک اپنے ماں باپ اور عزیز ترین اشیاء کو قربان کر سکتا

Marfat.com

تھا، کیا فرمایا ہے؟ آپؐ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ ایک ڈھال ہے۔ تو جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو بے حیائی اور لغویات سے بچنا چاہیے۔ اور اگر اس سے کوئی گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا کرنا چاہے تو اسے کہہ دینا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے "۔ "روز دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جب وہ افطار کرتا ہے تو افطار سے خوشی ہوتی ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہو گا"۔ (بخاری)

ذرا غور کرو اور آنکھیں بند کر کے دیکھو کہ خدا کے رسولؐ اور تمہارے محبوب نبی کیا فرمارہے ہیں کہ " روزہ خدا کے لیے ہے اور اس کا اجر وہ خود دے گا۔ بھائیو! روزہ اللہ تعالیٰ کا ایک مہمان ہے، اس کی قدر کرو گے اور اس کے حقوق اور ذمہ داریاں پوری یکسوئی اور دل سے ادا کرو گے تو یہ تمہارے لیے ایسا مہمان ثابت ہو گا جو جب جاتا ہے تو اپنے میزبان کو اس کی میزبانی سے نوازتا ہے اور یہ تو خدا کا مہمان ہے۔ اس کی نوازشیں تو تمہارے لیے دین اور دنیا دونوں میں معین و مدد گار ثابت ہوں گی۔

Marfat.com

بندگی کس کی؟

بندگی کس کی؟ یہ بھی کوئی سوال ہے۔ بندگی صرف اس کی ہونی چاہیے جس نے پیدا کیا اور ہے جو ہمارا پروردگار ہے۔

بے شک آپ کا جواب صحیح ہے۔ بندگی کے لائق صرف خدا ہے۔ اور آپ سے تو یہ سوال کرنا اس لیے بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کو میں نے بارہا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے' جس کے ہر ہر صفحے میں بار بار اسی حقیقت کو دہرایا گیا ہے۔ اور پھر میں نے آپ کو نماز پڑھتے بھی بار بار دیکھا ہے' جس کی ہر رکعت میں آپ یہ الفاظ کہتے ہیں ایاک نعبد' اے خدا ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں ۔ بلکہ میری خوش گمانی تو یہ ہے کہ آپ کو تہجد کے لیے اٹھنے کی توفیق بھی ہوتی ہے۔ اور رات کی تنہائی میں بھی آپ بار بار یہ الفاظ دہراتے ہیں ایاک نعبد' پروردگار! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے کہ آپ یہ الفاظ بے شعوری میں دہراتے ہیں ' یا پورے شعور کے ساتھ اپنے رب سے اقرار کرتے ہیں۔ لیکن آپ کے اس مستقل طرز عمل کے بعد آپ سے یہ سوال بظاہر واقعی بے جوڑ ہے کہ "آپ کس کی بندگی کرتے ہیں؟"

لیکن معاف فرمائیں آپ کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو بعض

Marfat.com

الجھنوں نے ذہن کو بری طرح جھنجوڑا --- آپ کے بعض اعمال کھٹکے اور ہزار خوش گمانی کے باوجود ذہن یہی فیصلہ کرتا رہا کہ یہ خدا کی بندگی نہیں نفس کی بندگی ہے --- معاف کیجیے میں نے بہت سخت الفاظ استعمال کیے مگر واقعی میں اس کی کوئی اور توجیہہ کرنے سے معذور رہا اور سوچا کہ اپنا درد دل آپ سے ضرور بیان کروں۔ ممکن ہے یہ نفس کی بندگی بے شعوری میں ہو رہی ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو، مگر بے شعوری کے ساتھ بھی میرے اچھے ساتھی، آپ کے سفید لباس پر مجھے یہ دھبہ کسی طرح اچھا نہیں لگتا، اور بے اختیار کہنے کو جی چاہتا ہے 'وثیابک فطھر' اور کردار کے لباس کو پاک و صاف رکھئے۔

ایک ساتھی سے آپ کی ان بن ہو گئی۔ آپ کو ان پر غصہ آگیا۔ غصے میں آپ کی زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل گئے جو مومن کے لیے کسی بھی طرح مناسب نہیں ہیں۔ مگر خیر، جذبات کی رو میں بعض اوقات آدمی بہ جاتا ہے۔ مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ نے ہفتوں اپنے ساتھی سے سلام کلام ترک کر دیا ہے --- میں نے آپ کو توجہ دلائی، مگر آپ نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ پھر میں نے کسی قدر اور زیادہ سوز کے ساتھ آپ کو آپ کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا "کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کیے رہے" --- آپ نے حدیث توجہ سے سنی، ضمیر نے ملامت کی آغاز بھی کیا۔ آپ کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ اطاعت کے جذبات ابھر رہے ہیں، لیکن نفس نے پھنکاریں مارنا شروع کیں اور آپ اس ناگ سے مغلوب ہو گئے --- پھر آپ اپنے ساتھی سے بدستور کٹے رہے۔ صحیح یا غلط یہ فیصلہ آپ کریں۔ میری الجھن یہ ہے کہ آپ نفس کی بندگی کر رہے ہیں۔

Marfat.com

آپ کے ایک عزیز معاشی آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ انھوں نے آپ کو اپنی پپتا سنائی۔ آپ نے محسوس کیا کہ ان کی معاشی آزمائش میں کسی پہلو سے میری معاشی ترقی ہو سکتی ہے --- آپ نے کسی درد مندی، اور بہی خواہی کا اظہار کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کی اور ان کو کوئی مشورہ دینے سے اس لیے گریز کیا کہ آپ کی نگاہیں اپنی معاشی ترقی پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو متوجہ کیا اور پھر آپ کو آپ کے آقا ؐ کی بات سنائی کہ آپ ؐ نے فرمایا ہے:

"مومن وہی ہے جو دوسرے کے لیے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔

مگر میں نے دیکھا کہ آپ اپنے رویہ پر قائم رہے، اور آپ کی چمکدار پیشانی پر ندامت کا ایک چھوٹا سا قطرہ بھی نمودار نہ ہوا۔ اور میرا ذہن پریشان ہونے لگا کہ یہ تو نفس کی بندگی ہے۔

اپنے ایک قریبی عزیز کے یہاں آپ نے کھانا نہیں کھایا، اس لیے کہ ان کے یہاں باجا بج رہا تھا اور کیمرہ برابر رنگین تصویریں کھینچنے میں سرگرم تھا۔ میرے دل میں آپ کی بڑی قدر ہوئی، مگر شام کو میں نے دیکھا کہ آپ ایسی دعوت میں شریک ہیں جو شہر کے ایک نئے سرمایہ دار کے یہاں ہوئی تھی جنھیں لاٹری کے ٹکٹ سے حال ہی میں ایک بہت بڑی رقم ملی تھی۔ اور اس مجلس میں آپ بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں برابر تصویریں کھینچی جارہی تھیں۔

میں نے تنہائی میں نہایت درد کے ساتھ آپ کو متوجہ کیا۔ آپ نے تاویل کے دفتر کھول دیے۔ اور میں آپ کی ذہانت پر رشک کرنے کے باوجود دل مسوس کر رہ گیا۔ نہ صرف دوسری مجلس میں آپ کا بیٹھنا نفس کی بندگی تھی۔ بلکہ اپنے قریبی عزیز کے یہاں کھانا نہ کھانا بھی خدا کی بندگی میں نہیں، نفس کی بندگی میں تھا۔ آپ

Marfat.com

نے کسی اور وقت کا بدلہ لینے کے لیے اس وقت اس کی بے دینی پر حملہ کیا تھا۔
خدا کا واقعی انعام ہے کہ اس نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے، پچھلے دنوں آپ ہی سے معلوم ہوا کہ نئی بیوی کے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام سے آپ نے بہت کچھ خریدا ہے، اور ان کی خوش حالی کے لیے آپ نے بہت سے انتظامات کیے ہیں، مگر مطلقہ بیوی کی اولاد کے نام سے آپ نے کچھ نہیں خریدا۔ وہ خستہ حال جگہ جگہ فریاد کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ کا کہنا یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے کہنے پر چلتے ہیں۔ آپ کے طرز عمل سے انھیں شکایت ہے، اس اطلاق کو بھی وہ ظلم سے تعبیر کر رہے ہیں کہ آپ کے بعد بھی وہ کچھ نہ پا سکیں۔

میں نے آپ کو متوجہ کیا اور سورۂ نساء کا دوسرا رکوع پڑھ پڑھ کر سنایا کہ خدا نے اپنے اٹل قانون میں اس طرح حصے بیان کیے ہیں اور مومن کا کام تو صرف اس قانون کی تعمیل ہے۔ مگر آپ ٹس سے مس نہ ہوئے اور آپ کا دل ذرا بھی اس قانون کے آگے نہ جھکا۔ میں نے آپ کو بارہا مسجد میں خدا کے حضور جھکتے دیکھا ہے۔ لیکن اس موقع پر میں نے آپ کو خدا کے قانون کے آگے جھکانے کی ہر ممکن تدبیر کی لیکن آپ کی گردن برابر اکڑی رہی۔ میں سوچتا ہوں، یہ نفس کی بندگی نہیں تو اور کیا ہے؟

مجھے معلوم ہے کہ آپ نے بہن کی شادی میں کئی ہزار روپیہ صرف کیے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ آپ وقتاً" فوقتاً" اپنی بہن کے لیے چھوٹے بڑے تحفے بھی لے جاتے ہیں --- لیکن پچھلے دنوں جب آپ نے مرحوم باپ کی ایک بڑی جائداد فروخت کی تو بہن کو کچھ بھی نہ دیا۔ بینک بیلنس بھی اپنے نام کرا لیا۔ باقی مکانات پر بھی آپ ہی قابض ہیں۔ مگر معمولی تحفوں سے بہن کو برابر خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور صلہ رحمی کے پرچار کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں نے آپ کو یاد دلایا کہ مرحوم باپ کے

Marfat.com

مال میں دو حصے آپ کے ہیں اور ایک حصہ آپ کی بہن کا ہے --- اور خدا کا شکر ہے آپ کے والد صاحب نے تو اتنا کچھ چھوڑا ہے کہ بہن کا پورا حصہ دینے کے باوجود جو کچھ بچے گا وہ آپ کی پوری زندگی کے لیے کافی ہے --- آپ نے خدا کی کتاب میں یہ آیت بار بار پڑھی ہے' للذکر مثل حظ الانثیین "مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے"۔ اور آپ اسی طرح بدستور کمزور بہن کے مال پر قابض رہے۔ کیا یہ خدا کی بندگی ہے۔ جی نہیں یہ نفس کی بندگی ہے اور آپ ہولناک دھوکے میں مبتلا ہیں۔ میں زیادہ کچھ کہہ کر آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا۔ ورنہ میرے عزیز دوست اور بھی کتنے ہی دھبے ایسے ہیں جن کی سیاہی میں بندگی نفس کا کریہہ منظر دکھائی دیتا ہے اور میرا دل ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ آپ کے دامن پر ایسے بدنما داغ ہوں ۔ آپ کا کہنا بجا ہے کہ تم مجھے کہہ رہے ہو؟ کیا تم اس طرح کی بندگی نفس میں مبتلا نہیں ہو۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس وقت مجھے متوجہ نہ کریں۔ مجھے متوجہ کرنے کا فرض انجام دینے پر آئیں گے تو آپ کا ضمیر پھر ٹھنڈا پڑ جائے گا --- اور یہ ذرا سی گرمی جو اس وقت آپ کے ضمیر نے قبول کی ختم ہو جائے گی --- میری دعا ہے کہ خدا آپ کی آنکھیں کھول دے۔ اور آپ بندگی نفس کی اس دلدل سے باہر نکل آئیں۔

مگر میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ مجھے متوجہ نہ کریں۔ کسی اور وقت یہ فریضہ انجام دیں' ضرور دیں۔ میرا آپ پر یہ حق ہے اور آپ کو یاد ہی ہو گا کہ ہمارے اور آپ کے رسولؐ نے مجھے اور آپ کو ایک دوسرے کا آئینہ بتایا ہے --- آپ میرے دامن کے دھبوں کو صاف کرنے کی فکر کریں اور میں آپ کے دامن کے دھبوں کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ آیئے اپنے آقا کے الفاظ دہرا کر اپنے رب سے عمل کی توفیق چاہ کر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"وان احد کم مراۃ اخیہ فان رای اذی۔ (مشکوۃ)

اور بلاشبہ تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ کوئی عیب
دیکھے تو اسے دور کردے۔

Marfat.com

ہر حال میں خیر ہی خیر صرف مومن کا حصہ

بیماری، دکھ، مصیبت، نقصان، پریشانی میں سب ہی مبتلا ہوتے ہیں، کوئی ایک شخص بھی اس زمین کے سینے پر ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں مصائب و آلام سے یقینی طور پر محفوظ ہوں، گردش ایام کا وار سب پر ہوتا ہے۔ آج اگر آپ کا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے تو کل کسی اور کا نمبر ہے۔ آج اگر آپ کو زخم لگا ہے، تو آپ کیوں بھول رہے ہیں کل کوئی اور زخم کھا چکا ہے اور آنے والا کل نہ معلوم کس کے لیے کیا لانے والا ہے۔ مصائب و آلام، پریشانیاں اور الجھنیں سبھی کو پیش آتی ہیں۔ غریب کو بھی اور امیر کو بھی، بادشاہ وقت کو بھی اور ایک فقیر کو بھی، مومن اور صالح کو بھی خدا کے منکر اور فاسق کو بھی۔ گردش لیل و نہار کی چکی میں آج ایک پس رہا ہے تو کل کسی اور کی باری ہے۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (آل عمران ۳: ۱۴۰)

یہ زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنھیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

آپ کا شدید مالی نقصان ہو گیا ہے۔ اس کے معاشی ذرائع مسدود ہو گئے ہیں۔ وہ بستر مرگ پر لیٹا صحت کے لیے ترس رہا ہے۔ یہ بیوی بچوں کے مسائل سے پریشان

Marfat.com

ہے۔ وہ ایک ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس پر ایک عجیب ہی آفت ٹوٹ پڑی ہے۔ انھی مناظر کا نام دنیوی زندگی ہے۔ پھر یہ آفتیں اور مصیبتیں خدا کے باغیوں پر بھی آتی ہے' اور خدا کے پرستاروں پر بھی' اور قدرتی بات ہے کہ آفات و آلام سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں' خدا پرست بھی متاثر ہوتے ہیں' اور خدا بیزار بھی' دکھ کا احساس سب کو ہوتا ہے۔ درد کی ٹیسیں سب کے سینے میں اٹھتی ہیں' تکلیف میں آہ سب کی زبان سے نکلتی ہے۔

آپ آنے والی مصیبت سے پریشان ہیں' مسکراتا چہرہ مغموم ہے' دل غمزدہ ہے' طبیعت بجھی ہوئی ہے اور آپ کے شب و روز نشاط و ولولہ کی رونق سے خالی ہیں' یہ ایک فطری بات ہے' آپ کو ہرگز ملامت نہیں کی جا سکتی۔ آپ کو ملامت کرنے والا انسانی فطرت سے ناواقف ہے' چوٹ لگے اور تکلیف نہ ہو' زخم پہنچے اور دکھ نہ ہو' خوف ہو اور دل نہ لرزے' کیسے ممکن ہے؟

البتہ دو باتیں ضرور پیش نظر رکھئے۔ بلکہ ان کو جذب کیجئے۔ آپ دل میں سکون کی ٹھنڈک محسوس کریں گے۔ غم غلط ہو گا اور آپ کو اپنی مصیبت ہلکی معلوم ہونے لگے گی۔ پہلی بات تو یہ کہ مصیبت' تکلیف' الجھن' پریشانی وقتی اور ہنگامی چیزیں ہیں۔ ان کی مدت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ آپ ہی سوچئے اگر آج آپ پر کوئی مصیبت آئی ہے' تو آپ عمر عزیز کے کتنے سال آرام و راحت میں گزار چکے ہیں۔ چند سال کے راحت و عیش کے مقابلے میں چند گھنٹوں اور چند دنوں کی تکلیف و مصیبت کی کیا اہمیت! صبح و شام کی چند گردشوں میں دکھ کے یہ دن بیت جائیں گے اور پھر ذہن پر زور دے کر ہی یاد کریں گے تو یاد آئے گا' کہ ہم کبھی اس مصیبت سے بھی دوچار ہوئے تھے اور پھر آپ کو خدا کے کلام کا یہ فقرہ بھی یاد ہو گا کہ ہر دکھ کے ساتھ راحت ہے اور ہر تنگی کے ساتھ خوشحالی ہے۔ اور خدا نے بندے کے دل میں یہ

Marfat.com

حقیقت جمانے کے لیے یہ فقرہ دوبار دہرایا ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ○ (الانشراح ۹۴: ۵-۶)

یہ حقیقت ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی ہے' بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

اور یہ بھی ایک اطمینان بخش حقیقت ہے کہ خدا نے ہر چیز کی مدت اور مقدار طے کر دی ہے۔ کسی کے بس میں نہیں جو اس سے کمی بیشی کر سکے۔ مصیبت تو اپنا وقت پورا کر کے ہی دور ہو گی' اور ضرور دور ہو گی۔ کیا اچھی بات کہی ہے جگر مرحوم نے۔

طول غم حیات سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی رات ہے جس کی سحر نہ ہو

دوسری بات جسے آپ خود بھی جانتے ہیں صرف تذکرے کے طور پر آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ خدا نے آپ کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے' آپ مومن ہیں اور آپ کو اپنے مومن ہونے کا شعور بھی ہے' مومن کو ایک ایسی چیز حاصل ہے جو صرف مومن ہی کا حصہ ہے۔ مومن کے سوا یہ بات کسی اور کو حاصل نہیں۔ مومن کے لیے ہر معاملہ میں خیر ہی خیر ہے' خواہ وہ دکھ ہو یا راحت' مومن ہر حال میں خیر ہی سمیٹتا ہے۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ میں اس حقیقت کو دیکھئے اور مسرت و شادمانی سے جھوم جائیے۔ حضرت صہیبؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عجبا لا مر المومن ان امرہ کلہ لہ خیر ولیس ذالک الا للمومن ان اصابتہ ضراء صبر فکان خیرا لہ وان اصابتہ سراء شکر فکان خیرا لہ۔ (صحیح مسلم)

مومن کا معاملہ عجیب و غریب ہے۔ اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر ہی ہے

Marfat.com

اور یہ سعادت صرف مومن ہی کو حاصل ہے۔ اگر اسے کوئی دکھ پہنچتا ہے
اور وہ صبر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے
اور وہ شکر کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے تو یہ اس کے لیے خیر ہے۔

اللہ اکبر! ایمان کی بدولت کتنی بڑی سعادت حاصل ہے۔ اور یہ سعادت صرف آپ ہی کو حاصل ہے، مومن کے سوا کسی کو یہ سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔

خدا کا کی حکمت اور مصلحت کے تحت اگر آپ کسی دکھ اور تنگی میں مبتلا ہو گئے ہیں تو صبر ہی آپ کے شیوہ ہونا چاہیے۔ مومن جزع فزع اور ہائے واویلا نہیں کرتا۔ وہ مصائب کے ہجوم میں بھی صبر وضبط اور تحمل و وقار کا ثبوت دیتا ہے اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہر دکھ اور آفت کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہ یقین اس کے پائے استقلال کو قوت پہنچاتا رہتا ہے کہ ہر حال میں خیر ہی خیر اسی کا حصہ ہے --- یہ جو کچھ بپتا اس پر آپڑی ہے اس کے مولیٰ کے اشارے سے ہی آئی ہے۔ وہی اس کو دور کرے گا اور جو وقت اس کے لیے اس کے مولیٰ نے مقرر کردیا ہے وہ وقت پورا کر کے ہی یہ دور ہو گی۔

Marfat.com

وہ ایک خوبی جو صرف مومن کو حاصل ہے

خدا نے اپنے کسی بندے کو بھی خوبیوں سے محروم نہیں رکھا ہے۔ آپ غور کریں گے تو ہر شخص میں کوئی خوبی ضرور پائیں گے' مگر ایک خوبی ایسی ہے جو صرف اللہ پر ایمان لانے ہی سے پیدا ہوتی ہے' مومن کے سوا کسی کو یہ خوبی نصیب نہیں۔ آپ غور کیجئے کہ کس حد تک آپ اس خوبی سے بہرہ ور ہیں۔ کمی ہو تو بڑھانے کی کوشش کیجئے' نہ ہو تو فکر مند ہو کر پیدا کرنے کی کوشش کیجئے اور موجود ہو تو خدا کا شکر بجا لائیے کہ آپ کو ایمان کی وہ خوبی حاصل ہے جو صرف مومن ہی کو نصیب ہوتی ہے۔

قران و حدیث نے مومن کا تعارف یہ ہرگز نہیں کرایا ہے کہ اس سے خطا نہیں ہوتی' وہ انتقامی جذبات کا شکار نہیں ہوتا' اسے غصہ نہیں آتا' وہ جذبات کی رو میں بہنے سے محفوظ رہتا ہے اور کبھی کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہوتا۔ جی نہیں' اس دنیا میں ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے۔ پیغمبروں کی تو بات الگ ہے۔ ان کو تو خدا اپنی نگرانی میں رکھتا ہے اور وہ معصوم ہوتے ہیں۔ بات عام مومنوں کی ہو رہی ہے۔ مومنوں کا تعارف قرآن و حدیث میں کرایا گیا ہے' وہ یہی ہے کہ ان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ وہ گناہوں میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر غلط کام بھی کر رہیں وہ

Marfat.com

دوسروں کے ساتھ زیادتی بھی کر جاتے ہیں' اور اپنی جانوں پر بھی ظلم کر بیٹھتے ہیں' ـــــ لیکن ان کے اندر خوبی ایسی ہوتی ہے جو مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتی ' بلکہ حاصل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ خوبی ایمان کی بدولت ہی ان میں پیدا ہوتی ہے اور ایمان محروم انسان اس کی لذت سے قطعی ناآشنا ہوتا ہے۔ ہم اپنی بات سمجھانے کے لیے آپ کو قرآن پاک کی چار آیتوں پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان آیات سے مومن کا صحیح تعارف بھی سامنے آئے گا اور اس خوبی کی حقیقت بھی معلوم ہوگی جو صرف مومن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○ (آل عمران ۳: ۱۳۳-۱۳۶)

رواں دواں چلتے رہو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جیسی ہے اور وہ تیار کی گئی ہے ان متقی بندوں کے لیے جو ہر حال میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں' خواہ تنگ دست ہوں یا خوش حال۔ جو غصے کو پی جاتے ہیں' اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں' اللہ کو یہ محسن بندے بہت پسند ہیں' اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اسی لمحے انھیں اپنے اللہ کا

Marfat.com

خیال آجاتا ہے اور وہ اس سے اپنے قصوروں کی معافی مانگنے لگتے ہیں' کیونکہ اللہ کے سوا اور ہے کون جو گناہ معاف کر سکتا ہو' اور وہ دیدہ و دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے' ایسے لوگوں کا صلہ ان کے رب کے ہاں یہ ہے کہ وہ ان کی بخشش فرمائے گا اور ایسے باغوں میں ان کو داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی خوب صلہ ہے' نیک عمل کرنے والوں کے لیے۔

پہلی آیت میں کہا گیا' جنت تیار کی گئی ہے متقین کے لیے۔ پھر الذین سے ان کی تین خوبیاں بیان کی گئی ہیں (۱) ہر حال میں وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں (۲) غصہ پی جاتے ہیں (۳) قصور معاف کر دیتے ہیں۔ پھر ان کو محسن کے لقب سے نواز کر ان کو خدا کا محبوب بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد پھر الذین سے ایک چوتھی خوبی بیان کی گئی ہے --- اور یہی وہ خوبی ہے جس کی طرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں' ارشاد ہے' ان متقی اور محسن بندوں سے جب کوئی فحش کام سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ میں مبتلا ہو کر یہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انھیں اپنے رب کی یاد آجاتی ہے۔ یکایک ان کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ اپنے رب سے اپنے قصوروں کی معافی مانگنے لگ جاتے ہیں۔ انھیں یقین ہوتا ہے کہ گناہوں کی بخشش کا ایک ہی دروازہ ہے --- وہ ڈھیٹ نہیں ہوتے کہ دیدہ و دانستہ اپنے قصوروں پر جمے رہیں اور اپنی خطاؤں پر تاویل کے پردے ڈال ڈال کر اپنے دل سیاہ کرتے رہیں۔

تقویٰ اور احسان ایمان کے دو اعلیٰ ترین درجات ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ آدمی خدا کی نافرمانی کے تصور سے کانپ جائے' اور احسان یہ ہے کہ آدمی کے دل میں خدا کی وفاداری اور محبت اس طرح رچ بس جائے کہ وہ اپنا سب کچھ خدا کی مرضی پر لٹا کر بھی یہ محسوس کرتا رہے کہ "حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا"۔ مگر ان متقی اور محسن بندوں

Marfat.com

کا تعارف بھی قرآن پاک نے یہ نہیں کرایا کہ وہ فرشتہ ہوتے ہیں اور کبھی کوئی گناہ نہیں کرتے بلکہ ان کا صحیح تعارف یہ ہے کہ نفس کی تحریک پر یہ بھی قصور کر بیٹھتے ہیں' ان سے بھی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں' اور یہ اپنے رب سے اپنے قصوروں کی معافی مانگتے مانگتے اور گریہ و زاری کرتے کرتے گناہ کی سیاہی کو اس طرح دھو ڈالتے ہیں' کہ ان کے دل کی جلا کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔

مومن کی اسی خوبی کو قرآن نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح بیان کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○

(الاعراف ۷: ۲۰۱)

حقیقت میں جو لوگ متقی ہوتے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کی وسوسہ اندازی سے ان کو برائی کا خیال چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں کہ ان کے لیے کونسا طرز عمل صحیح ہے۔

مومن کے دل میں برا خیال بھی آسکتا ہے اور جذبات کی رو میں بہہ کر وہ غلط طرز عمل بھی اختیار کر سکتا ہے لیکن ایمان کی بدولت اسے فوراً تنبیہہ ہو جاتی ہے۔ اسے اپنا رب یاد آجاتا ہے' اس کی پیشانی سے شرمندگی کے قطرے ٹپکنے لگتے ہیں اور وہ اسی دم اس غلطی سے باز آجاتا ہے' وہ نہ تو اپنے قصور پر اڑا رہتا ہے اور نہ تاویلوں سے اسے صحیح ثابت کرنے کی باغیانہ کوشش کرتا ہے بلکہ وہ توبہ و استغفار اور گریہ و زاری سے اپنے گناہ کی سیاہی دھونے میں لگ جاتا ہے۔

اگر آپ سے کوئی قصور ہو گیا ہے' کسی دوسرے پر زیادتی کی ہے یا اپنے نفس پر ہی ظلم کر بیٹھے ہیں تو ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ آپ ایمان سے محروم ہیں۔ گناہ میں مبتلا ہونا ایمان کے منافی نہیں۔ البتہ یہ ایمان کے منافی ہے کہ گناہ ہو جائے اور آدمی کو اپنا

Marfat.com

رب یاد نہ آئے۔ اس کی آنکھ نہ کھلے' اسے تنبیہہ نہ ہو' وہ اپنے گناہ پر اصرار کرے اور خود کو جذبات کے حوالے کر کے گناہ کی دلدل ہی میں پڑا رہے۔ غلطی کے بعد اگر آپ چوکنے ہو جاتے ہیں' آپ کو صاف نظر آنے لگتا ہے کہ آپ کے لیے صحیح طرز عمل کیا ہے' توبہ واستغفار کی توفیق ہو جاتی ہے تو سمجھئے آپ ایمان کی دولت سے مالا مال ہیں۔ آپ انھی مومنوں' متقیوں اور محسنوں کی راہ پر ہیں جن کا خدا نے تعارف کرایا ہے۔ خدا کی ذات سے مایوس ہونا ہرگز مومن کی شان نہیں ——— بار بار پھسل کر جو سنبھلتا ہے' بار بار گر کر جو اٹھتا ہے' اس کا شمار خدا کے انھی بندوں میں ہے جن کو خدا نے اپنا محبوب کہا ہے۔ یاد رکھئے آپ کا رب بے پایاں بخشش کرنے والا اور بے انتہا مہربان ہے۔ اس کا خطاب آپ ہی سے ہے۔ سنئے اور گوش و ہوش سے سنئے:

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر ۳۹: ۵۳)

اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا' بلاشبہ وہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے' وہ تو غفور و رحیم ہے۔

مگر ان تصریحات کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ اپنے نفس کو ڈھیل دینے لگیں۔ غلط طرز عمل اختیار کرتے ہوئے ان آیات کا سہارا لینے لگیں۔ اور اپنی کوتاہیوں پر اطمینان کی سانس لینے کی عادت ڈالنے لگیں' جی نہیں' مومن کبھی اس طرح نہیں سوچتا۔ در اصل ان تصریحات کی حکمت یہ ہے کہ بندہ زندگی کے کسی مرحلے میں بھی مایوس نہ ہو' کبھی کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو ہاتھ پیر نہ چھوڑ بیٹھے۔ گناہوں کی دلدل سے نکلنے کے لیے یہ یقین ضروری ہے کہ ان گنت بار بھٹکنے اور بڑے سے بڑے گناہ میں مبتلا ہونے کے بعد بھی بندہ جب خدا کی طرف پلٹتا ہے' تو وہ

Marfat.com

آغوش رحمت کو اپنے لیے کھلا پاتا ہے۔

سوچنے کا پہلو یہ ہے کہ گناہ کے بعد کی جس کیفیت کو قرآن پاک نے مومن کی خوبی بتایا ہے وہ خوبی کس حد تک آپ کو حاصل ہے --- حاصل ہے تو اس کے حفاظت کیجئے، کمی ہے تو اسے بڑھانے کی فکر کیجئے اور نہیں ہے تو اسے پیدا کرنے کے لیے اپنے ایمان کا جائزہ لیجئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عینیہ بن حصنؓ فاروقِ اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذرا تلخ لہجے میں کہا "او خطاب کے بیٹے! تم ہمیں نہ خاطر خواہ کثیر مال و دولت دیتے ہو اور نہ ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہو"۔ یہ سنتے ہی فاروق اعظمؓ کا غصہ بھڑک اٹھا، اور اندیشہ ہو گیا تھا کہ وہ عینیہؓ پر جھپٹ ہی پڑیں گے۔ یہ دیکھ کر حصن کے بھتیجے حر نے کہا "امیر المومنین! خدا نے اپنے رسولؐ سے کہا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف ۷: ۱۹۹)

معافی اور درگزر کا رویہ اختیار کرو۔ اچھائی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ آیت سنتے ہی یکا یک رک گئے، انھوں نے پھر بال برابر زیادتی نہ کی۔ بے شک حضرت عمرؓ خدا کی کتاب کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے تھے۔ (بخاری)

قرآن نے جن مومنوں کا تعارف کرایا ہے، انھی میں ایک اعلیٰ کردار یہ ہے جس کی ایک جھلک حضرت عباسؓ نے آپ کے سامنے پیش کی اور دورِ سعادت کے ان مومنوں کی سیرت پڑھیئے تو آپ کو ایسے ہی کردار نظر آئیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

Marfat.com

اپنے ضمیر سے جواب لیجیے

حیرت ہے، آپ کو اپنی عظمت و رفعت کا احساس کیوں نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے کہ آپ کی عظمت و رفعت تاریخ کے گم شدہ اوراق ہیں یا دور ماضی کی بھولی بسری داستان ہے۔ آپ کو کونین کی دولت حاصل ہے۔ وہ دولت جس کے مقابلے میں ہر دولت ہیچ ہے۔ جی نہیں، بلکہ اس دولت سے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی متاع کا مقابلہ بھی اس کی توہین اور فکر و دانش کے ساتھ ظلم ہے۔ آپ کیوں بھول رہے ہیں کہ آپ کو عشق رسولؐ کی عظیم دولت حاصل ہے۔ آپ کے دل میں محبت رسولؐ کی شمع فروزاں ہے۔ عشق رسولؐ ایمان کی علامت ہی نہیں اصل ایمان ہے، ایمان کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ دونوں جہان کی نعمت۔ اور آپ کا سینہ اس سرمایہ کا مخزن ہے جسے خدا کے رسولؐ نے ایمان کہا ہے۔

ایمان کا اصل سرچشمہ خدا کی ذات ہے، اور اس وقت روئے زمین پر خدا کی معرفت اور اس پر ایمان کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس، آپؐ سے تعلق دراصل خدا سے تعلق ہے اور آپؐ کے تعلق سے محرومی دراصل خدا کے تعلق سے محرومی ہے۔ خدا کا بننے کے لیے ناگزیر ہے کہ آپ محمدؐ کے بن جائیں۔ خدا پر ایمان کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

Marfat.com

ایمان لائیں' اور ایمان کی تکمیل اسی وقت ہو گی جب عشق رسولؐ سے آپ کا سینہ سرشار ہو اور آپ کے دل میں رسولؐ کی محبت ہر چیز سے زیادہ اور ہر چیز پر غالب ہو۔ خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ' اس کے بیٹے اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت عبداللہ بن ہشامؓ ایک بار کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپؐ اپنے ہاتھ میں عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمرؓ نے آپؐ سے کہا' یا رسول اللہؐ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں' مگر اپنی جان سے نہیں۔ آپؐ نے فرمایا' نہیں عمرؓ! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم مومن تو اسی وقت ہو گے جب میری محبت تمہارے دل میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گی۔ یہ سنتے ہی عمرؓ نے کہا' یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم اس لمحے سے آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں عمر! اب ہوئے تم مومن کامل۔

دراصل ایمان یہی ہے کہ دل میں عشق رسولؐ کی آگ فروزاں ہو' جو سینہ اس آگ سے ٹھنڈا ہے اسے خدا سے کوئی سروکار نہیں' اور وہ ایمان سے محروم ہے۔ خدا کی رضا پانے کی بس یہی ایک سبیل ہے کہ آپ کا دل عشق رسولؐ کی تپش سے گرمائے' اور رسولؐ کا تعلق آپ کو ہر تعلق سے زیادہ عزیز ہو۔

Marfat.com

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باد نہ رسیدی تمام بولہبی ست

(مصطفیٰ سے تعلق جوڑو کہ دین سرتا سریہی ہے کہ اگر تم رسول تک نہ پہنچے تو پھر جو کچھ ہے' وہ دین نہیں بولہبی اور گمراہی ہے)۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کو عشق رسولؐ کی دولت حاصل ہے اور آپ کو اپنی اس سعادت پر فخر بھی ہے۔ بیشک یہ بہت بڑی دولت ہے' بہت بڑی سعادت ہے اور اس پر فخر بالکل بجا ہے۔ لیکن میرا احساس یہ ہے کہ آپ کو اس کی عظمت و رفعت کا صحیح شعور نہیں ہے۔ آپ کو وہ کچھ حاصل ہے جو اس روئے زمین پر کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آپ کے پاس وہ سرمایہ ہے جو کسی کو میسر نہیں' پھر آپ آخر مایوسی' احساس کہتری' مسکنت اور حقارت کا شکار کیوں ہیں؟ اگر آپ کا یہ احساس بیدار ہو کہ آپ کو بیش بہا نعمت حاصل ہے تو کبھی آپ مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ کبھی آپ یہ نہ سوچیں کہ آج کی زندگی میں آپ کے لیے کچھ نہیں ہے اور آپ خالی ہاتھ ہیں۔ اس دولت و عظمت کا احساس جس حد تک بیدار ہوتا جائے گا۔ آپ کی زندگی میں اس کے اثرات نمایاں ہوتے جائیں گے۔ یہ احساس آپ کو آپ کے مقام یاد دلائے گا' اور آپ کو بے چین رکھے گا کہ جو دعویٰ آپ نے کیا ہے اس کا ثبوت دیجئے۔ جس دولت پر آپ کو فخر ہے اور جسے آپ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ قیمتی سمجھتے ہیں' اپنی زندگی سے اس کی قدر و قیمت کا اظہار کیجئے --- یہ احساس جوں جوں جاندار ہوتا جائے گا' آپ کے دعوے اور عملی زندگی کے درمیان کا فاصلہ کم ہوتا جائے گا' اور پھر سماج میں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ اسی دولت و عظمت سے آپ پہچانے جائیں' اسی سے سماج میں آپ کا مقام و مرتبہ متعین ہو' اور اسی کی نسبت سے لوگ آپ پر رشک کی نگاہیں ڈالیں۔

Marfat.com

عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے کے لیے خدا نے ایک لائحہ عمل دیا ہے۔ یہ لائحہ عمل ہے تو چند لفظوں میں مگر ایسا دشوار اور مشکل کہ زندگی بھر اس پر سرگرم عمل رہنے پر بھی حق یہی ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ لائحہ عمل رہتی زندگی تک کے واسطے ان سب لوگوں کے لیے ایک کسوٹی بھی ہے' جو عشق رسولؐ کا دعویٰ کریں۔ اس لائحہ عمل کو ذہن میں تازہ کیجئے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب ۳۳:۲۱)

رسولؐ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

میں چند سوالات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ ان کے جوابات اپنے ضمیر سے حاصل کیجئے اور پھر انہی کی روشنی میں سوچئے کہ آپ اپنے دعوے میں کس حد تک صادق ہیں۔ عشق رسولؐ کی دولت پر فخر کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں اور اس لائحہ عمل پر کس حد تک سرگرم عمل ہے۔

۱۔ رسول خداؐ نے آپ کی خاطر جو لرزہ خیز دکھ اٹھائے' ان کو یاد کر کے کتنی بار آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے ہیں؟

۲۔ رسولؐ کو یاد کر کے کتنی بار پیار کے جذبات سے سرشار ہو کر آپ نے بے اختیار دل کی گہرائیوں سے درود و سلام پڑھا ہے؟

۳۔ رسولؐ کے حالات جاننے کے لیے آپ کس حد تک بے چین رہتے ہیں اور سیرت پاک کے مطالعے کا کس حد تک اہتمام کرتے۔ اور کتنا وقت اس پر صرف کرتے ہیں؟

۴۔ رسولؐ کی یاد نے کتنی بار آپ کو تڑپایا۔ اور کتنی بار آپ کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ آپ روضہ اقدس پر حاضری دیں؟

۵۔ آپ کی ذاتی مصروفیات' آپ کے اخلاق و کردار' آپ کی رفتار و گفتار میں

Marfat.com

سیرت رسولؐ کی کس قدر جھلک ہے؟

۶۔ آپ کی گھریلو زندگی کس حد تک ان احکام کے مطابق ہے، جو رسولؐ سے آپ کو اس سلسلے میں ملے ہیں؟

۷۔ اگر خدا نے آپ کو علم و دانش، تحریر، اور دولت و ثروت سے نوازا ہے تو آپ کی یہ قوت و صلاحیت اور یہ وسائل و ذرائع کس حد تک دین کی اشاعت و اقامت اور ملت کی فلاح و بہبود میں کام آرہے ہیں؟

۸۔ آپ اپنے سماج اور سوسائٹی کو تعلیمات رسولؐ کی خیر و برکت سے مالا مال کرنے کے لیے کیا کچھ کر رہے ہیں؟

۹۔ اگر آپ نوجوان ہیں تو جوانی کی امنگیں کیا ہیں، اور آپ کا گرم خون کس حد تک اس باغ کو سینچنے کے کام آرہا ہے، جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا؟

۱۰۔ اگر آپ خاتون ہیں تو اپنے دائرہ کار میں دین کی اشاعت اور سنت کا شوق ابھارنے کے لیے آپ کے پروگرام کیا ہیں؟

۱۱۔ خدا نے آپ کو اولاد کی جو بے بہا نعمت دی ہے، ان کو اسلام کے مطابق پروان چڑھانے اور اسلام کا فداکار بنانے کے لیے کیا کر رہی ہیں؟

۱۲۔ دنیا کی زندگی میں قدم قدم پر آپ کے سامنے یہ موڑ آتا ہے کہ رسولؐ کا منشاء کچھ اور ہے اور دنیا کا منشاء کچھ اور، ایسے موقع پر آپ کا فیصلہ کیا ہوتا ہے؟

۱۳۔ کتنی بار اس فکر نے آپ کے سکون کو برباد کر دیا ہے اور آپ بے چین ہو گئے ہیں کہ کل حشر کے میدان میں حضورؐ کا سامنا ہو گا --- میرا قول و عمل ایسا نہ ہو کہ آپؐ مجھ سے خفا ہو کر رخ پھیر لیں؟

۱۴۔ کتنی بار اس آرزو نے آپ کو مضطرب کیا ہے کہ دوسری زندگی میں آپ کو رسول پاکؐ کی معیت اور رفاقت حاصل ہو؟

Marfat.com

یہ چند سوالات ہیں۔ تنہائی کی گھڑیوں میں ان کا جواب اپنے ضمیر سے لیجیے۔ اور پھر دوسروں کو مطمئن کرنے کی فکر سے بے نیاز ہو کر خود کو ہی مطمئن کرنے کی فکر میں لگ جائیے۔ دوسروں کو اطمینان دلانے کے غم میں ہرگز وقت ضائع نہ کیجیے۔

آپ کے جذبات کو گرمانے کے لیے میں سیرت کے ضخیم ذخیرے سے ان لوگوں کی زندگیوں کی دو چار جھلکیاں پیش کرتا ہوں، جنھیں عشق رسولؐ کے دعوے کا پاس تھا اور جن کا عشق ان کے قلب کو گرماتا اور ان کی روح کو تڑپاتا رہتا تھا۔

○ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا، جمعرات کا دن، اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا۔اس کے بعد آپؓ زار و قطار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے پوچھا، جمعرات کا دن کیا؟ فرمایا اسی دن آپؐ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی تھی۔

○ ایک بار عمر فاروقؓ کاشانہ نبوت میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ حضورؐ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور نیچے کوئی بستر نہیں ہے، جسم اطہر پر صرف ایک تہبند ہے۔ پہلو میں کھجور کی چٹائی سے بدھیاں پڑ گئی ہیں۔ گھر میں صرف ایک مٹھی بھر جو ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا "عمر! کیوں رو رہے ہو؟" عرض کی "کیسے نہ روؤں، آپؐ کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ ٹھاٹ کر رہے ہیں"۔ارشاد فرمایا "عمر! کیا تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہمارے لیے آخرت اور ان کے لیے دنیا ہو"۔

○ حضرت جابرؓ کے والد ماجد جب غزوہ احد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے تو اپنے بیٹے سے کہا "میرا خیال ہے مجھے ضرور شہادت نصیب ہو گی اور دیکھو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ تم میرا فرض ادا کرنا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا"۔

Marfat.com

○ حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا' آپ کو حضورؐ سے کتنی محبت تھی۔ ارشاد فرمایا "خدائے پاک کی قسم! حضورؐ ہم لوگوں کو اپنے مال ' اپنی جان' اپنی اولاد اور اپنی ماں سے اور جب پیاس سے دم نکل رہا ہو' اس حالت میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تھے"۔

○ ایک صحابیؓ بیمار پڑ گئے' رنگ زرد ہو گیا' اور نہایت ہی کمزور ہو گئے۔ حضورؐ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے --- بیماری کا حال پوچھا۔ تو کہنے لگے' یا رسول اللہؐ! کوئی بیماری نہیں ہے' بس ایک غم مجھے گھلا رہا ہے۔ آپؐ حیران ہوئے' پوچھا' بھائی! آخر کیا غم ہے؟ صحابی نے کہا "یا رسول اللہؐ! بس ایک ہی غم ہے۔ میں سوچتا ہوں جنت میں آپ کا جو بلند مقام ہو گا' وہاں تو کوئی دوسرا نبی بھی نہ پہنچ سکے گا۔ پھر ہم جیسے عام لوگوں کا گزر وہاں کیسے ہو سکے گا' اور جب جنت میں آپؐ کا ساتھ اور آپؐ کا دیدار ہی حاصل نہ ہو گا تو میں ایسی جنت میں جا کر کیا کروں گا --- بس یہی ایک غم ہے جس نے مجھے نڈھال کر رکھا ہے۔ حضورؐ کے چہرے پر خوشی کی چمک دوڑ گئی اور فرمایا "جنت میں تم میرے ساتھ رہو گے"۔

Marfat.com

بائیں جانب کا سرمایہ

سفر پر نکلے ہوئے آج دوسرا دن ہے۔ کل کا دن بھی سفر میں گزرا اور کل کی رات بھی، گاڑی مختلف اسٹیشنوں پر رکتی رکاتی برق رفتاری سے چل رہی ہے۔ مختلف مقامات آئے اور گزر گئے۔ کتنے لوگ گاڑی میں چڑھے اور اتر گئے۔ مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں، جوان بھی ہیں، بوڑھے بھی ہیں اور بچے بھی، صاف ستھرا لباس پہنے خوش سلیقہ لوگ بھی ہیں اور میلے کچیلے کپڑے پہنے معمولی لوگ بھی، طرح طرح کے لوگوں سے سابقہ ہے، میں انتہائی ہوشیار، چوکنا اور بیدار بیٹھا ہوں، کبھی کبھی اپنے تکیے پر کہنی ٹیک کر ذرا سہارا بھی لے لیتا ہوں، لیکن کیا مجال کہ ذرا غافل ہو جاؤں، ادھر ادھر دیکھ کر خاموشی سے میں کوٹ کی اندر والی جیب کو ٹٹولتا ہوں اور سینے کی داہنی جانب سے اطمینان کر کے پھر سکون سے بیٹھ جاتا ہوں، آس پاس بیٹھے ہوئے افراد باتوں میں مشغول ہیں۔ زمانے کی خرابی کے تذکرے ہیں، مہنگائی اور گرانی کا رونا ہے۔ خاندانی جھگڑوں کا ذکر ہے، کاروباری پریشانیوں کا حال ہے۔ میں بھی کبھی کبھی کسی بات میں حصہ لیتا ہوں۔ بعض اوقات سفر کے کچھ ساتھی میری طرف کچھ زیادہ متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن میری سرد مہری کو بھانپ کر وہ کچھ بجھ سے جاتے ہیں اور میں پھر نہایت ہوشیاری، حکمت اور خاموشی سے سینے کے داہنی جانب پر ہاتھ پھیر

Marfat.com

لیتا ہوں' ہاتھ پھیرتے ہوئے میرے چہرے پر ضرور اطمینان اور سکون کی لہر پھیل جاتی ہو گی۔ اس لیے کہ ہاتھ پھیرتے ہوئے میرے دل کو بڑا مسرت انگیز سکون حاصل ہو تا ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد مجھے پھر فکر ہوتی ہے۔ سکون کے آثار کچھ دھیمے ہونے لگتے ہیں اور کسی قدر فکر مندی کے ساتھ میرا ہاتھ پھر کوٹ کے اندر والی جیب پر سینے کی داہنی جانب پہنچ جاتا ہے اور میں اطمینان کی سانس لیتا ہوں۔ یہ حرکت میں بار بار کرتا ہوں۔ مگر ایک جہاں دیدہ تجربہ کار آدمی کی طرح نہایت ہوشیاری اور حکمت کے ساتھ۔ سب طرف نظر ڈال کر کہ کوئی تاڑ نہ سکے۔ رات بھی میں نے بڑی بیداری سے گزاری' نیند تو سولی پر بھی آتی ہے مگر میں غافل نہیں سویا۔ کچھ دیر سویا کچھ دیر اونگھا' مگر ہاتھ مستقل طور پر سینے پر رکھا رہا۔ ذرا کچھ کھٹکا ہوتا اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا۔ ممکن ہے میری اس فکر مندی' بیداری اور بے اطمینانی کو ساتھیوں نے بھانپ لیا ہو' مگر مجھے ان سے کیا مطلب' مجھے تو فکر مند' ہوشیار اور چوکنا رہنا ہی چاہیے --- سینے کے دائیں جانب والی اندرونی جیب ہی میں تو میرا سب کچھ ہے' سفر کا سہارا' کاروبار کی بنیاد' عزت کا ذریعہ ' اگر کسی سنگدل نے اڑا لیا تو... تصور ہی سے آنکھوں تلے اندھیرا آنے لگتا ہے --- خدا وہ گھڑی نہ لائے۔ آپ بھی تائید ہی کریں گے کہ مجھے چوکنا' فکر مند اور ہوشیار رہنا ہی چاہیے۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو یہاں سفر میں کون ساتھ دینے والا ہے اور سفر ہی میں کیا اپنے شہر میں بھی کون پوچھنے والا ہے!

یہی وہ چیز ہے جسے قرآن میں خیر کہا ہے' اپنا فضل کہا ہے اور قیام زندگی سے تعبیر کیا ہے۔ قیام یا قوام ہی تو ہر چیز کا بنیادی جز ہے۔ قوام نہ ہو تو کیا کوئی چیز بن سکتی ہے۔ اس سے لگاؤ بھلا کیوں نہ ہو گا۔ ایک مقام پر خدا نے انسان کی اس کمزوری کو اس طرح بیان کیا ہے --- اور یہ انسان "خیر" کی محبت میں بڑا سخت ہوتا ہے۔ آپ سمجھے

Marfat.com

خیر سے کیا مراد ہے۔ خیر سے مراد مال ہے' یعنی انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ مال سے شدید محبت کرتا ہے۔

اور کیوں نہ کرے' سارے کام اسی سے ملتے ہیں۔ اگر انسان مال کا پرستار نہ ہو تو مال سے محبت کوئی بری چیز بھی نہیں ہے' خدا کا انعام ہے اور خدا نے جو نعمت بھی دی ہے' اس کی حفاظت کرنی ہی چاہیے۔

مجھے اپنے سرمایہ کی حفاظت کے لیے فکر مند ہونا ہی چاہیے۔ ہشیار' سمجھدار اور عاقبت اندیش آدمی اپنے سرمایہ کی ہر ممکن حفاظت کرتا ہے --- اور میں نے ادھر ادھر دیکھ کر سینے کی داہنی جانب والی اندر کی جیب پر پھر ہاتھ پھیرا۔ خدا کا شکر ہے میرا سرمایہ محفوظ ہے۔ میں بتا نہیں سکتا کہ سرمایہ کو جیب میں موجود پا کر کیسی خوشی اور کیسا سکون حاصل ہوتا ہے --- ممکن ہے آپ کو بھی اس کا تجربہ ہو۔

میں بار بار یہ حرکت کر رہا تھا کہ ایک خیال آیا اور میں ایک دم سنجیدہ ہو گیا' فکر میں ڈوب گیا۔ میں نے سوچا' سینے کی بائیں جانب بھی تو میرا ایک سرمایہ ہے' اس سرمایہ سے کہیں زیادہ گراں قدر' ہمیشہ رہنے والا' اور ہمیشہ کام آنے والا سرمایہ۔ یہ مادی سرمایہ ضائع ہو جائے تو صرف یہی دنیا اندھیری ہو جاتی ہے مگر سینے کی بائیں جانب والا سرمایہ ضائع ہو جائے تو گویا سب کچھ لٹ گیا۔ یہ دنیا بھی اندھیری' قبر کی دنیا بھی اندھیری اور آخرت کی دنیا بھی اندھیری' پھر تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ میں اس عظیم سرمایہ کی قیمت پر سوچتا ہی چلا گیا۔ سوچتے سوچتے میرا دماغ تھک گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ عام انسانوں کے الفاظ و بیان میں یہ تاب و طاقت نہیں ہے کہ وہ اس زبردست سرمایہ کی قدر و عظمت بیان کر سکیں --- زبان نبوت ہی کو خدا نے یہ اعجاز بخشا ہے کہ وہ ہمیں اس بے مثال سرمائے کی قدر و قیمت کا احساس کرا سکے۔

ایک موقع پر رہبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور جہنم کا منظر پیش

Marfat.com

کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اس سے ہم اس انمول سرمائے کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں جو ہمارے سینے میں بائیں جانب دھڑکنے والے دل میں محفوظ ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے روز ایک دنیا پرست' ایمان سے محروم جہنمی شخص کو لایا جائے گا۔ جس نے دنیا کی زندگی انتہائی خوشحالی اور عیش و عشرت میں گزاری ہو گی۔ پھر اس کو جہنم میں' ڈال کر نکال لیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا' اے فرزند آدم! کیا تو نے کبھی اچھی حالت بھی دیکھی ہے۔ کیا کبھی تجھ پر عیش و عشرت کا دور بھی گزرا ہے۔ وہ کہے گا' اے میرے رب! تیری قسم' میں نے تو کبھی ایک گھڑی کا عیش بھی نہیں دیکھا ہے۔ پھر ایک صاحب ایمان شخص کو لایا جائے گا جس کی دنیوی زندگی سرتا سر دکھ' مصیبت' پریشانی اور تنگی میں گزری ہو گی --- اس کو جنت کی پر بہار فضا میں پہنچا کر واپس لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا --- اے فرزند آدم! کیا تو نے کبھی دکھ دیکھا ہے' کبھی کوئی تنگی اور مصیبت کا دور گزرا ہے؟ وہ کہے گا' اے میرے رب! تیری قسم' میں نے تو کبھی تنگی اور مصیبت نہیں دیکھی ہے۔ میری زندگی میں تو کبھی کوئی دکھ اور پریشانی کا دن نہیں آیا ہے"۔

زبان رسالتؐ کی اس ایمان افروز منظر کشی سے ہم اپنی اپنی بساط کے مطابق محسوس کر سکتے ہیں کہ ہمارے سینے میں کتنا عظیم سرمایہ محفوظ ہے۔ وہ سرمایہ جس کی بدولت خدا کے پسندیدہ بندوں کو وہ "جنت" ملنے والی ہے جس کی بے بہا نعمتوں کی ایک جھلک سے پوری زندگی دکھ اٹھانے والا دکھوں کا مارا بندہ بالکل بھول جائے گا کہ اس پر دکھ اور پریشانی کا کوئی دن بھی آیا ہے اور جس جنت سے محرومی اس قدر ہولناک ہو جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔ اللہ کی پناہ' جہنم کا ایک لمحہ زندگی بھر کے عیش و عشرت کو اس طرح بھلا دے گا کہ آدمی خدا کے حضور خدا کی قسم کھا کر کہے گا' پروردگار! میری زندگی میں تو کوئی ایک دن بھی عیش و آرام کا

Marfat.com

نہیں گزرا ہے' نہ میں نے کبھی ایک دن بھی آرام کا گزارا ہے۔

اللہ اکبر! کتنی بڑی دولت ہے ہمارے سینے میں' کیا نسبت ہے اس دولت میں اور اس دولت میں جو فنا ہونے والی ہے۔ مگر کتنی عبرتناک ہے یہ غفلت کہ فنا ہونے والی دولت کی حفاظت کے لیے میں کس قدر ہشیار' چوکنا' بیدار اور فکر مند ہوں' لیکن اس دولت کی حفاظت کی کوئی فکر نہیں --- مادی دولت کو لوٹنے والا نظر آتا ہے' اس کی حرکت کو تاڑا جا سکتا ہے' اس کی حرکتوں پر نظر رکھنے والے حکومت کے کارندے بھی اس کی گھات میں ہیں۔ لیکن دل کی اس دولت پر ڈاکہ ڈالنے والا نظر نہیں آتا' اس کی چالیں انتہائی باریک اور زمین دوز ہیں۔ اس عیار اور مکار کی سازشیں اکثر پکڑ میں نہیں آتیں' مادی دولت لٹ جائے تو صرف یہ دنیا تباہ ہو جاتی ہے۔ ایمان کی دولت لٹ جائے تو دونوں جہان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ کیا قیامت ہے کہ اس کی حفاظت کے لیے میں اس قدر فکر مند نہیں ہوں۔ آپ بھی اپنا جائزہ لیجیے۔ آپ کا کیا حال ہے؟ دوسروں سے بھی سوال کیجیے۔ ہو سکتا ہے کہ سوال و جواب کا یہ سلسلہ ہمارے اندر کچھ بیداری اور فکر مندی پیدا کر سکے' اور ہماری زندگی میں اس بے چینی اور اضطراب کی کوئی جھلک نمایاں ہو سکے' جو مطلوب بھی ہے اور محبوب بھی۔

Marfat.com

ایک تمنا جو زندگی کا حاصل ہے

سنجیدگی سے دل کو ٹٹولیے' کیا آپ کے دل میں یہ تمنا بھی ہے کہ آپ کا خدا آپ سے محبت کرنے لگے اور آپ کو اپنا محبوب بنالے؟ کیسی پاکیزہ ہے یہ تمنا اور کتنا اونچا ہے وہ انسان جس کے دل میں یہ تمنا ہو۔ خدا کی محبوبیت بندے کی معراج ہے۔ یہ تمنا زندگی کا حاصل ہے۔ زندگی کی ساری تمنائیں اس ایک تمنا پر قربان کی جا سکتی ہیں۔ جو خدا کا محبوب ہو گیا' اب اسے اور کیا چاہیے۔ اس سے بڑا مقام اور بڑی نعمت اور کون سی ہے جس کو حاصل کرنے کی وہ تمنا کرے۔ اس تمنا کے ہوتے ہوئے وہ آخر اور کیا تمنا کرے' اور کیوں کرے۔ خدا جو تمام کائنات کا رب ہے' تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے' جس کی چٹکی میں سب کچھ ہے۔ اس خدا کا محبوب بننے کی تمنا' تصور سے ہی دل کا ریشہ ریشہ روشن و مسرور ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو دل اس تمنا سے خالی ہے وہ دل نہیں ویران کھنڈر ہے۔ وہ اگر دھڑکتا ہے تو افسوس ہے اس کے دھڑکنے پر' دل تو حقیقت میں وہی دل ہے جو اس تمنا سے روشن اور آباد ہے۔ مگر بڑا فرق ہے وہم و خیال میں اور تمنا میں' بات وہم وخیال کی نہیں ہو رہی ہے۔ تمنا کی ہو رہی ہے' سچی تمنا کی۔

Marfat.com

سچی تمنا وہی ہے جو آدمی کو ہر وقت مضطرب اور بے قرار رکھے کہ وہ اسے پورا کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہے۔ اور کسی وقت بھی اپنے اس مقصد سے غافل نہ ہو' وہ تمنا نہیں محض وہم و خیال ہے جو آدمی کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو' اور آدمی کو اپنے مقصد کے لیے بیتاب نہ رکھے۔ خدا کا محبوب بننے کی تمنا واقعی آپ کے دل میں موجود ہے تو خود اپنے آپ سے پوچھئے کہ اس تمنا کو پورا کرنے کے لیے آپ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ جس سے آپ کے دل کو یہ اطمینان حاصل ہو کہ آپ واقعی خدا کے محبوب ہیں۔

قرآن وسنت کے مطالعے سے میں آپ کے سامنے دو عمل رکھ رہا ہوں' اگر آپ ان دو باتوں میں مخلص ہیں اور واقعی یہ دو کام کرنے میں لگے ہوئے ہیں تو خدا اور رسولؐ کی جانب سے آپ کے لیے بشارت ہے کہ آپ خدا کے محبوب اور خدا آپ سے محبت رکھتا ہے۔ان دو اعمال سے اپنی زندگی کو آراستہ کیجئے:

رسولؐ کی کامل اتباع سے اور اللہ والوں سے اللہ ہی کے لیے محبت سے۔

قرآن پاک میں خدا کا صاف صاف اعلان ہے کہ جو بندہ رسولؐ کی پیروی کر رہا ہے وہ خدا کا محبوب ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران ۳: ۳۱)

اے رسولؐ! کہہ دیجئے' اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔

یعنی خدا کا محبوب بننے کا ذریعہ یہ ہے کہ خدا کے رسولؐ کی کامل اتباع اور پیروی میں زندگی گزارے۔ آیت کا خطاب مومنوں سے ہے اور مومن وہی ہے جو خدا سے شدید محبت رکھے' اور یہ ایک قدرتی امر ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرے۔خدا سے محبت ایمان کی علامت

Marfat.com

بلکہ شہادت ہے اور محبت خدا کی کسوٹی اتباع رسولؐ ہے۔ اتباع رسولؐ اس حقیقت کی گواہی ہے کہ دل میں خدا کی محبت موجود ہے۔

پھر جس دل میں خدا کی محبت ہو گی وہ یقیناً چاہے گا کہ خدا بھی مجھ سے محبت کرے اور اس کا یقینی ذریعہ بھی یہی ہے کہ رسولؐ کی اتباع کی جائے --- رسولؐ کی پیروی خدا کی محبت کا تقاضا بھی ہے اور محب خدا بننے کا ذریعہ بھی۔

آیئے اب سنت رسولؐ سے بھی اس سلسلے میں اطمینان قلب کا سامان کریں۔

حضرت ابو ادریس خولانیؒ کہتے ہیں' ایک بار میں دمشق کی جامع مسجد میں گیا۔ جامع مسجد میں میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سفید سفید دانت موتی کی طرح چمک رہے ہیں۔ ان کے اردگرد بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپس میں کچھ مسائل پر بحث و گفتگو کر رہے ہیں اور جب ان میں باہم رایوں کا اختلاف ہوتا ہے اور کچھ طے نہیں ہو پاتا' تو یہ سب ان بزرگ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ بزرگ جو کچھ فرما دیتے ہیں' سب اسے قبول کر لیتے ہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا' یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا' یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ دوسرے دن میں ظہر کی نماز کے لیے مسجد میں کسی قدر اول وقت پہنچا۔ مگر میں نے دیکھا کہ حضرت معاذؓ مجھ سے پہلے ہی پہنچ چکے ہیں اور خدا کے حضور نماز میں مصروف ہیں۔ میں انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا' حضرت! خدا کی قسم میں آپ سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا' کیا کہا' اللہ کے لیے محبت رکھتے ہو؟ میں نے دوبارہ وہی بات کہی' واللہ! میں خدا کے لیے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ انھوں نے پھر فرمایا' کیا واقعی اللہ کے لیے مجھ سے محبت رکھتے ہو؟ میں نے پھر عرض کیا' بخدا میں اللہ کے لیے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔

Marfat.com

اب حضرت معاذؓ نے میری چادر پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا، تمہارے لیے بشارت ہے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

میں لازماً ان لوگوں سے محبت رکھتا ہوں جو محض میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، محض میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور محض میرے لیے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

خدا کا یہ ارشاد ہم تک خدا کے سچے رسولؐ کے ذریعے پہنچا ہے اور ان بزرگ صحابی کے واسطے سے جن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سردار دو جہاںؐ نے ارشاد فرمایا، معاذ! مجھے تم سے محبت ہے۔

حضرت معاذؓ نے دو مرتبہ حضرت ابو ادریس خولانیؒ سے تصدیق کی کہ کیا واقعی خدا ہی کے لیے تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور جب حضرت خولانیؒ نے خدا کو گواہ بنا کر دو مرتبہ کہا کہ ہاں میں خدا ہی کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں تو حضرت معاذؓ نے انھیں بشارت دی کہ تم خدا کے محبوب ہو اور خدا تم سے محبت کرتا ہے۔

اگر آپ کو اپنے پالنہار سے واقعی تعلق ہے اور آپ کے دل میں تمنا ہے کہ آپ کا رب آپ کو چاہنے لگے تو آپ اللہ والوں سے اللہ کی خاطر محبت کیجیے۔ اور بار بار اپنے دل کو ٹٹولیے کہ یہ محبت محض اللہ کے لیے ہے یا نہیں اور جب بار بار آپ کو یہی تصدیق ہو کہ اللہ والوں سے یہ محبت اللہ ہی کے لیے ہے تو آپ مسرور ہو جائیں کہ آپ کے لیے بھی وہی بشارت ہے جو حضرت معاذؓ نے حضرت ابو ادریس خولانیؒ کو دی تھی۔

''محبوبیت خدا'' پر پہنچنے کے یہ دو ذریعے، اتباع رسولؐ اور اللہ والوں سے اللہ ہی لیے محبت، وہ مستند اور یقینی ذریعے ہیں۔ جو خود خدا اور رسولؐ نے قرآن و

Marfat.com

سنت میں بتائے ہیں۔ یہ کسی انسان کے ذہن کی اپج یا پیداوار فکری نہیں ہے کہ ان کے بارے میں کوئی شک اور تردد ہو۔ ان کے علاوہ وہ سارے ذرائع خواہ کتنے ہی خوش نما نظر آئیں ہرگز توجہ دینے کے قابل نہیں ہیں جنھیں خدا اور رسولؐ کی سند حاصل نہیں ہے۔ خدا اپنے بندوں کو جو کچھ بتانا چاہتا تھا وہ سب اس نے اپنے رسول برحق کے ذریعے بتا دیا اور رسول نے ٹھیک ٹھیک اس امت کو سب کچھ پہنچا دیا، کر کے دکھایا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھی۔

اگر آپ کے سینے میں اپنی تمنا پوری کرنے کے لیے واقعی کوئی اضطراب ہے تو کسی طرف بھٹکنے اور بہکنے کی ضرورت نہیں، اطمینان کے ساتھ خدا اور رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کیجئے۔ خدا گواہ ہے کہ آپ کی تمنا ضرور پوری ہو گی۔

Marfat.com

مالک ہی کو پکاریے

ایک بزرگ نے اپنے شاگرد سے پوچھا،

"عزیز من ! اگر تمہارا ازلی دشمن تمہیں ورغلانے لگے اور گناہ کو لذیذ اور حسین بنا کر تمہارے سامنے پیش کرنے لگے تو تم کیا کرو گے؟"

"میں پوری قوت سے اس دشمن کا مقابلہ کروں گا" نوجوان شاگرد نے جواب دیا۔

بزرگ استاد سے پھر سوال کیا "اور اگر وہ تمہیں دوبارہ ورغلانے اور پھانسنے کی کوشش کرے تو کیا کرو گے؟"

تازہ دم شاگرد نے جواب دیا "میں پھر بھی اس سے مقابلہ کروں گا" اور اسے زیر کر کے دم لوں گا۔

دور اندیش استاد نے کہا "عزیز من ! یہ کشاکش تو بڑی سخت اور طویل ہے جس کا حوصلہ کر رہے ہو۔ نہیں کہا جا سکتا کہ نتیجہ کیا رہے"۔

پھر تجربہ کار استاد نے ذرا رخ بدل کر ایک اور سوال کیا" اچھا یہ بتاؤ اگر بکریوں کے کسی ریوڑ کے پاس سے تمہارا گزر ہو، اور بکریوں کا رکھوالا کتا تمہارے اوپر بھونکنے لگے اور تمہارا راستہ روکنے لگے تو تم کیا کرو گے؟"

Marfat.com

میں جرات کے ساتھ کتے کو ماروں گا اور اسے اپنے سے ہٹانے میں پوری قوت لگا دوں گا" حوصلہ مند شاگرد نے جواب دیا۔ یہ سن کر بزرگ استاد نے ذرا لفظوں کو کھینچ کھینچ کر کہا ---"مگر بھائی یہ مقابلہ ہے بڑا سخت اور مشقت انگیز۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سنگین آزمائش کا نتیجہ کیا ہو"۔

اور پھر شاگرد کو نہایت دل سوزی اور تاثر کے ساتھ سمجھاتے ہوئے کہا" کتنا اچھا ہو کہ تم کتے سے الجھو ہی نہیں۔ اسے یونہی بھونکنے دو۔ اور تم بکریوں کے مالک کو مدد کے لیے پکارو۔ مالک کے متوجہ ہوتے ہی کتا خاموش ہو جائے گا۔ مالک ہی کتے کے شر سے تمہیں بچائے گا"۔

یہ بزرگ کون تھے ۔ نام تو ان کا علامہ ابن جوزی کو بھی نہیں معلوم ورنہ وہ ضرور لکھتے ۔ نام سے ہمیں مطلب بھی کیا۔ ہمیں تو مطلب ان کی اس نصیحت سے ہے۔ کیسی بصیرت افروز اور حکیمانہ نصیحت ہے ---"بکریوں کے مالک ہی کو مدد کے لیے پکارو ۔ مالک کے متوجہ ہوتے ہی کتا خاموش ہو جائے گا۔ مالک ہی تمہیں کتے کے شر سے بچائے گا"۔ جس قدر غور کریں گے اس نصیحت کی حکمت اور صداقت پر اطمینان بڑھتا ہی جائے گا۔

شیطان اپنی ذریت کے ساتھ ہر ہر میدان میں مومن کا راستہ روک رہا ہے۔ ہر موڑ پر وہ حملہ آور ہے اور بھونک رہا ہے۔ اس کے تابڑ توڑ حملے ہر وقت جاری ہیں۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں آتا کہ یہ بیدار دشمن اونگھ جائے۔ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا' حضرت ! کیا شیطان سوتا بھی ہے؟ حضرت نے فرمایا" اگر شیطان کو نیند آتی تو ہمیں بڑی راحت ملتی"۔ حیرت ہے کہ یہ ناگ صفت دشمن اس قدر چوکنا ہے۔

اس عیار' بیدار' ذہین اور فتنہ انگیز دشمن کے سنگین حملوں سے بچنے کا طریقہ

Marfat.com

یہ نہیں ہے کہ آپ اس سے اور اس کی ذریت سے زور آزمائی میں اپنا بہترین وقت وقوت و صلاحیت ضائع کرنے لگیں۔ اور اپنے بل بوتے پر اس کے پیادے اور سوار لشکر کو پسپا کرنے کا حوصلہ کرنے لگیں --- ایسی کشاکش میں ہر وقت اور ہر مرحلے پر یہ اندیشہ ہے کہ یہ مکار ازلی دشمن آپ پر قابو پالے' آپ کو بے بس کر دے اور ذرا آگے نہ بڑھنے دے۔ اس سے بازی لے جانے کی ایک ہی کارگر اور صحیح تدبیر ہے کہ مالک کو مدد کے لیے پکاریں۔ وہ تدبیریں کریں جن سے مالک ہماری جانب متوجہ ہو' وہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے' جن کے بارے میں خود اس نے شیطان کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان پر تیرا قابو نہیں چلے گا۔

واستفزز من استطعت منهم بصوتک واجلب علیهم بخیلک و رجلک وشارکهم فی الاموال والاولاد وعدهم وما یعدهم الشیطن الا غرورا○ ان عبادی لیس لک علیهم سلطن وکفی بربک وکیلا○ (الاسراء ۱۷: ۶۴ - ۶۵)

تو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے' پھسلا لے۔ ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا' مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا۔ اور ان کو اپنے وعدوں کے جال میں پھانس۔ اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں --- یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار اور قابو حاصل نہ ہو گا اور توکل کے لیے آپ کا رب کافی ہے۔

شیطان کے نرغے میں آپ کیا' ہم میں سے ہر ایک ہے اور ہر وقت ہے۔ اس کی حیرت انگیز مکاریوں کو رونا بے سود ہے۔ اس کی بے بس کر دینے والی سازشوں کے تذکرے لاحاصل ہیں۔ اسے لعنت ملامت کرنے کا بھی کوئی فائدہ

Marfat.com

نہیں۔ اس سے الجھنا بے کار ہی نہیں بلکہ اپنے بہترین وقت اور قوت و صلاحیت کا ضیاع ہے۔ اس ازلی دشمن کو شرم ناک شکست دینے اور ذلیل کرنے کی صحیح تدبیر ہے کہ آپ مالک کو اپنی مدد کے لیے پکاریں۔ سب کچھ اسی کی چٹکی میں ہے۔ اس کو آپ نے اپنی طرف متوجہ کر لیا تو شیطان کی پوری ذریت اپنے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ مالک کی پناہ میں آنے کے بعد کس کی یہ ہمت ہے کہ آپ کو نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

شیطان پر آپ کا برسنا بجا ہے۔ وہ یقیناً لعنت بھیجنے ہی کے قابل ہے۔ لیکن صرف لعنت ملامت سے تو آپ اس کی سازشوں سے نہیں بچ سکتے۔ اگر واقعی آپ سنجیدہ ہیں کہ آپ اس سے بازی لے جائیں اور اسے شرمناک شکست دے دیں تو خود اس کی زندگی سے سبق لیجیے۔ اس کی زندگی کا بھی ایک پہلو تو واقعی اس لائق ہے کہ اس سے سبق لینا چاہیے۔ وہ یہ کہ اسے اپنے نصب العین سے سچا پیار ہے۔ وہ اپنے نصب العین سے شب کسی گھڑی میں غافل نہیں ہوتا' وہ ہر وقت چوکنا' تازہ دم اور مسلح رہتا ہے۔ اس کی معاندانہ پالیسی وقتی اور ہنگامی نہیں ہوتی' اس دشمن خدا نے اپنے کو چیلنج کرتے کہا تھا:

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ (ص ۳۸ : ۸۲)

تیری عزت کی قسم' میں ان سب کو گمراہ کر کے ہی دم لوں گا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب خدا نے غضبناک ہو کر اس مردود کو نکال دیا تھا' اور اس گھڑی سے برابر یہ اپنے کام میں سرگرم ہے۔ اس کا سازشی ذہن ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ اسے ایک ہی دھن ہے کہ اپنے نصب العین کو پورا کر کے دکھائے۔ کیا مجال کہ کسی ایک لمحے کے لیے بھی اس کے ذہن میں کسی نیک خیال کی لہر آسکے۔ اسے انسان سے ازلی خار ہے۔ وہ انسان کو اپنی راہ سے

Marfat.com

ہٹانے اور ذلیل کرنے کی وہ وہ سازشیں کرتا ہے کہ بے اختیار اس کی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ یہ بعض اوقات انسان پر وہاں سے وار کرتا ہے جہاں تک کبھی کبھی انسان کی نگاہ بھی نہیں جاتی' یہ لعین ہمہ وقت اسی دھن میں رہتا ہے' کہ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے اپنے شکار کو گھیروں اور کسی طرف سے نکلنے نہ دوں۔ حضرت حسن بن صالحؒ فرماتے ہیں' شیطان آدمی کو پھانسنے کے لیے ننانوے دروازے کھولتا ہے' جس سے ایک برائی کا دروازہ کھولنا اس کا مقصود ہوتا ہے۔(تلبیس ابلیس' علامہ ابن جوزی)

اس کی اسی سرگرمی' زبردست ذہانت' دھن اور مقصد سے بے پناہ عشق کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے اپنے منصوبے اور پروگرام کو پورا کرنے کے لیے ان انسانوں میں سے بھی افراد حاصل کر لیے ہیں جو بظاہر شیطان کو اپنا دشمن کہتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر ان کی سازشیں کسی طرح شیطان سے کم تباہ کن نہیں ہیں۔

ایسے ہوشیار اور دھن کے پکے دشمن کو زیر کرنے اور اس کی تباہ کن سازشوں سے بچنے کے لیے آپ کے پاس ایک ہی صحیح اور کارگر تدبیر ہے کہ آپ مالک حقیقی کو پکاریں ' اس کو اپنی طرف متوجہ کریں' اس کی پناہ میں آجائیں اور اس سے ایسا تعلق پیدا کرلیں کہ وہ آپ کو اپنے بندوں میں شمار کرنے لگے۔ پھر یہ دشمن کسی بھی جہت سے آپ پر حملہ کرے اس کا کوئی وار کارگر نہیں ہو سکتا۔ اب یہ آپ کے سوچنے کی بات ہے کہ آپ مالک حقیقی کو پکارنے' اس سے اپنا تعلق جوڑنے اور اس کو اپنے حال پر متوجہ کرنے میں کس قدر اخلاص' یکسوئی' تندہی اور دل بستگی کے ساتھ سرگرم ہیں۔

آپ کو گمراہ کرنا جس دشمن کا نصب العین ہے۔ اس کی سرگرمی' انہماک اور دھن کا حال آپ کے سامنے ہے' اسی سے کچھ سبق حاصل کیجئے۔ ایسے جاندار

Marfat.com

دشمن کی ہلاکت خیز یلغار سے بچنے اور اسے بے بس کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنے مالک کی مدد حاصل کرنے کے لیے کچھ ایسی ہی سرگرمی' انہماک اور دھن سے کام لیں' انشاء اللہ میدان آپ ہی کے ہاتھ رہے گا۔

Marfat.com

سماجی اصلاح کا گر

اختلافات، کشیدگی، نفرت، بیزاری، غیبت، الزام تراشی، سخت کلامی اور لڑائی جھگڑے کہاں نہیں ہوتے۔ چند انسان جب ساتھ رہتے بستے ہیں تو ان میں ٹکراؤ ہونا ہی ہے۔ آپ بھی انسان ہیں۔ انسانوں ہی کے درمیان رہتے ہیں۔ اور ہر طرح کے گھریلو، خاندانی اور معاشرتی تعلقات میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کسی سے رشتہ داری کے تعلقات ہیں، کسی سے پڑوس کے روابط ہیں، کسی سے کاروبار اور لین دین کے معاملات ہیں۔ انھی تعلقات اور معاملات کا نام سماجی زندگی ہے۔ آپ جس سماج میں رہتے ہیں۔ وہاں کچھ لوگ اگر آپ سے خلوص و محبت اور تعلق کا اظہار کرتے ہیں، تو کچھ لوگ ناخوش اور بیزار بھی ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے گھر، خاندان اور سماج کے سارے ہی لوگ آپ سے خوش اور مطمئن رہیں۔ باہمی اختلافات، کشیدگی، کشاکش اور لڑائی جھگڑے ہر خاندان اور ہر سماج میں ہوتے ہیں، اور آپ بھی کسی خاندان اور سماج کے فرد ہیں۔

ہر انسان ایک طبعی اور اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہے۔ آپ بھی اس کمزوری کا شکار ہیں، اور یہی کمزوری سماج کے ان تمام فسادات کی جڑ ہے۔ ہر انسان اپنا حق لینے میں انتہائی حریص اور دوسرے کا حق دینے میں انتہائی بخیل ہے۔ اور یہی بخل

Marfat.com

اور حرص انسان کی وہ سب سے بڑی کمزوری ہے جس سے سماج میں ہر طرح کی کشاکش، کشیدگی اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔

انسانی زندگی بہت سے تعلقات میں جکڑی ہوئی ہے۔ آپ کسی کے بھائی ہیں، کسی کے باپ ہیں، کسی کے بیٹے ہیں، کسی کے استاد ہیں، کسی کے شاگرد ہیں، کسی کے چھوٹے اور کسی کے بڑے ہیں، اور ان رشتوں اور مرتبوں کے لحاظ سے کچھ حقوق دوسروں کے آپ پر ہیں، اور کچھ حقوق آپ کے دوسروں پر ہیں۔ جو حقوق دوسروں کے آپ پر ہیں وہ آپ کے فرائض ہیں اور دوسروں پر آپ کے جو حقوق ہیں، وہ ان کے فرائض ہیں --- اور انسان کی کمزوری یہ ہے کہ وہ فرائض کی ادائیگی میں تو کوتاہ اور بخیل ہے، لیکن حقوق کے مطالبے میں نہایت تیز اور حریص ہے۔

یہی حال مالی لین دین اور معاملات کا ہے، کسی سے کچھ آپ لیتے ہیں، کسی کو آپ کچھ دیتے ہیں۔ کسی سے آپ کچھ خریدتے ہیں، اور کسی کے ہاتھ کچھ بیچتے ہیں، کوئی آپ کا مقروض ہے، کسی کے آپ مقروض ہیں۔ کوئی آپ کا ملازم ہے، کسی کے آپ ملازم ہیں۔ کسی سے آپ کا کچھ مطالبہ ہے کسی کا آپ سے کچھ مطالبہ ہے، کوئی آپ کا حاجت مند ہے، کسی سے آپ کی ضرورت وابستہ ہے۔ ان سارے معاملات میں بھی انسان ہر ہر مرحلے پر اسی اخلاقی کمزوری کا شکار رہتا ہے، اپنے لیے "کچھ زیادہ" اور دوسرے کے لیے "کچھ کم" اسی پر یہ معاملات کی بنیاد رکھتا ہے۔

اپنا حق جتانے، سمجھانے اور وصول کرنے میں آپ نہایت ذہین، باریک بیں، چرب زبان ہوتے ہیں، بار بار انصاف کی دہائی دیتے ہیں، اور ہر ہر پہلو سے اپنے معاملے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلائل فراہم کرنے میں زبردست ذہانت کا

Marfat.com

ثبوت دیتے ہیں۔ لیکن دوسرے کا حق تسلیم کرنے میں آپ کی ذہنی و فکری قوتیں کچھ مضمحل سی ہو جاتی ہیں اور آپ ذہین ہوتے ہوئے بھی کچھ غبی سے بن جاتے ہیں۔ پھر آپ کا مقابل بھی پوری قوت سے اسی ذہن و فکر کا مظاہرہ کرتا ہے' وہ بھی اپنا حق سمجھانے' دوسروں کو مطمئن کرنے اور اپنے کو حق بجانب ٹھہرانے میں زبان و بیان کی بہترین قوتیں کام میں لاتا ہے۔ ذہانت و بصیرت کے کمالات دکھاتا ہے۔ دونوں فریق اپنے لیے کچھ زیادہ اور دوسرے کے لیے کچھ کم' حق وصول کرنے میں "حرص" اور حق دینے میں "بخل" کی کمزوری کا بری طرح شکار ہوتے ہیں --- پھر ہر شخص جب اپنے معاملے پر غور کرتا ہے تو اس کی نظر' اس کی فکر' اس کی زبان' اس کے جذبات' اس کے احساسات' اس کا دل' اس کا دماغ' ہر چیز اس کو حق بجانب ثابت کرنے میں اس کے ساتھ بہترین تعاون کرتے ہیں' اور وہ انصاف کا خون کرتے ہوئے بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ بہترین انصاف کر رہا ہے۔

بندگان خدا کے حقوق کا شعور' خدائے علیم و خبیر اور حاضر و ناظر کے سامنے جواب دہی کا

یقین اگر موجود ہو مگر زندہ اور شعوری یقین
میراث میں ملا ہوا بے جان یقین نہیں

تو آدمی اکثر و بیشتر اپنی اس کمزوری پر قابو پاتا رہتا ہے --- ایسا تو زندگی کے کسی مرحلے میں نہیں ہوتا کہ آدمی کے اندر سے یہ کمزوری بالکل ناپید ہو جائے اور وہ اطمینان کی سانس لے کہ میں اس کمزوری سے بالکل ہی پاک ہو گیا۔ دنیا آزمائش کی جگہ ہے۔ کمزوریوں پر قابو پانا اور پاتے رہنا زندگی بھر کا کام ہے۔ یہ کام کسی وقت ختم نہیں ہوتا۔ کمزوریاں دب جاتی ہیں۔ مسلسل تربیت' توجہ اور

Marfat.com

کوشش سے دبی رہتی ہیں لیکن بار بار سر اٹھاتی ہیں، اور بار بار آدمی ان میں مبتلا ہوتا ہے، اور اچھا خاصا نیک، دیندار اور اخلاقی حیثیت سے قابل اعتماد شخص بھی معاملات میں کبھی کبھی اس کمزوری سے شکست کھاتا نظر آتا ہے۔ اسے توجہ دلائی جائے تو کبھی کبھی وہ اعتراف بھی کرلیتا ہے اور اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے اور یہی ایک بندے کا اخلاقی کمال ہے۔

لیکن جن لوگوں کے دل خدا کے حضور حاضری کے یقین سے محروم ہیں یا ان کا یہ یقین بے جان ہوگیا ہے ان کو یہ اخلاقی کمزوری اس قدر سنگ دل، بے رحم، ظالم اور بے حس بنا دیتی ہے، کہ جنگلی درندوں سے بھی ان کی سفاکی اور درندگی بڑھ جاتی ہے۔ سماج میں ایسے کردار آپ ہر طرف دیکھ سکتے ہیں۔

مسٹر زیڈ ایک مل کے مینجر ہیں۔ بڑے ذہین اور تیز آدمی ہیں۔ ان کو اپنے مل مالک سے یہ شکایت ہے کہ وہ ان کی بہترین صلاحیتوں اور جانفشانیوں سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ ان کو صرف دو ہزار ماہانہ تنخواہ دے رہا ہے جب کہ یہ مینجر صاحب ہزاروں روپے ماہانہ مل مالک کو کما کر دے رہے ہیں۔ مینجر صاحب نہایت پابندی سے جم کر پانچ گھنٹے روزانہ کام کرتے ہیں۔ مل سے انھیں دلچسپی تو کیوں ہوتی، البتہ اپنی ڈیوٹی نہایت ذمہ داری سے پوری کرتے ہیں۔ کئی بار انھوں نے مل مالک کو توجہ بھی دلائی۔ مگر اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ دو ہزار بھی کچھ زیادہ ہی ہیں۔ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مینجر صاحب کچھ کم کے لیے تیار رہیں --- یہ جملہ سن کر مینجر کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگتا ہے اور نفرت وانتقام کی آگ دل میں بھڑکنے لگتی ہے۔

مینجر صاحب کے یہاں کلو ملازم ہے۔ ۱۵ سال سے ان کی خدمت کر رہا ہے۔ چوبیس گھنٹے ان کی خدمت کرتا رہتا ہے۔ رات ہو یا دن اس کو کسی کام سے عذر

Marfat.com

نہیں۔ پرسوں وہ پریشان حال گھبرایا ہوا آیا۔ مینجر صاحب اپنے دوست احباب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے اپنے مل مالک کی ظلم و زیادتی' سنگ دلی' بے رحمی اور بخل و زر پرستی کا تذکرہ کر رہے تھے۔ کلو آتے ہی مینجر کے پاؤں پر گر پڑا' اور سسک سسک کر رونے لگا۔ مینجر صاحب نے کلو کو اٹھایا' واقعہ پوچھا۔ کلو نے رو رو کر اپنے پندرہ سالہ مالک کو اپنی بپتا سنائی۔ حضور' میری بیوی اسپتال میں ہے۔ اس کا آخری وقت ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے پانچ بچے ہیں ۔ حضور' ان پانچ معصوموں بچوں پر رحم کھایئے۔ ڈاکٹر کہتا ہے' خون کی دو بوتلیں چڑھیں گی۔ نہیں تو مر جائے گی۔ حضور' مجھے صرف دو بوتلوں کے پیسے چاہئیں' میں ہمیشہ آپ کے بچوں کو دعا دوں گا۔

مینجر صاحب کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔ تیوری چڑھا کر بولے کیا' میرے پاس پیسے برس رہے ہیں۔ اس مہینے کی پوری تنخواہ پیشگی لے چکا ہے اور پھر منہ کھلا ہوا ہے --- حضور' وہ مر جائے گی' چند منٹ کی مہمان ہے' خدا آپ کو غیب سے دے گا۔ حضور' میرے معصوموں پر ترس کھایئے۔ حضور' مجھے اور کون دے گا' کلو نے نہایت عاجزی سے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

تو کیا میں نے تیرا ٹھیکہ لے لیا ہے --- جا اس وقت میرے پاس پیسے نہیں ہیں' اور کلو روتا بلکتا' دکھے دل اور بوجھل قدموں کے ساتھ باہر چلا گیا۔

اب مینجر صاحب نے اپنے یار دوستوں سے کہا' نوکر تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے جیسے ان کے ہر کام کا ٹھیکہ لے رکھا ہے' پچھلے مہینہ سے اس کی بیوی بیمار ہے' پورے مہینے کی تنخواہ پیشگی لے چکا ہے۔ میں اسے اب تک ۷۰ روپے دے رہا تھا۔ پچھلے مہینے سے ۷۵ دے رہا ہوں۔ اب بتاؤ اور میں کیا کروں۔ میں نے ترس کھا کر پورے مہینے کی تنخواہ پیشگی دے دی۔ اور ابھی تو مہینے میں بھی تین دن

Marfat.com

باقی ہیں کہ اب یہ دکھڑا لے کر آ گیا۔

پاپا' راجہ کی کار سے ایک لڑکا کچل گیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں بے کار ہو گئیں۔ مینجر صاحب کے بڑے لڑکے پپو نے آکر تشویشناک خبر سنائی۔ مینجر صاحب ہربڑا کر کھڑے ہوئے اور زور سے چیخے' کہاں ہے راجہ بیٹا؟

پاپا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ راجہ وہیں کار کے پاس ہے۔ بچہ ایک غریب آدمی کا ہے۔ پانچ سو بھی اسے دے دیے جائیں تو خوش ہو جائے گا۔ البتہ پولیس کو ہزار دو ہزار دینا پڑیں گے۔ مینجر صاحب نے ذرا اطمینان کی سانس لی اور بولے' تو پھر روپیہ لے جاؤ اور معاملہ رفع رفع کر آؤ۔ اور مینجر صاحب نے اسی وقت ڈھائی ہزار کے نوٹ گن کر پپو کو دے دیے۔

مل مالک کو سنگدل' بے رحم اور مطلب پرست کہنے والے مینجر صاحب سے کوئی پوچھے آخر آپ کو ان القاب سے کیوں نہ یاد کیا جائے۔ مگر مینجر یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی مطمئن ہے' کہ وہ انصاف کے تقاضے پورے کر رہا ہے۔اپنے سماج پر ناقدانہ نظر ڈالیے تو آپ کو ایسے کردار ہزاروں نظر آئیں گے۔ در اصل خدا کے حضور جواب دہی کے یقین سے جب آدمی محروم ہوتا ہے یا یہ یقین مضمحل ہو کر بالکل ہی بے جان ہو جاتا ہے تو آدمی کی یہ اخلاقی کمزوری ایسا ہی بھیانک روپ اختیار کر لیتی ہے اور یہ انسانی سماج درندوں کے جنگل سے زیادہ بدتر ہو جاتا ہے۔

بے شک یہ فطری کمزوری ہر انسان میں موجود ہے۔ کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ اس کمزوری سے محفوظ ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ توحید کا عقیدہ' وحدت آدم کا تصور اور آخرت کی جواب دہی کا یقین اس کمزوری پر قابو پانے کی بہترین قوت اور شعور آدمی میں پیدا کر دیتا ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ

Marfat.com

آپ اس قوت و شعور کو بیدار رکھیں۔ اس سے کام لیتے رہیں۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس خام خیالی میں مبتلا نہ ہوں کہ آپ اپنا حق لینے میں حرص اور دوسرے کا حق دینے میں بخل کی کمزوری سے محفوظ ہیں۔

بے شک عقیدہ توحید' عقیدہ آخرت اور وحدت آدم کا تصور اس کمزوری پر قابو پانے کے لیے انتہائی کارگر ہتھیار ہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ سارے انسانوں کا خالق ایک ہے' جو میرا رب ہے' مجھ جیسے سارے انسانوں کا رب ہے' اسے اپنے سارے بندوں سے یکساں پیار ہے' اور اسی خدا کے سامنے ایک دن حاضر ہو کر اپنے اعمال کا جواب دینا ہے' اور جو یہ شعور بھی رکھتا ہو کہ سارے انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں' سارے انسان دکھ درد کا یکساں احساس رکھتے ہیں اور خوشی و غم کے یکساں جذبات رکھتے ہیں' بلاشبہ وہ اپنی اس کمزوری پر قابو پانے کے لیے بہترین ہتھیاروں سے مسلح ہے۔ مگر صرف مسلح ہونے پر قناعت اور فخر کرنا ہرگز کافی نہیں۔ وہ سپاہی میدان میں کبھی فتح نہیں پا سکتا جو اپنے بہترین ہتھیاروں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہے اور فخر کرتا رہے۔

میدان میں فتح تو اسی سپاہی کو نصیب ہوتی ہے جو اپنے ہتھیاروں سے کام لیتا ہے' اپنی مردانگی کے جوہر دکھاتا ہے' گر کر اٹھنے کی ہمت رکھتا ہے اور یہ حوصلہ رکھتا ہے کہ آخری سانس تک وہ ان ہتھیاروں سے کام لیتا رہے گا۔

جب آپ دیکھیں کہ آپ کے گھر اور خاندان میں کوئی کشاکش ہو رہی ہے۔ آپ کے عزیز اور رشتہ دار آپ سے روٹھ رہے ہیں۔ آپ کے ملازمین کو آپ سے شکایت پیدا ہو رہی ہے تو آپ فوراً چوکنے ہو جائیں اور ان کی کوتاہیوں کو پکڑنے کی بجائے یہ دیکھیں کہ آپ کی فطری کمزوری نے کوئی گل تو نہیں کھلایا ہے --- ہر موقع پر اپنے کو بے قصور سمجھنے اور دوسرے کے قصوروں کو طشت

Marfat.com

الزام کرنے کی غلطی نہ کریں۔ یہ غلطی ہمیشہ فساد کو بڑھاوا دیتی ہے۔ جس کمزوری کو دوسروں میں محسوس کر کے آپ کڑھتے اور افسوس کرتے ہیں، کسی بحث اور حجت کے بغیر مان لیجئے کہ وہی کمزوری آپ میں بھی موجود ہے اور اصلاح کی کامیاب تدبیر اور بہترین گر یہ ہے کہ آپ دوسروں پر افسوس کرنے، ان کے ساتھ خیر خواہی جتانے سے پہلے اپنے اوپر افسوس کریں اور اپنے ساتھ خیر خواہی کریں۔ اصلاح کا آغاز ہمیشہ اپنی ذات سے کریں۔ جس پر آپ کو دوسروں کے وجود سے کہیں زیادہ قابو حاصل ہے۔

Marfat.com

قسمت کا شکوہ نہ کیجئے

آپ نے یہ حوصلہ شکن شکوہ کس بنیاد پر کیا ہے کہ "آپ کبھی ایک کامیاب انسان نہیں بن سکتے" مجھے تسلیم ہے کہ آپ کی ذہنی اور فکری صلاحیتیں غیر معمولی نہیں ہیں' جسمانی طور پر بھی آپ عام قسم کی صحت کے مالک ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اس وقت کامیاب نہیں ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کا لازمی نتیجہ یہ نہ ہو گا کہ آپ کامیاب انسان بن ہی نہیں سکتے۔ قسمت کا شکوہ کرنے سے پہلے قسمت کو آزما کر دیکھیے۔ ناکامی کا رونا رونے سے پہلے کامیابی کے لیے وہ کچھ کر دکھایئے جو آپ کے بس میں ہے۔ منزل کا تصور کر کے ہی اپنے اوپر ہول طاری کر لینا' چلنے سے پہلے شکستہ دل ہو کر بیٹھ رہنا' ایک دو بار کی ناکامی سے مایوس ہو کر اپنی تقدیر کی خرابی کا فیصلہ کر بیٹھنا اور اپنے مستقبل سے مایوس ہو جانا عقل کی کوتاہی بھی ہے' ہمت کی کمزوری بھی ہے اور بے پناہ نوازنے والے خدا سے بد گمانی بھی۔

بے شک آپ کی بد گمانی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ سب کچھ خدا کے قبضے میں ہے۔ کامیاب وہی ہو سکتا ہے جس کو خدا کامیاب کرے۔ اور وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا جس کی ناکامی کا فیصلہ خدا فرما دے۔ لیکن اسی کے ساتھ

Marfat.com

آپ یہ بھی یاد رکھیئے کہ یہ فیصلہ بھی خدا ہی کا ہے: **ان لیس للانسان الا ماسعی**' انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے سعی کی ہے۔

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جدو جہد کا پھل پاتا ہے۔ اور یہ بھی کہ جدو جہد کے بغیر وہ کچھ نہیں پا سکتا۔

یہ دنیا جدوجہد کی جگہ ہے۔ یہاں آپ اسی لیے آئے ہیں کہ اپنی جدو جہد سے اپنے مستقبل کو تابناک بنائیں۔ اپنے مستقبل کو بنانا یا بگاڑنا آپ کے اختیار میں ہے۔ جدو جہد کے بغیر آپ کا مستقبل بن جائے' یہ بھی ناممکن ہے۔ اور جدو جہد کا حق ادا کرنے کے بعد آپ ناکام رہیں' یہ بھی خدا کے عدل و انصاف سے بعید ہے۔ آپ اگر ناکام ہیں تو یقین کیجئے کہ اس میں آپ کی اپنی ہی کوتاہی ہے' آپ محض تمناؤں اور آرزوؤں کی دنیا میں رہتے ہیں اور محض اچھی اور دوراز قیاس تمناؤں سے اپنے مستقبل کو روشن کرنے کی طفل تسلیوں کا شکار ہیں' جدو جہد کا معروف راستہ اپنانے کی بجائے آپ کی تن بہ تقدیر طبیعت آپ کو محض آرزوؤں سے خوش رکھنے کی ناکام کوشش کرتی ہے اور اسی لیے آپ پر اکثر مایوسیوں کے دورے پڑتے ہیں۔

تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

تاریخ کے اوراق میں آپ کو جو کامیاب انسان نظر آتے ہیں اور جن پر تاریخ فخر کرتی ہے وہ سب کے سب نہ تو غیر معمولی ذہن و فکر کے لوگ تھے' نہ انھوں نے قابل فخر کارنامے انجام دیے تھے' اور نہ بیٹھے بٹھائے وہ سب کچھ انھوں نے پالیا تھا جس پر تاریخ انسانی کو فخر ہے۔ ان باہمت انسانوں مین سے بہت سے وہ بھی تھے جو معمولی طبقوں سے تعلق رکھنے والے تھے' اور عام قسم کی زندگی سے اتنے

Marfat.com

اونچے اٹھ گئے تھے --- مگر آج دنیا ان کی عظمت کا اعتراف کرتی ہے۔ ان کی بڑائی کو تسلیم کرتی ہے اور ان کی زندگی سے سبق حاصل کرتی ہے۔ ایسے نام چند نہیں ہیں کہ آپ کو گنائے جائیں۔ حافظے پر زور ڈالیے۔ دس بیس نام تو آپ کو بھی یاد آجائیں گے۔

کوئی وجہ نہیں کہ آپ زندگی میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل نہ کرسکیں' اور آئندہ آپ کو ایک کامیاب انسان کی حیثیت سے لوگ یاد نہ کریں۔ گر کی بات یہ ہے کہ زندگی آپ کو جو امید دلائے' یا زندگی سے آپ جو امید رکھیں اسے پورا کرنا خود آپ کا کام ہے۔

کامیاب زندگی پر غور کیجئے --- کامیابی کا آپ جو بھی تصور رکھتے ہوں۔ یہ بہر حال طے ہے کہ دو ہی چیزیں زندگی کو کامیاب بناتی ہیں --- مقصد سے لگن --- اور مسلسل جدو جہد --- شاندار مستقبل کی ساری رونق انھی دو چیزوں کے دم سے ہے اور تاریخ کی یاد گار ہستیوں کی زندگی انھی دو چیزوں سے عبارت ہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جن کا حق ادا کر کے یقیناً آپ ایک کامیاب انسان بن سکتے ہیں۔

تاریخ میں ایسے لوگوں کا کارنامہ آپ نہیں دکھا سکتے جو کاہل' کام چور' آرام طلب' سہل انگار اور لاپرواہوں' جن کی زندگی کا مقصد ہی کوئی نہ ہو۔ یا وہ محض مقصد زندگی کا دعویٰ کرتے ہوں' لیکن ان کی زندگیوں سے اس کا کوئی تعلق ہو۔ حالات سے ساز باز کرنے والے دوسروں کے رحم و کرم پر جینے والے اور دوسروں کے دستر خوان سے ریزے چننے والے' یا دوسروں کے لگائے ہوئے باغوں سے پھل کھانے پر غرور کرنے والے نہ کبھی قابل ذکر ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔

ان زندگیوں میں آپ کوئی نشاط' ولولہ' ترتیب اور کشش ہرگز نہیں پاسکتے جن کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ یا مقصد کا دعویٰ ہے' مگر سینے مقصد کی لگن اور گرمی سے خالی

Marfat.com

ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا بھی زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے جو جدو جہد کے تصور ہی سے کانپتے ہیں یا صرف جدو جہد کے اچھے منصوبوں سے خود کو بہلاتے رہتے ہیں۔

کامیاب مستقبل صرف ان کا حصہ ہے جو اپنے مقصد کی لگن بھی رکھتے ہیں اور اس کے لیے مسلسل جدو جہد کی ہمت بھی' جو سخت کوشی' جاں فشانی اور سعی پیہم کی ہمت اور لذت محسوس کرتے ہیں۔ تن آسانی اور لا پروائی سے تو زندگی کے عام کام بھی انجام نہیں پاتے' کوئی بڑا کارنامہ بھلا کیا انجام پائے گا۔

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

غافل افغان سے خطاب کرتے ہوئے شاعر مشرق نے کیا پتے کی بات کہی ہے۔

اونچی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریا
جس کی ہوائیں تند نہیں وہ کیسا طوفان

Marfat.com

تلاوت قرآن

"ایک بار چین اور روم کے دو گروہوں میں باہم مقابلہ ٹھن گیا۔ چینیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نقاشی اور آرٹ کے استاد ہیں۔ اس فن میں ہمارا کوئی ثانی نہیں۔ اور رومیوں کا دعویٰ تھا کہ اس فن میں ہم یکتائے روزگار ہیں۔ ہمارا کوئی مد مقابل نہیں۔ بات بادشاہ وقت تک پہنچی۔ بادشاہ نے دونوں کی بات سنی اور کہا' اچھا میں دونوں کا امتحان لوں گا اور امتحان ہی یہ بتا سکے گا کہ کون اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور کس کا دعویٰ محض دعویٰ ہے۔ بادشاہ کی بات دونوں نے منظور کر لی اور دونوں نے اپنی اپنی جگہ یہ ٹھان لی کہ وہ اپنے فن کے مظاہرے میں وہ کمال دکھائے گا کہ مقابل منہ دیکھتا رہ جائے گا۔

ان دونوں نے اپنے فن کے جوہر دکھانے کے لیے دو مکانوں کا انتخاب کیا جو بالکل آمنے سامنے تھے۔ طے ہوا کہ ایک مکان میں رومی اپنے فن کا کمال دکھائیں گے اور ایک مکان میں چینی اپنے نقش و نگار کا مظاہرہ کریں گے۔ اور دونوں اپنے اپنے فن کے جوہر دکھانے اور مکان کو سجانے میں تن دہی سے لگ گئے۔ چینیوں نے نقش و نگار کے کمالات دکھانے کے لیے بادشاہ سے طرح طرح کے رنگ و روغن طلب کیے۔ بادشاہ نے سب مہیا کر دیے۔ لیکن رومیوں نے کوئی رنگ وغیرہ طلب نہیں کیا۔

Marfat.com

چینیوں نے مختلف رنگوں کی آمیزش سے ایسے دل آویز اور دلفریب نقش و نگار بنائے کہ دیکھنے سے عقل دنگ رہ جائے۔ رومی صرف صیقل ہی کرتے رہے اور شب و روز کی محنت سے دیواروں کو چمکاتے رہے۔ کمالات کے جوہر دکھانے کی مدت پوری ہو گئی اور بادشاہ معائنے کے لیے تشریف لائے۔ بادشاہ پہلے چینیوں کے مکان میں داخل ہوئے اور چینیوں کے بنائے ہوئے دل فریب اور دل کش نقش و نگار دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پھر وہ رومیوں کے مکان میں داخل ہوئے۔ رومیوں نے جونہی اپنی جھل مل کرتی ہوئی دیواروں پر سے پردہ اٹھایا تو بادشاہ حیران رہ گئے۔ آئینے کی مانند صاف شفاف اور مجلی دیواروں میں ہر طرف چینیوں کے نقش و نگار کا عکس نظر آ رہا تھا۔ اور چمکدار چھتوں اور دیواروں میں یہ عکس اصل سے بھی زیادہ دل فریب منظر پیش کر رہا تھا۔ بادشاہ دیر تک اس منظر کو دیکھتے رہے۔ پھر بادشاہ نے اپنا فیصلہ سنایا اور رومی چینیوں سے بازی لے گئے"۔

یہ دلچسپ کہانی مولانا رومؒ نے بیان کی ہے۔ در اصل اس کے ذریعہ وہ یہ حقیقت ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ جو لوگ شب و روز اپنے قلوب کو صاف و شفاف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور دل کو بغض' کینہ' حسد' لالچ' بخل' حرص جیسی کدورتوں سے صاف کر کے آئینے کی طرح چمکا لیتے ہیں' ان کے دلوں میں خدا کی تجلیات اور جمال کے ایسے ہی دلکش اور دل آویز نقش نظر آنے لگتے ہیں' اور ان کی شخصیت اس قدر حسین اور پر کشش ہو جاتی ہے کہ ہر متنفس عقیدت سے ان کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ جو دیکھتا ہے' بے اختیار ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ اور روحانی ترقی اور تزکیے کے میدان میں ایسے ہی لوگ بازی لے جاتے ہیں۔

روحانی ترقی اور تزکیہ قلوب کی بات وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو اس فن کی باریکیوں سے علمی طور پر پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ اس ہنر کے فلسفے اور نکتے

Marfat.com

خوب جانتے ہیں۔ وہ اس کی باریکیاں بیان کریں گے تو ایسی موشگافیاں کریں گے کہ لوگ حیران رہ جائیں۔ لیکن میدان انہی سادہ لوح بندوں کے ہاتھ رہتا ہے جو عملی طور پر تو ان سے لوہا نہیں لے سکتے۔ لیکن وہ عملی طور پر شب و روز اپنے تزکیہ میں لگے رہتے ہیں۔ ان کا محبوب مشغلہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو ہر طرح کے زنگ سے صاف کریں۔ طمع، لالچ، حرص، بخل، بغض، کینہ، حسد اور ہر طرح کی کدورت سے دل کو صاف کر کے آئینے کی طرح صاف و شفاف بنائیں، تاکہ اس میں خدا کی تجلیات اور جمال کا عکس آ سکے اور بازی یہی لوگ لے جاتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ خاص طور پر دلوں کی صفائی، روح کی ترقی اور نفس کے تزکیے کا مہینہ ہے۔ یوں تو اس مہینہ کی ساری ہی عبادتیں روزہ، صدقہ، تراویح، تلاوت قرآن اور اعتکاف اسی لیے ہیں کہ دل ہر طرح کی کدورت اور گناہوں کے زنگ سے صاف ہو کر آئینے کی طرح شفاف اور مجلی ہو جائے۔ مگر خاص طور پر قرآن پاک کی تلاوت قلب کی صفائی اور جلا کے لیے موثر ترین اور یقینی ذریعہ ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

ان هذه القلوب تصدء كما يصدء الحديد اذا اصابه الماء قيل يا رسول الله وما جلاءها؟ قال كثيرة ذكر الموت و تلاوة القرن۔ (مشکوۃ ابن عمرؓ)

یہ انسانی قلوب بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہے کو پانی سے زنگ لگ جاتا ہے۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسولؐ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی اور جلا بخشنے والی چیز کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: کثرت سے موت کی یاد اور قرآن پاک کی تلاوت۔

رمضان میں خاص طور پر مسلمان تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے ہیں، شب کی تاریکی میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر تراویح میں قرآن پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ مسلمانوں کی ہر بستی میں عام طور پر اس کا اہتمام اور انتظام ہوتا ہے۔ تراویح کے

Marfat.com

علاوہ بھی اس مبارک مہینے میں قرآن پاک پڑھنے پڑھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور اس میں کسی تذبذب اور شک کی کوئی گنجائش قطعاً نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اپنے قلوب کو ہر طرح کی اخلاقی کدورت اور گناہوں کے زنگ سے صاف کرنے کا یقینی طور پر صحیح طریقہ اپنا رکھا ہے۔

حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس عمل سے مسلمانوں کو انتہائی شغف بھی ہے' نہایت ذوق و شوق سے اس کا اہتمام اور التزام بھی ہے' لیکن دلوں کی صفائی نہیں ہو رہی ہے' ان کا زنگ دور نہیں ہو رہا ہے۔ قرآن پاک پڑھنے پڑھانے کا اس قدر اہتمام ہے لیکن پھر بھی دلوں میں حرص' لالچ' کینہ' بغض' نفاق اور کدورتیں موجود ہیں۔ خاندانی جھگڑے' ایک دوسرے سے نفرت و عناد' دوسرے کے حقوق سے غفلت' ماں اور باپ کی نا فرمانی' اولاد کے حقوق سے لا پروائی' غرض طرح طرح کی کوتاہیوں اور گناہوں کے زنگ سے دل آلودہ ہیں۔ قلب کی صفائی' خوشگوار تعلقات' تزکیہ نفوس کے آداب اور زنگ بیان کرنے والوں کی تو کوئی کمی نہیں۔ لیکن عملی طور پر قلوب بدستور زنگ آلود رہتے ہیں۔ آخر تلاوت قرآن سے قلوب کی جلا اور صفائی کیوں نہیں ہو رہی ہے۔ رسول صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یقیناً حق ہے' اصل بات یہ ہے کہ تلاوت قرآن کا مفہوم نہیں سمجھا جا رہا ہے' اور اسی لیے تلاوت قرآن کا حق ادا نہیں ہو رہا ہے۔ تلاوت قرآن کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ آپ قرآن کے الفاظ کو جوں توں زبان سے ادا کرلیں اور آپ کچھ نہ سمجھیں کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اپنی کن ذمہ داریوں کو تازہ کر رہے ہیں۔ اور ان ذمہ داریوں کا کس حد تک آپ کو پاس و لحاظ ہے۔

تلاوت قرآن کا مفہوم ہے قرآن کو صحیح صحیح پڑھنا' اس کی تعلیمات پر غور کرنا' اس کے احکام کو سمجھنا' اس کی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کرنا۔ ساتھ ہی قرآن کی

Marfat.com

تلاوت کا یہ بھی مفہوم ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے۔ اس کی تعلیمات دوسروں تک پہنچائی جائیں۔ قرآن و سنت پر آپ غور فرمائیں گے تو اس مفہوم پر آپ کو شرح صدر ہو گا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ (البقرہ ۲: ۱۲۱)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ کتاب کی تلاوت کا واقعی حق ادا کرتے ہیں اور یہی لوگ حقیقت میں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات تو خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ”جن کو ہم نے کتاب دی“۔ پورے قرآن میں جہاں جہاں اہل کتاب کو کتاب دینے کا ذکر آیا ہے ان سب آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں دو گروہ ہیں، اور ان دونوں گروہوں کا ذکر اللہ تعالیٰ الگ الگ انداز سے کرتا ہے۔ اہل کتاب کے اس گروہ کا جب ذکر فرماتا ہے جو کتاب کے محافظ رہے اور اس پر عمل کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کتاب دینے کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے اور کہتا ہے، **اتینھم الکتب** ”ہم نے ان کو کتاب دی“۔ اور جب اس نافرمان گروہ کا ذکر کرتا ہے جس نے کتاب کو ضائع کر دیا تو اپنی طرف نسبت نہیں کرتا، بلکہ کہتا ہے، **اوتو الکتب** ”وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی تھی، (مگر انھوں نے ضائع کر دی)“۔ اس تفصیل کو نگاہ میں رکھ کر اوپر کی آیت پر غور کیجئے تو یہ حقیقت واضح ہو گی کہ تلاوت کتاب کا حق وہی ادا کرتے ہیں جو واقعی اس کے حامل اور امین ہیں۔ ان لوگوں کی تلاوت کتاب کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو اس پر کاربند نہیں ہیں، اور جن لوگوں نے اسے ضائع کر دیا ہے۔

دوسری بات آیت میں یہ کہی گئی ہے کہ تلاوت کتاب کا حق ادا کرنے والے ہی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ انتہائی اہم بات ہے۔ اور یہ رک کر سوچنے کا مقام ہے۔ قرآن کا کہنا یہ ہے کہ جو لوگ کتاب کی حفاظت کرتے ہیں، اس کی تلاوت کا حق

Marfat.com

ادا کرتے ہیں، وہی لوگ اس پر ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ یہی بات خدا کے رسولؐ نے اس انداز میں بیان فرمائی ہے۔ غور کیجیے، آپؐ کا ارشاد ہے:

ما امن بالقران من استحل محارمه۔

وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں رکھتا جس نے اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر رکھا ہے۔

یعنی قرآن پر ایمان کے دعوے میں وہی شخص سچا ہے جو قرآن کے قانون حلال و حرام کو تسلیم کرتا ہے اور عملی زندگی میں اس پر کار بند رہنے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ اس شخص کے ایمان بالقرآن کا کیا اعتبار جو قرآن کے حلال و حرام سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارے۔ ایسا شخص اگر قرآن پاک کی آیتیں دہرا رہا ہے اور رمضان کی مبارک ساعتوں میں اس کے پڑھنے سننے کا اہتمام کر رہا ہے تو اس کا یہ عمل وہ عمل نہیں ہے جو خدا کو مطلوب ہے۔ وہ یقیناً تلاوت قرآن کا حق ادا نہیں کر رہا ہے۔ اس کی تلاوت وہ تلاوت نہیں ہے جس کا قرآن نے حکم دیا ہے اور جس کی تاکید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرمائی ہے۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت پر غور کیجیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے آخری نبی کی بعثت کے لیے جو دعا کی تھی اس میں رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کاموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (البقرہ ۲:۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انھی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھا جو انھیں تیری آیات پہنچائے۔ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیوں کو سنوارے۔

Marfat.com

۱۔ تلاوت آیات۔ ۲۔ تعلیم کتاب۔ ۳۔ تعلیم حکمت۔ ۴۔ تزکیہ۔

اور ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ یہاں تلاوت آیات سے مراد قرآن کی آیات و تبلیغ اور اس کی تعلیمات کو سنانا اور پہنچانا ہے۔ ایک اور موقع پر نبی اللہ کو ہدایت دی گئی ہے:

وَاتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (الکہف آیت ۱۸: ۲۷)

اور اے رسول! تمہارے رب کی جو کتاب تم پر نازل کی جارہی ہے اسے ان لوگوں تک پہنچادو۔

قرآن و سنت کی ان تشریحات سے تلاوت قرآن کا جو مفہوم واضح ہوتا ہے اس مفہوم میں تلاوت ہی در اصل تلاوت قرآن ہے اور یہ تلاوت قرآن وہی شخص کر سکتا ہے اور اسی کو زیب بھی دیتا ہے جس کی اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کا صحیح نمونہ ہو۔ وہ علمی اور فنی لحاظ سے چاہے اس کی باریکیاں اور نکتے نہ بیان کر سکتا ہو' لیکن اپنی زندگی میں اخلاص' یکسوئی اور شغف کے ساتھ قرآن کے احکام پر عمل کر رہا ہو اور جس کو اس یقین کی دولت حاصل ہو کہ قرآن ہی اس کے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح و کامرانی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس یقین سے محروم اور اس عمل سے بے بہرہ انسان اگر قرآن پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تلاوت قرآن کا وہ عظیم فائدہ حاصل کر رہا ہے اور اسے تلاوت قرآن کا وہ عظیم فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن کا لازمی فائدہ بتایا ہے۔

قرآن پاک کی ان آیات کے ساتھ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیثیں بھی سامنے رہیں جن میں تلاوت قرآن کی ہدایت کی گئی ہے تو یہ حقیقت اور زیادہ نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت عبیدہ ملیکیؓ کا بیان ہے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا:

اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بنا لینا' شب و روز کی گھڑیوں میں اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا' اس کی اشاعت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا۔ اس کے الفاظ کو صحیح صحیح ادا کرنا اور اس پر غور و فکر کرتے رہنا' تاکہ تم کامیاب ہو' اور جلد بازی کر کے اس کے ذریعے دنیا کا صلہ مت چاہنا' خدا کی خوشنودی کے لیے اس کی تلاوت کرنا کہ آخرت میں اس کا صلہ لازمی ہے۔ (مشکوۃ)

قرآن کو تکیہ بنانے سے مراد ہے اس سے غفلت برتنا' اور اس کی طرف سے لا پروا ہو جانا۔ اس کے بعد آپؐ نے ہدایت فرمائی "قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرنا" اور پھر آگے آپؐ نے حق تلاوت ادا کرنے کی تشریح میں چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ قرآن کی اشاعت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا۔

۲۔ اس کے الفاظ کو صحیح صحیح ادا کرنے کا اہتمام کرنا۔

۳۔ قرآن پر غور و فکر اور تدبر کرنا۔

۴۔ اور آخری بات یہ کہ یہ عمل خالص رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے لیے کرنا' دنیوی صلے کی طلب سے اپنے دل کو پاک رکھنا۔

ایک بار حضرت ابو ذرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی' یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے۔ تو آپؐ نے فرمایا:

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کا تقویٰ تمہارے دین و دنیا کے سارے معاملات سدھارنے اور سنوارنے والی چیز ہے"۔

حضرت ابو ذرؓ نے درخواست کی کہ حضور کچھ اور وصیت فرمایئے تو آپؐ نے فرمایا۔ "تلاوت قرآن اور خدا کا ذکر پابندی سے کرتے رہنا۔ اس کے ذریعہ

Marfat.com

آسمان والوں میں تمہارا ذکر اور چرچا ہو گا اور یہ عمل زندگی کی تاریکیوں میں تمہیں روشنی کا کام دے گا۔ (مشکوۃ)

قرآن و سنت کی نظر میں قرآن سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ نہیں ہیں' جو بے سوچے سمجھے اس کے الفاظ دہراتے ہیں' اور اس کی ہدایات اور تعلیمات سے غافل و بے نیاز ہو کر کوئی ذمہ داری محسوس کیے بغیر قرآن پڑھنے سننے اور ختم کرنے کرانے ہی کو کارنامہ سمجھتے ہیں۔ دین کی نظر میں قرآن والے وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی میں قرآن پر عمل کرتے ہیں' اس کو اپنی زندگی کا دستور بناتے ہیں اور اس کے لیے جدو جہد کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یوتی یوم القیمہ بالقران واھلہ الذین کانوا یعلمون بہ فی الدنیا تقدمہ سورۃ البقرۃ وال عمران تحاجان عن صاحبھا۔ (مسلم)

قیامت کے روز قرآن اور قرآن کے ماننے والے' جو دنیا کی زندگی میں اس پر عمل کرتے تھے' خدا کے حضور لائے جائیں گے۔ اس وقت سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران پورے قرآن کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے عمل کرنے والے کے لیے رب سے سفارش کریں گی کہ پروردگار یہ بندہ تیری رحمت و مغفرت کا مستحق ہے۔

اس حدیث میں قرآن کو ماننے والے کی تشریح خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لفظوں میں فرمائی وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فرمایا' **الذین امنوا کانوا یعلمون بہ فی الدنیا**' وہ لوگ جو دنیا کی زندگی میں قرآن پر عمل کرتے تھے۔ یعنی قرآن کو ماننے والے حقیقت میں وہی ہیں جو دنیا کی زندگی میں اس پر عمل کرتے ہیں --- بے شک مسلمان معاشرے میں آج بھی رمضان کی مبارک راتوں میں قرآن پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے کا خاصا رواج ہے اور بعض بستیوں میں تو اس کا بڑا چرچا ہے لیکن

Marfat.com

جب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل خیر کا جو فائدہ بتایا ہے وہ بھی حاصل ہو رہا ہے یا نہیں تو مایوسی ہونے لگتی ہے اور یہ خوش گمانی محض فریب نظر آتی ہے کہ مسلمان معاشرے میں تلاوت قرآن کا اہتمام اور رواج ہے۔ مسلمان قرآن پڑھتے پڑھاتے، تو ہیں۔ لیکن وہ تلاوت قرآن کے اس مفہوم اور مقصود سے نا آشنا ہیں جو قرآن و سنت نے بتایا ہے اور ان کی تلاوت وہ تلاوت قرآن نہیں ہے جس کی تاکید خدا اور رسولؐ نے فرمائی ہے۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

Marfat.com

عید کی مبارکباد کس کے لیے؟

اللہ کی پناہ، ریگستانی سفر کی جان لیوا دشواریاں، دور دور تک تپتی ہوئی ریت، آتشیں کرے سے نکلنے والی تیز شعاعوں سے دہکتی ہوئی فضا، جسم کو جھلس دینے والی لو کے تیز و تند جھکڑ، حد نظر تک نہ کہیں سایہ، نہ پانی اور نہ بھوک مٹانے کا کوئی سامان، ابھی ابھی ان قافلوں نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے۔ ہر ایک بھوک پیاس سے بد حال ہے۔ ہونٹ خشک ہیں۔ حلق میں کانٹے ہیں۔ بدن گرمی کی شدت سے تپ رہا ہے۔ پڑاؤ کی یہ ٹھنڈی ہوا، سایہ، پانی، اللہ کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں۔ قافلہ کا ہر فرد نہ صرف اپنی بھوک پیاس مٹانے اور آرام لینے میں مصروف ہے، بلکہ قافلہ کے دور اندیش لوگ اپنے اپنے برتنوں میں پانی بھر رہے ہیں۔ کھانے پینے کے دوسرے سامان حاصل کر کے ذخیرہ کر رہے ہیں، اپنی تکان دور کر کے اپنے کو آنے والے سفر کے لیے تازہ دم بنانے میں لگے ہوئے ہیں، کہ نہ جانے اب سایہ اور پانی کتنے فاصلہ پر مہیا ہو گا اور کب آرام و راحت کا موقع میسر آسکے گا۔

مگر ان قافلوں میں کچھ ایسے لا پروا، نادان اور بے فکرے بھی ہیں، جنھوں نے چند گھونٹ پیے، دو چار نوالے حلق سے اتارے اور مٹر گشتی میں لگ گئے۔ انھیں کچھ ہوش نہیں کہ چند لمحوں میں قافلہ چل پڑے گا۔ پھر وہی جان لیوا گرمی ہو گی،

Marfat.com

سورج کی تمازت ہو گی' لو کے جھکڑ ہوں گے' تپتی ریت اور دہکتی فضا ہو گی' سایہ اور پانی دور دور تک نظر نہ آئے گا۔ اگلا پڑاؤ نہ معلوم کتنے فاصلے پر ہو گا' اور پھر کیا خبر کون پڑاؤ تک پہنچ سکے گا' اور کون راستے کی جان لیوا صعوبتوں کے مقابلے کی تاب نہ لا کر راستے ہی میں دم توڑ دے گا۔ کس قدر افسوسناک ہے قافلے کے ان غیر سنجیدہ افراد کی نادانی' لا پروائی ' بے فکری اور غیر ذمہ داری' اپنے سفر کی ضرورت اور سہولت کا ہر سامان یہ لوگ اس پڑاؤ سے حاصل کر سکتے تھے' لیکن انھیں کوئی فکر نہیں ' نہ انھوں نے اپنے برتنوں میں پانی بھرا کہ آگے کے دشوار سفر میں ان کے کام آئے' نہ کھانے کا کوئی سامان حاصل کیا' کہ یہ اپنی بھوک مٹا سکیں' نہ سخت گرمی سے بچنے کے لیے انھوں نے کچھ اپنے ساتھ لیا۔ نادانی' بے پروائی اور بچگانہ پن کے ساتھ یہ دوسروں کو دیکھتے رہے۔ وقت گزر گیا اور قافلہ پھر چل پڑا۔

ذرا اندازہ کیجئے ان دانش مندوں کے سفر کی سہولتوں کا جو سفر کی تکلیفوں سے بچنے اور مقابلہ کرنے کا ہر سامان پڑاؤ سے لے کر چلے' جن کے برتن میں پانی اور کھانا بھی ہے' لو اور دھوپ سے بچنے کے سامان بھی ہیں اور تپتی ہوئی ریت سے حفاظت کی چیزیں بھی' اور کیا حال ہو گا ان بے پروا نادانوں کے سفر کا' جو خالی ہاتھ پڑاؤ سے چل پڑے۔ نہ ان کے پاس کھانا پانی ہے' نہ گرمی اور دھوپ سے مقابلہ کرنے کا کوئی سامان اور نہ اپنے جسم کے آرام اور سہولت کی کوئی چیز۔

زندگی کا یہ سفر جو آپ چار و ناچار طے کر رہے ہیں' عجیب و غریب سفر ہے۔ قافلے برابر چل رہے ہیں' عمر کے دشوار گزار راستے پر ان قافلوں کے ساتھ آپ بھی چل رہے ہیں۔ آپ چاہیں یا نہ چاہیں' برابر آپ کا سفر جاری ہے۔ راہ میں شیطانی ہواؤں کے جھلسا دینے والے جھکڑ بھی ہیں۔ نفس کی بے تاب کر دینے والی

Marfat.com

خواہشات بھی ہیں' آرزوؤں اور تمناؤں کے الجھا دینے والے جال بھی ہیں' گناہوں کے تباہ کر دینے والے حملے بھی ہیں اور آدمی کو غیر سنجیدہ ' لا پروا اور نادان بنا دینے والی فضا بھی۔

ان تباہ کن صعوبتوں سے بچنے' ان ہلاک کر دینے والی قوتوں سے مقابلہ کرنے اور ان کے شر سے محفوظ رہتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھنے کے لیے خدا نے شب و روز کی اس گردش میں جگہ جگہ ایسے پڑاؤ مہیا کیے ہیں' کہ آپ ان پر پہنچ کر اگلے سفر کے لیے خود کو تازہ دم بنا لیں' آنے والی سفر کی صعوبتوں اور تکلیفوں سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں' ہلاکت خیز قوتوں سے مقابلہ کرنے کے لیے مدافعت کا ہر سامان فراہم کر لیں اور اور ہر طرح مسلح اور تیار ہو کر پھر اگلے مرحلے کی طرف سفر شروع کر دیں۔

عمر عزیز کی راہ میں ہر سال گیارہ مہینے گزرنے کے بعد ایک مہینہ آتا ہے جو اپنے ساتھ فیوض و برکات اور خیرات و حسنات کے بے پایاں ذخیرے لے کر آتا ہے اور راہ حیات پر رواں دواں قافلوں کے ہر فرد کو یہ موقع میسر آتا ہے کہ وہ ایک بار پھر تازہ دم ہو جائے' سفر حیات میں آنے والی صعوبتوں اور قلب و روح پر حملہ کرنے والے قزاقوں سے مقابلے کی قوتیں فراہم کر لے۔ اور نئے حوصلوں' تازہ ولولوں اور اٹل ارادوں کے ساتھ نشاط و اطمینان کی فضا اور شعور و بصیرت کی روشنی میں اپنا نیا سفر شروع کر دے۔

رمضان کی یہ مبارک ساعتیں ابھی ابھی گزری ہیں۔ ان کی یاد ابھی تازہ ہے۔ یہ تو آپ ہی جان سکتے ہیں کہ آپ نے اس مبارک مہینے کے شب و روز سے کیا حاصل کیا۔ پچھلے سفر کے اثرات' اضمحلال اور تکان کو دور کرنے کے لیے آپ نے کیا کچھ کیا۔ آنے والے مہینوں میں نفس اور شیطان کی قوتوں سے مقابلہ کرنے

Marfat.com

کے لیے کتنی قوت فراہم کی اور در پیش سفر کو کیف و سرور کے ساتھ طے کرنے کے لیے آپ نے کتنی تیاری کی ۔ یا یہ مبارک دن آئے اور یوں ہی گزر گئے۔ آپ کی لاپروائی' نادانی ' بے فکری اور بچکانہ پن نے آپ کو اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے لیے یہ موقع فراہم کیا تھا کہ آپ اپنی دانش مندی' دور اندیشی حسن تدبیر اور محنت و ریاضت سے اس مہینے میں اپنے کو اس لائق بنا لیں کہ سال بھر تک آپ نفس اور شیطان سے نبٹنے میں جوانمردی دکھا سکیں' خواہشات کو زیر کرنے میں حوصلہ اور ہمت سے کام لے سکیں' اور رمضان کے شب و روز کی عبادتوں اور ریاضتوں سے اپنے اندر اتنی توانائی پیدا کر لیں کہ نہایت سبک رفتاری کے ساتھ در پیش سفر کو طے کریں۔ آپ ہی جان سکتے ہیں کہ خدا کے اس انعام اور احسان کے ساتھ آپ نے کیا سلوک کیا۔ خدا نخواستہ یہ زریں موقع اگر یونہی ضائع ہو گیا اور آپ کچھ حاصل نہ کر سکے' تو اپنی بے بسی' بے چارگی اور بے پناہ مشکلات کا اندازہ کیجئے۔ آنے والے گیارہ ماہ کے طویل عرصے میں کیجئے۔ شیطان اور اس کی بے پایاں ذریت' نفس جیسے مکار دشمن کے تباہ کن حملوں کا خیال کیجئے۔ اپنی بے بسی' بے چارگی اور بے سروسامانی پر نظر کیجئے' اور سوچئے' کیسے طے کریں گے آپ اس دشوار گزار سفر کو۔ کیسے برداشت کر سکیں گے سفر کی لرزہ خیز تکلیفوں کو۔ کیسے بچا سکیں گے خود کو شیطان اور اس کی ذریت کی یلغار سے۔ پھر یہ موقع گیارہ ماہ کی طویل گردش کے بعد ہی آپ کو میسر آ سکے گا۔ اور کون دوران سفر میں ہمیشہ کے لیے اس سے محروم ہو جائیں گے ---

سمجھدار' دانشمند' دور اندیش اور مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس مبارک موقع سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا' جنھوں نے خدا سے تعلق مضبوط کر کے قلب و روح میں تازگی پیدا کی' روزے رکھ کر تقویٰ کی نا قابل تسخیر قوت فراہم کی' قرآن

Marfat.com

پاک کی تلاوت سے اپنے دلوں کو جلا بخشی، راہ حیات کے نشانات کو پہچاننے سمجھنے کی بصیرت حاصل کی، خدا کی راہ میں اپنا دل پسند مال خیرات کر کے اپنے نفس کو دنیا پرستی کی کدورتوں اور گندگیوں سے صاف کیا۔ مسجد کے گوشوں میں خدا سے لو لگا کر خدا کا قرب حاصل کیا، اور ایک موقع شناس تاجر کی طرح انھوں نے موقع سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔

آپ کو رمضان مبارک کی ساعتوں سے کیا ملا۔ اس کا صحیح صحیح احساس آپ ہی کو ہو سکتا ہے، دوسرے اندازہ ہی لگا سکتے ہیں۔ مگر دوسروں کے اندازے سے آپ کو کیا فائدہ اور کیا مطلب؟ آپ خود ہی اپنا احتساب کیجئے، اپنا بے لاگ جائزہ لیجئے اور اپنے کیے کے نتائج دیکھنے کا انتظار کیجئے۔

رمضان کی راتوں میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر آپ نے قرآن کی تلاوت کی جو حضورؐ پر نازل ہوا تھا، اور جس کے مطابق حضورؐ نے زندگی گزاری تھی۔ یہ قرآن ٹھیک انھی الفاظ میں محفوظ ہے اور ٹھیک انھی الفاظ میں آپ رمضان بھر اس کی تلاوت کرتے رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کو ماننے والے، اس پر چلنے والے اور اس کو عملی زندگی میں اپنا دستور بنانے والے ہمیشہ کامیاب رہے ہیں۔ کیا اسی تصور، اسی یقین اور اسی ارادے کے ساتھ آپ نے اس کی تلاوت کی۔ اور اب اسی یقین اور اسی ارادے کے ساتھ آئندہ زندگی گزارنے کا سنجیدہ فیصلہ آپ کر چکے ہیں؟ خدا کی راہ میں اپنا مال لٹا کر، خدا کے لیے بھوکے پیاسے رہ کر واقعی آپ فیصلہ کر چکے ہیں کہ اب آپ جان و مال کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں خدا کی مرضی کے مطابق اسی کے لیے صرف کریں گے۔ کیا آپ کی عملی زندگی اس کی گواہی دے رہی ہے۔ کیا واقعی آپ نے اپنے دل سے ہر ناجائز محبت کو کھرچ پھینکا ہے؟ اور دل میں صرف ایک خدا کی محبت ہی کا نور ہے۔

Marfat.com

دن بھر بھوکے پیاسے رہے' جب کہ ٹھنڈا پانی بھی میسر تھا' اور لذیز کھانا بھی۔
لیکن آپ محض اس لیے اس سے بچے رہے کہ خدا نے اس کو روزے میں آپ کے لیے حرام کر دیا ہے۔ مہینہ بھر کی اس مشق نے واقعی آپ کو یہ توانائی اور شعور بخشا ہے کہ اب آپ رزق کے ان تمام وسائل و ذرائع کو یکسر ختم کر دیں گے جو ناجائز یا کم از کم مشکوک و مشتبہ ہیں' اس لیے کہ حرام کی کمائی سے پلے ہوئے جسم کی کوئی نیکی اور عبادت خدا قبول نہیں کرتا۔

اگر خدا نے آپ کو اعتکاف کی توفیق بخشی' تو گویا آپ نے دس دن تک اپنی زندگی سے یہ ثبوت دینا چاہا اور یہ عادت ڈالنی چاہی کہ آپ' آپ کی ہر چیز' اور آپ کی ساری دوڑ دھوپ صرف خدا کے لیے ہے۔ اس دنیا میں آپ کو جو کچھ کرنا ہے۔ صرف اسی لیے کرنا ہے کہ آپ کا خدا آپ سے راضی ہو' اور آپ اس لائق بن سکیں کہ کل خدا کے حضور جب پیش ہوں تو وہ آپ سے خوش ہو۔

اگر رمضان کی مبارک ساعتوں سے اسی شعور' اسی تصور اور اسی عزم کے ساتھ آپ نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اس موقع کو آپ نے اپنے لیے واقعی خدا کی نعمت اور خدا کا احسان سمجھا ہے' تو یقین کیجئے کہ آپ انھی خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کی عید واقعی عید ہے۔ واقعی آپ اس کے مستحق ہیں کہ آپ عید منائیں' اور آپ کو عید کی مبارکباد دی جائے ـــ لیکن اس مبارک موقع کو اگر آپ نے یوں ہی ضائع کر دیا ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ کیا آپ عید منانے کے مستحق ہیں' کیا عید کی خوشی میں واقعی آپ کا بھی کوئی حصہ ہے' اور کیا واقعی آپ اس لائق ہیں کہ آپ کو عید کی مبارکباد دی جائے۔

Marfat.com

ہجوم مصائب میں مومن کا سہارا

کس قدر بھیانک رات ہے۔ پوری بستی پرہول اندھیرے میں ڈوبی ہوئی ہے۔ زبردست موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ سخت طوفانی ہوا کے ہیبت ناک جھکڑ چل رہے ہیں۔ شائیں شائیں کی وحشت ناک آوازوں سے دل دہل رہے ہیں۔ سفید اولے تڑا تڑ گر رہے ہیں۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے روح کانپ رہی ہے۔ دھماکہ خیز کڑک سے کان کے پردے پھٹے جا رہے ہیں۔ زلزلے کی وحشت انگیز آوازیں اور پیہم جھٹکے برابر آ رہے ہیں۔ در و دیوار اور مکانوں کی چھتیں اس طرح ڈانوا ڈول ہو رہی ہیں جیسے بیچ سمندر میں طوفانی موجوں کی زد میں آئی ہوئی کشتی ہچکولے کھا رہی ہو۔ عمارتوں اور دیواروں کے گرنے کی سنسنی خیز آوازیں مسلسل آ رہی ہیں۔ ہر طرف چیخ و پکار ہے۔ بچے سہم سہم کر اپنی ماؤں سے لپٹ رہے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے دل لرز رہے ہیں۔ ماں باپ بچوں کے سامنے انھیں روتا بلکتا چھوڑ کر آخری ہچکیاں لے رہے ہیں۔ پیارے بچے شفیق ماں باپ کی نظروں کے سامنے دم توڑ رہے ہیں اور ملبوں کے نیچے دب رہے ہیں۔ ہر طرف قیامت کا عبرتناک منظر ہے۔ خدا کے بندے بے بس، خوف زدہ اور حیران و پریشان ہیں۔

Marfat.com

کچھ لوگ ان آفات و مصائب سے بچنے کی اپنی سی تدبیریں بھی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھیے کچھ لوگ آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں' کہ بجلی کی چمک انھیں نظر ہی نہ آئے۔ کچھ لوگوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں' کہ خوفناک کڑک کی آواز سے محفوظ رہیں۔ کچھ لوگ چھتریاں لگائے کھڑے ہیں' کہ موسلا دھار بارش اور اولوں کی ضربوں سے بچے رہیں۔ کچھ لوگ چھتوں میں اڑانے اور بلیاں لگا رہے ہیں' کہ چھتیں گرنے سے محفوظ رہیں۔ کچھ لوگ گھروں سے نکل نکل کر کھلے میدانوں اور کھلی شاہراہوں کی طرف بھاگ رہے ہیں' کہ گرتی عمارتوں میں دب نہ جائیں۔ کچھ لوگ گھبرا کر پھر اپنے گھروں میں پناہ لے رہے ہیں' کہ اولوں کی ہلاکت خیز بارش سے بچ جائیں۔

یہ زلزلہ کیوں آیا۔ طوفان کی کیا وجہ ہے۔ بجلیاں کیوں کڑک رہی ہیں؟ اور زمین و آسمان یہ قیامت کا منظر کیوں پیش کر رہے ہیں؟ لوگوں کا خیال ہے کہ کچھ طبعی اسباب ایسے فراہم ہوئے جن سے یہ سارے حادثات رونما ہو گئے۔ طبعیات کے ماہرین ان حادثات کی طبعی اور مادی توجیہیں کر رہے ہیں۔ بڑی اکثریت کا انداز فکر یہ ہے کہ لیل و نہار کی گردش اور طبعی تغیرات کے تحت یہ حادثے اور آفتیں خود بخود رونما ہو گئیں' ان سے بچنے اور اپنی حفاظت کرنے کی جو مادی تدبیریں ہم کر سکتے تھے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے --- لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ آفتیں اور یہ حادثے خود بخود طبعی کیفیات کے تحت رونما ہوتے ہیں یا سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے؟ یہی وہ دوراہہ ہے جہاں سے مومن کی راہ دوسروں سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور وہ ان آفات و حادثات پر کسی اور انداز سے سوچتا ہے اور دوسرے کسی اور انداز سے سوچتے ہیں۔

یہ کائنات ایک دانا بینا خدا کی بنائی ہوئی ہے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے' نہایت

Marfat.com

حکمت کے ساتھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کسی خاص مصلحت سے ہو رہا ہے۔ یونہی الل ٹپ یہاں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ مصائب' آلام' حادثات' پریشانیاں' سختیاں محض اتفاقی طور پر سامنے نہیں آتیں بلکہ خدا کے حکم اور ارادے کے تحت یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ خدا کی ذات وصفات پر ایمان نہ رکھنے والے جب سوچتے ہیں تو ان کی نگاہ صرف ظاہری اسباب تک جاتی ہے۔ وہ ان کی مادی توجیہوں سے ہی اپنے ذہن و دماغ کو مطمئن کرتے ہیں اور صرف مادی تدبیروں سے ہی اپنی حفاظت اور بچاؤ کا سامان کرتے ہیں۔ لیکن مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ کسی بڑی مصلحت کے تحت مدبر کائنات کے حکم اور اشارے ہی سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

کل من عند اللہ

سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے۔

اور وہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ یہ مصائب اور سختیاں انسانوں کے اعمال اور کرتوتوں ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں' چاہے یہ کرتوت اور کوتاہیاں انفرادی ہوں یا اجتماعی۔ خدا کا ارشاد ہے:

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ ۴۲ : ۳۰)

اور تم پر جو مصائب بھی آتے ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتے ہیں۔

اور پھر مومن کا یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ ان آلام و مصائب اور تنگیوں اور پریشانیوں کو دور کرنے والا صرف وہ خدا ہے جس کے حکم سے پریشانیاں آئی ہیں۔ یہ پریشانی اور یہ جان لیوا آفات نہ اپنی تدبیروں سے دور ہو سکتی ہیں' اور نہ خدا کے سوا کوئی اور طاقت ہے جو ان سے ہمیں نجات دلا سکے۔

Marfat.com

آپ ہی بتائیے، کیا خوفناک زلزلے سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ آپ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، کیا اولوں کی زد سے بچنے کی سبیل یہ ہے کہ آپ چھتریاں لگا کر کھڑے ہو جائیں۔ کیا دھڑام دھڑام گرنے والی عمارتوں میں دب کر مرنے سے بچنے کی یہ تدبیر کارگر ہے کہ آپ میدانوں کی طرف بھاگ جائیں۔ کیا اولوں کی ہلاکت خیز بوچھاڑ سے بچنے کے لیے لرزتے مکانوں میں پناہ لینے سے آپ کی جان بچ سکتی ہے۔ کیا طبعیات کے ماہرین سے داد فریاد کرنے سے آپ کی مصیبت ٹل سکتی ہے۔

جی نہیں ! یہ سب تدبیریں نہایت بودی، کمزور، سطحی اور بے اثر ہیں۔ زمین اور آسمان کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان مصائب اور آفات کو دور نہیں کر سکتیں۔ بے شک آپ اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ضرور دوڑ دھوپ کریں، لیکن آپ کی ان تدبیروں کو کارگر بنانا بھی خدا ہی کا کام ہے۔

مصائب و مشکلات سے نجات کی یقینی صورت صرف یہ ہے کہ سب سے مایوس اور بے پروا ہو کر آپ صرف خدا کے حضور گڑگڑائیں جو طوفان و بارش، رعدو برق اور ان اولوں اور زلزلوں کا خالق ہے۔ مشکلات سے نجات دینے والا صرف وہی ہے ۔ نفع و نقصان صرف اسی کے قبضے میں ہے۔ وہ خیرو شر کا مالک ہے۔ حالات کو ساز گار بنانا صرف اسی کا کام ہے۔ مصائب اور مشکلات صرف اسی کے حکم سے دور ہو سکتی ہیں جس کے حکم سے یہ آئی ہیں۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗۤ اِلَّا ھُوَ (الانعام ٦ : ١٧)

اگر اللہ تمہیں کسی دکھ اور نقصان میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس دکھ اور نقصان سے بچا سکے۔

یہی نقصان مومن کے فکر و عمل کو صحیح رخ دیتا ہے۔ اور وہ اس لازوال

Marfat.com

سہارے کی بدولت مصائب و آلام کے ہجوم میں بھی' ایسا مطمئن و شاداں و فرحاں اور حوصلہ مند نظر آتا ہے کہ اس راز سے ناآشنا لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔

زندگی کا دریا ہمیشہ اور ہر حال میں سکون کے ساتھ نہیں بہتا ہے' اس میں موجیں اور لہریں اٹھتی ہی رہتی ہیں۔ زلزلے' طوفان' بیماریاں' مشکلات' پریشانیاں آتی ہی رہتی ہیں۔ مگر یاد رکھیے زندگی کے پر سکون ایام کے مقابلے میں ان کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ ایسے حالات عارضی ہوتے ہیں۔ مشکلات کیسی ہی سنگین ہوں' بہرحال ایک دن ان کو ختم ہونا ہے' اور بہت جلد ان کو ختم ہونا ہے۔ بے شک بعض اوقات یہ مصیبتیں اتنی گمبھیر اور حالات اس قدر سنگین ہو جاتے ہیں کہ آدمی یوں سوچنے لگتا ہے کہ شاید یہ مصائب اب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔

طول غم حیات سے گھبرا نہ اے جگر\
ایسی بھی کوئی رات ہے جس کی سحر نہ ہو

خدا غیب سے ایسی تدبیریں مہیا فرماتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے مصائب کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور سکون و راحت کی وہ مسرت انگیز صبح نمودار ہوتی ہے جس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ پھر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس شر میں کیا خیر پوشیدہ ہے۔ بہت سی چیزوں کو انسان اپنے حق میں نہایت مضر اور برا سمجھتا ہے' لیکن وہی اس کے لیے خیر اور بھلائی کا سبب ہوتی ہیں۔ مومن کے لیے کیا گنجائش کہ وہ مایوسی اور حوصلہ شکنی کا شکار ہو' اور شکستہ خاطر ہو کر ہمت توڑ بیٹھے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (الفاتحہ ۱ : ۷)

ہمیں ان کی راہ پر چلا جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

یہ دعا مانگنے والوں کی راہ تو بہت صاف اور جانی پہچانی ہے۔ اس راہ میں تو

Marfat.com

مایوسی، ہمت شکنی اور ناکامی کا سوال ہی نہیں ہے۔ جس شاہراہ پر آپ چل رہے ہیں اور چلتے رہنے کی دعائیں کر رہے ہیں یہ وہ راہ ہے جس پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین چلے ہیں اور ان کی سیرت و تاریخ کے ہر ہر باب میں آپ کے لیے عبرت و نصیحت اور بصیرت و روشنی کے ایسے سامان ہیں جن سے صرف آپ کی ڈھارس ہی نہیں بندھتی، بلکہ اس راہ پر حوصلے اور نشاط کے ساتھ چلتے رہنے اور مشکلات کو انگیز کرنے کا ناقابل شکست حوصلہ بھی پیدا ہوتا ہے اور قدم قدم پر یہ یقین مضبوط ہوتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ان پر مختلف مصیبتیں اور آزمائش آتی ہیں مگر یہ ان کے عروج و کامرانی اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتی ہیں۔

چند ناعاقبت اندیش جوانوں نے ایک نو عمر بچے کو شفیق باپ سے جدا کر کے جنگل کے ایک کنویں میں ڈال دیا، اور اپنی دانست میں وہ یہ سمجھے کہ ہم نے اس کا کام تمام کر دیا۔ نو عمر بچہ بھی کیا سوچ سکتا تھا، کہ اس اندھیرے کنویں کی تہ سے کبھی نکل کر وہ سکون و راحت کی فضا میں سانس لے سکے گا۔ مگر مدبر کائنات اپنے منصوبے کو پورا کرنے کے لیے ایسی لطیف، نتیجہ خیز اور مخفی تدبیریں کرتا ہے کہ کوتاہ بیں انسان کی نظریں وہاں تک نہیں پہنچ پاتیں۔ یہ آپ ہی کی تاریخ ہے، یاد کیجئے اسی اندھیرے کنویں کی تہ سے مصر کا تخت جنم لیتا ہے، اسی مصیبت کی تاریکی سے راحت و سکون کی دلنواز روشنی پھیلتی ہے اور پورے مصر کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

پھر اسی مصر میں نفس کے ہاتھوں مغلوب ایک عورت اس نوخیز اور پاکباز نوجوان پر گھناؤنا الزام لگاکر اس کو ذلت و رسوائی کی سزا دینے کا موقع پیدا کرتی ہے۔ مگر کسی کو کیا معلوم کہ اسی مصیبت کی بدولت اسی فرشتہ صفت جوان کو

Marfat.com

عفت و پاکبازی کی ... شہرت اور سند عطا ہونے والی ہے جس کا تصور بھی کوئی نہیں
کر سکتا تھا۔ جب تک یہ دنیا باقی ہے اس مقدس جوان کی پاکبازی اور عفت مابی کی
داستان خدا کے بندے پڑھتے رہیں گے اور خدا کے الفاظ میں ان کی پاکیزگی اور
پرہیز گاری کی گواہی اتنے افراد دیتے رہیں گے' جن کا شمار صرف خدا ہی لگا سکتا
ہے۔ بندوں کے بس میں نہیں کہ وہ اس کا حساب لگا سکیں۔

قیامت تک قرآن میں یوسف علیہ السلام کی کامیابی' سربلندی اور پاکبازی کا
قصہ تلاوت کیا جاتا رہے گا۔ اور خدا کے نیک بندے ان کو درود و سلام کے تحفے
پیش کرتے رہیں گے ۔ ایک مظلوم صاحب بجن کا یہ تابناک مستقبل ہو گا' کون
دیکھ سکتا تھا اور کس کی نگاہ یہاں تک پہنچ سکتی تھی۔

پھر آپ ذرا ذہن پر زور ڈالیے۔ سورۂ یوسف اس وقت نازل ہوئی جب
یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح مکے میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریشی بھائی
اپنے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح ظلم و زیادتی کر رہے تھے' اور
مکے کی سرزمین خدا کے رسولؐ اور رسولؐ کے ساتھیوں کے لیے اپنی تمام تر
وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی تھی۔ مگر بار بار ان سے یہی کہا جا رہا تھا کہ کامیابی
تمہارا ہی حق ہے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ چند نہتے حق پرست ان ظالموں کے چنگل
سے نجات پا سکیں گے اور ان کو راحت و سکون کے ماحول میں سانس لینے کا موقع
مل سکے گا۔ مگر یہی انتہا سے گزری ہوئی جسمانی اور روحانی اذیتیں راہ ہموار کر رہی
تھیں اور پھر انھی مصائب و آلام کی اندھیری راتوں سے' عیش و سکون اور عزت
و کامرانی کی صبح نمودار ہوئی اور اسی گردش لیل و نہار سے ایک دن فتح مکہ کی
نورانی صبح طلوع ہوئی جس کی روشنی سے صرف عرب ہی نہیں پوری دنیا جگمگا اٹھی
اور انشاء اللہ قیامت تک جگمگاتی رہے گی۔

Marfat.com

آپ کی تاریخ کے یہ واقعات آپ کے سامنے بار بار اسی لیے دہرائے گئے ہیں کہ آپ کو یقین کی لذت حاصل ہو' اور کسی مرحلے پر بھی آپ ڈانواں ڈول نہ ہو سکیں۔ زمینی آفات ہوں یا آسمانی حادثات' وہ ثابت قدم رہے اور ان کا یہ یقین نکھرتا چلا گیا کہ خدا کی پکڑ سے نجات خدا ہی کے دامن رحمت میں مل سکتی ہے۔

وَظَنُّوٓا اَنۡ لا ملجا من الله الا اليه (التوبہ ۹ : ۱۱۸)

اور انھیں یقین ہو گیا کہ اللہ کی گرفت سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ اگر ہے تو خود اللہ ہی کا دامن رحمت ہے۔

اس یقین و عمل نے انھیں کیا بخشا۔ خود قرآن کے الفاظ میں سنئے اور ایمان تازہ کیجیے:

ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ۝ (التوبہ ۹ : ۱۱۸)

پھر اللہ خود اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

یعنی ان کی اس کیفیت پر خدا کی رحمت کو جوش آ گیا۔ اور خدا کو ان پر ایسا پیار آیا' کہ وہ خود ان کی طرف پلٹا' اس نے اپنی رحمت ان پر انڈیل دی' انھیں سچی توبہ کی توفیق بخشی اور بے پایاں رحمتوں سے اس قدر نوازا کہ رہتی دنیا تک راہ حق کے قافلوں کے لیے ان کی زندگیاں مشعل راہ بن گئیں۔ عبرت و نصیحت کے کیسے کیسے آبدار موتی بکھرے ہوئے ہیں تاریخ کے ان پارینہ اوراق میں' اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ بندے جو انھیں رولنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔

Marfat.com

قربانی کرتے وقت

ایک بوڑھے غریب الوطن نے خواب میں خدا کا یہ اشارہ پایا کہ اپنے اکلوتے لخت جگر کو ہمارے محبت پر قربان کر دو۔ یہ کسی عام انسان کا خواب نہ تھا۔ خدا کے پیغمبر کا خواب جھوٹا نہیں ہوتا۔ اور پھر ایک صبح مکے کی سرزمین نے یہ رقت انگیز منظر دیکھا' کہ ایک بوڑھا باپ اپنے اکلوتے جگر گوشے کی گردن پر تیز چھری چلانا چاہتا ہے۔ اپنے محبوب بچے کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ بڑھاپے کے سہارے کو قربان کرنا چاہتا ہے۔ دل پر کیا گزری ہو گی' باپ تو باپ ہی ہوتا ہے۔ ہر باپ اپنے بارے میں ذرا تصور کرے مگر ابراہیمؑ کیسے تیار نہ ہوتے' خدا کا حکم تھا۔ ابراہیمؑ سچے تھے' وفادار تھے' مخلص اور حنیف تھے۔ وہ خدا سے کہہ چکے تھے' اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ' میں رب العالمین کے حضور سپر انداز ہو چکا ہوں' اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر چکا ہوں۔ آزمائش بڑی سخت تھی۔ زمین و آسمان لرز گئے ہوں گے۔ مگر ابراہیمؑ استقلال کے پیکر تھے' صبر و رضا کی مثال تھے۔ بے شک بیٹا پیارا تھا' مگر خدا اس سے زیادہ پیارا ہے۔ شفیق اور نرم دل باپ جان سے زیادہ عزیز بیٹے کی گردن پر تیز چھری پھیرنا ہی چاہتے تھے کہ ندا آئی' ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ خدا نے تمہاری قربانی قبول کر لی۔ مینڈھے کے گلے پر چھری

Marfat.com

پھیر کر اپنے جذبات کی تسکین کرو۔

قربانی، جاں نثاری، سپردگی، فدا کاری، سرفروشی اور وفاداری کے کیسے بے مثال جذبات تھے اس امام انسانیت کے سینے میں، سوچئے تو ایسی رقت طاری ہوتی ہے کہ تصور کی قوتیں جواب دینے لگتی ہیں اور اپنی بے بسی کا احساس ستانے لگتا ہے کہ ہم تو ان جذبات کی نقل بھی نہیں کر سکتے، ہماری زبان میں یہ طاقت نہیں کہ ان جذبات کے لیے اپنے لفظوں میں اپنے رب سے دعا کر سکیں، کتنا عظیم احسان ہے محسن اعظمؐ کا، کہ آپؐ نے ہماری بے بسی کا احساس فرمایا، اور ہمیں قربانی کی دعا سکھائی۔ جانور ذبح کرتے وقت ہمارے سینوں میں قربانی اور جاں نثاری کے کیا جذبات ہونے چاہئیں۔ دعا کے الفاظ سے ہمیں یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ دعا کے الفاظ دہرا کر گویا ہم اپنے رب سے بھیک مانگتے ہیں کہ پروردگار! ہم تیرے خلیل کی نقل کر رہے ہیں۔ عمل سے بھی اور زبان سے بھی۔ پروردگار! تو اپنے کرم سے ہمارے سینوں میں یہ جذبات پیدا فرما دے اور سنت ابراہیمؑ کو زندہ رکھنے والوں میں ہمارا شمار فرما دے۔

قربانی کرتے وقت ہم جو دعا پڑھتے ہیں اس کا لفظ لفظ اس لائق ہے کہ ہم اس پر غور کریں، اور پھر جانور ذبح کرتے وقت توجہ اور شعور کے ساتھ یہ دعا پڑھیں:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین، لاشریک له و بذالک امرت و انا من المسلمین، اللهم منک و لک بسم الله الله اکبر۔

میں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رخ اس خدا کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، میں ٹھیک اس طریقے کا پیرو ہوں جو

Marfat.com

ابراہیمؑ کا طریقہ تھا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں' بلاشبہ میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا اور میں فرماں بردار بندوں میں سے ہوں" اے اللہ یہ تیرا ہی مال ہے اور تیرے ہی حضور پیش ہے۔ بسم اللہ اللہ اکبر۔

Marfat.com

موت کے دروازے پر

کچے دھاگے میں بندھی ہوئی موت کی تلوار ہر وقت آپ کے سر پر لٹک رہی ہے، کچھ نہیں معلوم کہ زندگی کا یہ کچا دھاگا کب ٹوٹ جائے اور موت کی تلوار آپ کا کام تمام کر دے۔ اس نازک ترین صورت حال میں آپ زندگی کی گھڑیاں گزار رہے ہیں۔ اور کسی وقت یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی زندگی کے کتنے لمحے باقی ہیں۔ کسی بھی وقت آپ دوسری دنیا کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ آپ چاہیں، جب بھی منتقل ہونا ہے، نہ چاہیں، جب بھی منتقل ہونا ہے۔ آپ کو دوسری دنیا کا یقین ہو، جب بھی منتقل ہونا ہے۔ اور آپ دوسری دنیا پر یقین نہ رکھتے ہوں، تب بھی منتقل ہونا ہے۔ یہ انتقال بہر حال ایک دن ہونا ہے۔ ہر متنفس جس نے زندگی پائی ہے ایک دن اسے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

کُل نفس ذائقۃ الموت (آل عمران ۳ : ۱۸۵)

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

موت سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں، آدمی کہیں ہو، کسی حال میں موت سے بچ نہیں سکتا۔ موت سے بچنا ممکن نہیں۔

این ما تکونوا یدرککم الموت و لو کنتم فی بروج مشیدۃ (النساء ۴ :

Marfat.com

(۷۸)
تم جہاں کہیں بھی ہو موت بہر حال آکر رہے گی۔ تم خواہ کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔

موت کے وقت کو کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔ خدا نے ہر متنفس کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ یہ مقرر وقت پورا ہونے کے بعد کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (المنفقون ۶۳ : ۱۱)

اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا، جب اس کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے۔

موت ایک ایسی یقینی حقیقت ہے، جس کے لیے دلیل و حجت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ لاتعداد انسان اس کا مزہ چکھ چکے۔ جو موجود ہیں انھیں یقیناً ایک روز اس کا مزہ چکھنا ہے، اور جو آئندہ دنیا میں آئیں گے وہ بھی یقیناً ایک روز موت کا منہ دیکھیں گے۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ موت کا استقبال آپ کن جذبات اور کیفیات کے ساتھ کرتے ہیں۔ زندگی کے یہ آخری لمحات ہی انسان کا اصل مقام متعین کرتے ہیں کہ بندہ عظمت یا ذلت کے کس درجے پر ہے۔ ایک مغربی شاعر نے کتنی سچی بات کہی ہے:

اگر تم کسی انسان کو اس کے تمام اوصاف و خصائل کے ساتھ اصل صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو --- اس وقت تک انتظار کرو، جب موت کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ اس وقت وہ سارے بناوٹی پردے ہٹ جائیں گے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیتا ہے۔ اس کی روح

Marfat.com

موت کی دستک سنتے ہی سارے نقاب پھاڑ ڈالتی ہے اور بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ آدمی کی بے نقاب شخصیت زندگی کے آخری لمحات ہی میں سامنے آتی ہے اور یہی لمحات بتاتے ہیں کہ آدمی دنیا سے کامیاب جا رہا ہے یا ناکام ---- اسی لیے ہر مومن زندگی بھر یہ دعا کرتا ہے کہ خدایا میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ یہی اس کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے اور اسلام نے اسے یہی تعلیم دی ہے۔ جنازے کی نماز پڑھتے ہوئے جب موت کے شکار انسان کا لاشہ اس کے سامنے ہوتا ہے، وہ سوز و غم میں ڈوبی ہوئی دل گیر آواز میں اپنے پرور دگار سے یہی کہتا ہے:

ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الا یمان۔

پروردگار ہم میں سے جس کو بھی تو موت دے اس حال میں موت دے کہ وہ ایمان پر قائم ہو۔

جنازے کی نماز میں پڑھی جانے والی دعا کے یہ الفاظ اس لائق ہیں کہ آدمی کبھی ان کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دے۔ اور یاد رکھے کہ آخر کار ایک دن اسے بھی اسی طرح دنیا سے رخصت ہونا ہے ---- فکر کی بات یہ نہیں ہے کہ رخصت ہونا ہے، رخصت تو ایک دن ہونا ہی ہے، فکر کی بات اگر کچھ ہے تو صرف یہ ہے کہ پروردگار اس حال میں اس دنیا سے اٹھائے کہ سینہ ایمان کے نور سے منور ہو۔

زندگی کا کچا دھاگا کب ٹوٹے گا۔ موت کا دروازہ کب کھلے گا اور کس چپہ زمین پر کھلے گا، اور کب آپ اس میں چارونا چار داخل ہو جائیں گے، یہ کسی کو معلوم نہیں۔ یہ راز صرف عالم الغیب ہی کو معلوم ہے۔

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○ (لقمن ۳۱: ۳۴)

Marfat.com

کوئی متنفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس سر زمین پر اس کو موت آنی ہے۔ اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

ہر لمحہ آپ اس اندیشے کے ساتھ گزار رہے ہیں کہ ممکن ہے یہی زندگی کا آخری لمحہ ہو' ہر دوسرا لمحہ موت کا لمحہ ہو سکتا ہے' اور آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوسری دنیا میں منتقل ہو سکتے ہیں۔

جب واقعہ یہ ہے --- اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ نہیں ہے --- تو پھر خود ہی اپنے ضمیر سے پوچھئے کہ خاتمہ بالخیر کی تمنا میں آپ کس قدر صادق ہیں' ایمان پر خاتمے کی دعا آپ کتنے اخلاص کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ہر دوسرا لمحہ جو یکایک آپ کو دوسری دنیا میں منتقل کر سکتا ہے' کیا واقعی آپ اس کیفیت' شعور' احساس اور بیداری کے ساتھ گزار رہے ہیں کہ اگر یہی لمحہ زندگی کا آخری لمحہ ہو --- تو یہ ایمان کا لمحہ ثابت ہو' خدا کی اطاعت کا لمحہ ثابت ہو' معصیت اور نا فرمانی کا لمحہ نہ ہو۔

یہ خالص آپ کا ذاتی مسئلہ ہے۔ آپ کی اور صرف آپ کی کامیابی اور ناکامی کا مسئلہ ہے۔ کوئی دوسرا اس مسئلہ میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا' نہ یہ دوسروں کو مطمئن کرنے کا مسئلہ ہے' یہ صرف اپنی ذات کو مطمئن کرنے کا مسئلہ ہے' اپنے ضمیر سے جواب لینے اور اسے مطمئن کرنے کا مسئلہ ہے۔ سامنے آنے والے نتائج صرف آپ ہی کو بھگتنے ہیں' کوئی دوسرا قطعاً آپ کا شریک حال نہ ہو گا--- کس قدر قابل رشک ہے وہ موت جو اس حال میں آئے' کہ آدمی کو ایمان کی دولت حاصل ہو' اور وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو --- موت کے اس پار کیا ہے اور انسان کو کن حالات سے دو چار ہونا ہے --- کچھ نہیں معلوم۔ حیرت

Marfat.com

انگیز دریافت اور ایجاد کے باوجود انسانی معلومات کے ذرائع اس معاملے میں ذرا کام نہیں دے سکتے۔ البتہ وہ لمحات جب آدمی موت کے دروازے پر ہوتا ہے' ضرور کچھ کچھ پتا دیتے ہیں کہ رخصت ہونے والا کیسا ہے اور اس کا کیا انجام ہونے کی توقع ہے۔

تاریخ کے صفحات میں کتنے ہی خوش نصیبوں کے وہ لمحات محفوظ ہیں جب وہ موت کے دروازے پر تھے۔ اس وقت اسلامی تاریخ کے تین بزرگوں کے آخری لمحات کی ایمان افروز کیفیات سے ایمان کو تازہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ دم واپسیں خدائے رحمٰن و رحیم ہمیں بھی ان کیفیات میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے" میرے والد محترم مرض موت کے آخری ایام میں بے ہوش ہو گئے تو میری زبان سے بے اختیار نکل گیا' افسوس میرے باپ کو سخت بیماری ہو گئی ہے۔ اتنے میں والد محترم کی آنکھ کھل گئی۔ تو فرمایا' عائشہ ! یہ بیماری نہیں ہے' یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے:

وَجَآءَتۡ سَكۡرَةُ الۡمَوۡتِ بِالۡحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنۡتَ مِنۡهُ تَحِيۡدُ ○ (ق ۵۰ : ۱۹)

"اور موت کی جاں کنی حق لے کر آپہنچی۔ یہ وہی چیز ہے جس نے تو بھاگتا تھا"۔

پھر پوچھا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟"

میں نے عرض کیا "تین کپڑوں میں"۔

پھر پوچھا "آپؐ نے کس دن وفات پائی تھی؟"

میں نے عرض کیا "پیر کے دن"۔

"میں اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری

Marfat.com

موت واقع ہو جائے۔ پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا "دو کپڑے مزید ملا کر مجھے انھی کپڑوں میں دفنا دینا"۔

میں نے کہا کہ "یہ کپڑے تو پرانے ہیں"۔

الحی احرج الی الجدید من المیت انما للریم۔

زندہ انسان مردہ کے مقابلے میں نئے کپڑوں کا زیادہ ضرورت مند ہے اور یہ کفن تو ریم اور خون کے لیے ہے۔

اور جب آپ کی سانس اکھڑنے لگی تو دعائے یوسفی آپ کی زبان پر تھی: **توفنی مسلما والحقنی بالصا لحین**' خدایا تو مجھے اس حال میں اٹھا کہ میں مسلم اور تیرا فرمانبردار ہوں اور مجھے صالح بندوں میں شامل فرما"۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا جب بالکل آخری وقت آگیا' تو آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔ مٹھایاں کس لیں اور زبان پر یہ کلمات تھے: الٰہی! تو نے حکم دیا اور ہم نے حکم عدولی کی۔ پروردگار! تو نے منع فرمایا اور ہم نے نا فرمانی کی۔ خدایا! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آ سکوں۔ پروردگار! اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہو گی' تو میں ہلاک و برباد ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد تین بار کہا' لا الہ الا اللہ' اور روح جسم سے پرواز کر گئی

شہید کربلا نواسہ رسولؐ پر ہر طرف سے دشمنوں کا نرغہ تھا' آپ بھی برابر تلوار چلا رہے تھے۔ پیدل فوج پر آپ ٹوٹ پڑے ا تن تنہا اس کے قدم اکھاڑ دیے۔ عبداللہ بن عمار کہتا ہے' میں نے نیزے سے حضرت حسینؓ پر حملہ کیا اور ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں چاہتا تو ان کو قتل سکتا تھا' لیکن میں نے خیال کیا' میں یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ دائیں بائیں ہر طرف ان پر حملے ہو رہے تھے '

Marfat.com

یعنی وہ جس طرف مڑ جاتے تھے' دشمن بھاگ کھڑا ہوتا تھا۔ وہ اس وقت کرتہ پہنے ہوئے تھے ' اور سر پر عمامہ تھا۔ خدا کی قسم' میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا سارا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے تہ تیغ ہو گیا ہو' ایسا بہادر' ثابت قدم' مطمئن اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے ' جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی دوران آپ کی بہن حضرت زینب بنت فاطمہؓ خیمے سے باہر نکلیں۔ ان کے کانوں میں بالیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ چلاتی تھیں' کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔

پیاس کی شدت سے آپؓ کا برا حال تھا۔ پانی پینے کے لیے آپؓ فرات کی طرف بڑھے' اچانک دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا' اور آپؓ کے مبارک حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپؓ نے تیر کھینچ لیا۔ پھر آپؓ نے ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپؓ نے خون آسمان کی طرف اچھالا' اور خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا "الٰہی ! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ ! تیرے رسولؐ کے نواسے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے" زرعہ بن شریک نے اسی دوران پہلے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا۔ پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپؓ کمزوری سے لڑ کھڑائے۔ سنان بن انس نے بڑھ کر نیزہ مارا۔ اور آپؓ زمین پر گر پڑے۔ اور پھر اسی ظالم نے نواسہ رسول کو ذبح کیا' اور سر تن سے جدا کر دیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

Marfat.com

رحمت الٰہی کے امیدوار

آپ خدا سے رحمت کے امیدوار ہیں، ہونا ہی چاہیے۔ مومن کی یہی شان ہے، رحمت سے مایوسی تو کفر ہے۔ کافر ہی رحمت الٰہی سے مایوس ہوتا ہے، مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ وہ ہمیشہ پر امید رہتا ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝ (یوسف ۱۲: ۸۷)

بلاشبہ اللہ کی رحمت سے تو وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

رحمت کی امید اس حقیقت کی یقینی دلیل ہے کہ آپ کے دل میں ایمان ہے، ایمان آپ کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، جو دونوں جہاں میں آپ کی فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے --- سوچنے اور مطمئن ہونے کی بات صرف یہ ہے کہ آپ واقعی امیدوار رحمت ہیں یا کسی دھوکے میں مبتلا ہیں، آپ صرف اپنی نظر میں خدا کی رحمت کے امیدوار ہیں یا خدا کی نظر میں بھی واقعی امیدوار ہیں، حقیقت میں رحمت کا امیدوار تو وہی ہے، جس کو خدا بھی اپنی رحمت کا امیدوار قرار دے۔

آیئے عقل و بصیرت اور کتاب و سنت کی روشنی میں یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ فی الواقع رحمت الٰہی کا امیدوار کہلانے کا مستحق کون ہے۔ امیدوار رحمت کی کیا شان ہوتی ہے، اور اس کی عملی زندگی پر اس حقیقت کے کیا اثرات

Marfat.com

پڑتے ہیں۔ رحمت کی امید رکھنے کا دعویٰ تو ہر ایک کر سکتا ہے لیکن یہ بہر حال اطمینان کر لینے کی بات ہے کہ کس کا یہ دعویٰ سچا ہے اور کون محض حماقت اور فریب میں مبتلا ہے۔

آپ اپنی کھیتی سے امید رکھتے ہیں کہ اس سے آپ کو اچھی پیداوار حاصل ہو گی۔ کون کاشتکار ایسا ہو گا جو اپنی کھیتی سے یہ امید نہ رکھے۔ مگر یہ امید وار اپنی امید میں اسی وقت تو حق بجانب ہوتا ہے' جب انتہائی محنت اور سخت کوشی سے زمین جوتتا ہے' نرم کرتا ہے' اور پسینہ بہا بہا کر جب زمین تیار کر لیتا ہے تو پھر اس میں اچھے قسم کے بیج بوتا ہے۔ پھر نرائی اور گڑائی کرتا ہے۔ پھر بجا طور پر اپنے کھیت سے اچھی پیداوار کی آس لگاتا ہے۔ اگر کوئی کاشتکار زمین جوتنے' بونے اور سینچنے کی زحمت ہی نہ اٹھائے' کسی سخت کوشی اور محنت کے لیے تیار ہی نہ ہو' مگر کھیت سے اچھی پیداوار کا امیدوار ہو' تو یہ امید نہیں' حماقت اور نادانی ہے۔

آپ کاروبار کرتے ہیں اور اپنے کاروبار سے نفع کی امید رکھتے ہیں۔ کاروبار سے نفع کی امید پر ہی کاروبار کیا جاتا ہے۔ مگر ہر کاروبار کرنے والا اپنے کاروبار کے لیے ضرورت کے مطابق سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ اپنا وقت لگاتا ہے۔ جسم و جان اور دل و دماغ کی قوتیں لگاتا ہے۔ دلچسپی اور تن دہی سے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ کاروبار کے سارے تقاضے پورے کرتا ہے اور جب خود اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ کاروبار کو کامیاب بنانے کے لیے جو کچھ وہ کر سکتا ہے اس میں اس نے کوتاہی نہیں کی بلکہ محنت اور سوجھ بوجھ کا حق ادا کر دیا تو پھر بجا طور پر وہ اس سے امید لگاتا ہے کہ اسے خدا کے فضل سے خاطر خواہ نفع حاصل ہو گا۔ اگر کوئی تاجر اپنے کاروبار کے لیے سرے سے کچھ کرے ہی نہیں اور یہ امید رکھے کہ خاطر خواہ نفع حاصل ہو گا تو عقل کی دنیا میں اس کو امید نہیں حماقت اور فریب نفس کہیں گے۔

Marfat.com

آپ اعلیٰ امتحانوں میں شریک ہوتے ہیں' امتیازی نمبروں سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے امید وار ہوتے ہیں۔ بے شک امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی کی امید رکھنا ہی چاہیے۔ مگر آپ کی محنت اور عرق ریزی' اللہ' نہ دن کو آرام نہ رات کو سکون' اپنی پیاری نیند اور آرام و راحت کو تج کر ہر وقت آپ تیاری میں غرق رہتے ہیں۔ دنیا اور مافیہا سے بے خبر آپ کو صرف ایک ہی دھن ہوتی ہے۔ کسی طرح اپنا کورس ہضم کرلیں اور پھر بجا طور پر آپ نمایاں کامیابی کے امید وار ہوتے ہیں۔ خدا کامیابی سے نوازتا بھی ہے۔ آپ ہی بتائیے اگر آپ کورس کی تیاری میں کوئی محنت نہ کریں' آرام و راحت ہی مین اپنے شب و روز بتاتے رہیں اور نمایاں کامیابی کی امید رکھیں تو یہ امید ہے یا جہالت ' یقیناً یہ امید نہیں انتہا درجے کی بے وقوفی ہے۔ دنیا کے معاملات میں جب آپ یا کوئی امید وار ہوتا ہے تو اس کی امید واری اسی وقت تسلیم کرتے ہیں' جب وہ اپنے کو امید وار ثابت کرنے کے سارے تقاضے پورے کرتے ہوئے امید واری کا دعویٰ کرتا ہے۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ رحمت الٰہی کے امید وار کو بھی اسی کسوٹی پر پرکھا جائے اور اسی وقت وہ رحمت الٰہی کا امیدوار قرار دیا جائے جب وہ اس امیدواری کے تقاضے بھی پورے کرتا ہو۔

کتاب و سنت کے نزدیک بھی خدا کی رحمت کا سچا امید وار وہی ہے جو ایک حقیقت پسند کاشتکار کی طرح ایمان خالص کا بیج اپنے قلب کی سر زمین میں بوئے۔ قلب کو برے خیالات اور گندے جذبات اور مکر و ریا کے جھاڑ جھنکاڑ سے صاف رکھے اور عبادت و ریاضت اور نیکی و حسن سلوک کے پانی سے برابر سینچتا رہے اور مرتے دم تک اپنے قلب کی کھیتی کی حفاظت و نگرانی کرتا رہے۔ ایسے سچے امید وار کی پہچان یہ ہے کہ ہر نئی صبح وہ دین کی راہ میں کچھ اور آگے ہو گا۔ اس کے

Marfat.com

دینی جذبات میں کچھ اور نکھار آئے گا خدا ترسی کے کاموں میں وہ پیش پیش ہو گا' اور ہر وقت اپنے ایمانی جذبات کی دیکھ بھال اور نگرانی میں چاق چوبند رہے گا۔ کسی وقت اس پر ایسی غفلت طاری نہ ہو گی کہ وہ ایمان کی خبر گیری سے بے پروا ہو جائے۔ اس لیے کہ کھیت کی نگرانی چھوڑ دینا' اور کھیت سے بے پروا ہو جانا مایوسی اور دنیا پرستی کی علامت ہے۔

جو شخص خدا سے مغفرت کی امید رکھتا ہے اور اس بات کی امید رکھتا ہے کہ اس کا رب اسے جنت کی لازوال نعمتوں سے نوازے گا وہ برابر کوشاں رہے گا کہ اپنے رب کی نظر میں وہ خود کو مغفرت و رضوان اور جنت کی بے مثال نعمتوں کا مستحق بنائے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خدا سے رحمت و عنایت کی امید بھی کرے اور اس کی اطاعت و عبادت میں سستی بھی دکھائے۔ نا فرمانی کی روش اور پھر رحمت کی امید! امید نہیں حماقت اور ڈھٹائی ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا (الاعراف ۷ : ۱۶۹)

پھر اگلی نسلوں کے بعد ان کے جانشین وہ لوگ ہوئے جو کتاب الٰہی کے وارث ہو کر اس دنیائے دنی کے فائدے سمیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔

یہ رحمت خداوندی کی امید واری نہیں بلکہ جہالت اورڈھٹائی ہے' رحمت الٰہی تو انھی بندوں پر سایہ فگن ہوتی ہے جو اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں' اور نیک اخلاق و کردار کے مالک ہوتے ہیں۔ **ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین**' بے شک اللہ کی رحمت انھیں لوگوں سے قریب ہے جو نیکو کار ہیں۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو عقل کا دیوالیہ اور عاجز و

Marfat.com

درماندہ بتایا ہے' جو خواہشات نفس کے پیچھے پڑا رہے اور اللہ سے طرح طرح کی امیدیں باندھتا رہے۔

و العاجز من اتبع نفسہ ھواھا و تمنی علی اللہ۔

اور عاجز و درماندہ شخص وہ ہے جو نفس کی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اللہ سے طرح طرح کی تمنائیں کرتا ہے۔

دو لفظوں میں رحمت الٰہی کی امید کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کے بس میں جو کچھ ہو' اس کے کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے اور پھر بھروسہ خدا پر رکھے اور حالات بظاہر کیسے ہی مایوس کن ہوں' کبھی آس نہ توڑے۔ یعقوبؑ نے اپنے محبوب بیٹے کو کھو دیا۔ پھر گومگو کی کیفیت کے ساتھ دوسرے بیٹے کو بھی' جو یوسفؑ کی نشانی تھا' بھائیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ پھر یہ دل دہلا دینے والی خبر سنی کہ شاہ مصر نے اس کو بھی روک لیا ہے اور بھائی خالی ہاتھ واپس آگئے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ چاروں طرف مایوسی کی گھٹائیں تھیں۔ بظاہر دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی۔ لیکن یعقوبؑ پیغمبر تھے۔ پیغمبرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ انھوں نے انھی حالات میں بیٹوں سے کہا:

لَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ ط اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ○ (یوسف ۱۲: ۸۷)

دیکھو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے تو وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

مومن کی شان یہی ہے کہ وہ ہر حال میں خدا سے رحمت کی امید رکھے' اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو --- اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ خدا کی نظر میں خود کو سچا امیدوار رحمت ثابت کرنے کی

Marfat.com

کوشش کرے اور بس --- جو شخص خدا سے رحمت کی امید رکھتا ہے خدا اسے کبھی مایوس نہیں کرتا۔ البتہ امید واروں کی زندگی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (البقرہ ۲ : ۲۱۸)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی اور مسلسل جدو جہد کرتے رہے۔ یہی لوگ حقیقت میں خدا کی رحمت کے امید وار ہیں۔ اور اللہ بے پناہ در گزر کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یہ آیت صاف صاف بتاتی ہے کہ خدا کی نظر میں کون لوگ واقعی رحمت کے امید وار ہیں: جو ایمان لائیں' جو خدا کی راہ میں ہجرت کریں' یعنی خدا کے دین کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنے کاروبار' اپنے خاندان ' اپنے وطن اور اپنے وسائل و ذرائع سب قربان کر دیں ' اور جو خدا کے دین کی اشاعت کے لیے مسلسل جدو جہد کرتے ہیں۔

حضرت یحیٰی بن معاذ کہتے ہیں' اس سے بڑی نادانی اور حماقت اور کیا ہو گی کہ آدمی دوزخ کا بیج بوتا رہے اور جنت پانے کی امید رکھے۔ نیکوں کا مقام پانا چاہے اور بد کاروں کے سے کام کرے۔ نیکی اور بھلائی نہ کرے اور اجر و ثواب کا طالب ہو۔

Marfat.com

مومن کا فکر و عمل

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے رب کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو ایمان و اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے' اور یہ اس کا مزید فضل و احسان ہے کہ اس نے آپ کو ایمان و اسلام کا شعور بخشا ہے۔ آپ محض روایتی مومن اور مسلم نہیں ہیں بلکہ شعوری مومن و مسلم ہیں' اور ایمان و اسلام کو اپنا سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے ہیں۔

آپ کا پختہ یقین ہے کہ آپ کا اور سارے انسانوں کا حقیقی معبود ایک اللہ ہے' جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ آپ صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور عملی زندگی میں صرف اسی کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں' آپ کا ایمان ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت و اطاعت کے لائق نہیں۔

آپ صرف اللہ ہی کو اپنا کار ساز' حاجت روا' مشکل کشا' فریاد رس اور حامی و ناصر سمجھتے ہیں۔ اسی کو آپ نفع نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ صرف اسی سے ڈرتے ہیں۔ اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اسی سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں۔ اسی سے دعائیں مانگتے ہیں۔ مشکل میں صرف اسی کو پکارتے ہیں۔ صرف اسی کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اسی سے فریاد کرتے ہیں۔ اور دل کی گہرائی سے یہ یقین رکھتے ہیں

Marfat.com

کہ حکم دینے اور منع کرنے کا اختیار صرف اسی کو حاصل ہے۔ اس کے سوا نہ کسی کے پاس کوئی اختیار ہے نہ اقتدار۔ کائنات اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور وہی اس کا مالک و حاکم ہے۔ کسی اور کو قطعاً کوئی حق نہیں ہے کہ وہ خدا کے خلاف کسی پر حکم چلانے یا خدا کے ملک کا مالک بننے کا دعویٰ کرے۔

اسی پختہ اعتقاد کی برکت ہے کہ آپ اپنے نفس کی غلامی سے بھی آزاد ہیں' خاندانی رسم و رواج کی غلامی سے بھی آزاد ہیں' جماعتی اور گروہی تعصبات کے بندھنوں سے بھی آزاد ہیں' برادری کی اونچ نیچ اور رنگ و نسل کے جھگڑوں سے بھی محفوظ ہیں --- انسانوں کی غلامی سے بھی آزاد ہیں اور دوسروں کو اپنا غلام بنانے کی ذہنیت سے بھی آپ کا سینہ پاک ہے۔ آپ کی کوششوں' کاوشوں اور تمناؤں کا مرکز و محور صرف خدا کی خوشنودی ہے۔ اسی کی پسند آپ کی پسند ہے۔ اسی کی خوشی آپ کی خوشی ہے۔ انفرادی زندگی کی تگ و دو ہو یا اجتماعی زندگی کے معاملات' آپ صرف اسی کی مرضی کو پیش نظر رکھ کر ترک و اختیار کا فیصلہ کرتے ہیں۔ کچھ چھوڑتے ہیں تو صرف اسی کی رضا کے لیے' کچھ اختیار کرتے ہیں تو صرف اسی کی رضا کے لیے' کسی سے جڑتے ہیں تو صرف اسی کو خوش کرنے کے لیے اور کسی سے کٹتے ہیں تو صرف اسی کو خوش کرنے کے لیے۔

آپ کا یقین ہے کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے اسی کا عطا کیا ہوا ہے۔ آپ کو جو کچھ ملا ہے' اسی سے ملا ہے۔ اور ایک دن ضرور وہ اپنی دی ہوئی نعمتوں کا آپ سے حساب لے گا۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ وہ دل کی گہرائیوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے بھی واقف ہے۔ سب کچھ اسی کے قبضے میں ہے۔ کوئی چیز اس کے قبضے اور اختیار سے باہر نہیں' ہر ایک کو چار و ناچار ایک دن اس کے حضور پہنچنا ہے اور زندگی کا حساب دینا ہے۔ وہ حقیقی

Marfat.com

منصف ہے' وہ بے لاگ فیصلہ کرے گا اور جو فیصلہ کر دے گا' پھر کوئی نہیں جو اس کے فیصلے کو چیلنج کر سکے' نہ کوئی ایسا زور آور ہے جو اس کے فیصلے کو ٹال سکے اور نہ کوئی اس کا چہیتا اور لاڈلا ہے کہ اس کی سفارش بہرحال اس کو ماننا ہی پڑے۔ سفارش کے لیے اس کے حضور وہی زبان کھول سکے گا جس کو بولنے کی وہ اجازت دے گا۔ وہی کچھ کہہ سکے گا' جو کچھ کہنے کی اجازت دے گا--- اور اسی کے حق میں کہہ سکے گا جس کے حق میں کہنے کی اس کو اجازت مل سکے گی۔ ہر ایک کا وہ ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ کرے گا۔ اسی روز حساب سے آپ لرزتے رہتے ہیں اور حتی الامکان کوشش کرتے ہیں' کہ ہر معاملہ میں' ہر قدم پر آپ خدا کی مرضی کو ہی پیش نظر رکھیں۔ آخرت کی فلاح و کامرانی ہی کو زندگی کا اصل مقصود بنائیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جس کی پاداش میں کل روز حساب رسوائی ہو اور رحم و کرم کرنے والا غضب ناک ہو جائے۔ یہی خوف آپ کو ہر وقت چوکنا رکھتا ہے۔ نفس کی اکساہٹوں کو لگام لگائے رکھتا ہے اور کسی ایسی راہ پر بڑھنے نہیں دیتا جو خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت و قانون کے خلاف ہو۔

پھر آپ کو یہ ایمان و یقین کی دولت بھی حاصل ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں' انسانوں کی ہدایت کے لیے آخری رسول ہیں' آپؐ پر نبوت ختم ہو چکی ہے' آپؐ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ اب رہتی زندگی تک انسانوں کی ہدایت اور نجات صرف اس میں ہے کہ وہ آپؐ پر سچے دل سے ایمان لائیں۔ خلوص دل سے آپؐ کی پیروی کریں اور زندگی کے ہر معاملہ میں آپؐ کی حیات طیبہ کو اسوہ حسنہ بنائیں۔ آپ کو یقین ہے' کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت در اصل اللہ کی اطاعت ہے' اور آپؐ نے قرآن پاک کی شکل میں انسانوں کے سامنے جو ضابطہ حیات پیش کیا ہے وہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔

Marfat.com

اس کی کامل پیروی ہی مومن کا اصل فریضہ ہے اور اس کے لیے قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ وہ زندگی کے کسی انفرادی یا اجتماعی معاملے میں اس کے خلاف کسی اصول یا ضابطے کو برضا و رغبت قبول کرے۔

اسی یقین و ایمان کی برکت ہے کہ آپ اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ اسوہ رسولؐ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں' اور چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں کوئی کام سنت رسولؐ کے خلاف نہ ہو۔ کسی کام کو کرنے اور کسی کام سے رکنے کے لیے آپ صرف یہ دیکھتے ہیں' کہ رسولؐ کا حکم و عمل اس سلسلے میں کیا ہے۔ رسولؐ سے جو ہدایت آپ کو ملتی ہے' آپ بے چوں و چراں اسے تسلیم کرتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اسی حکم کی تعمیل میں دونوں جہاں کی فلاح و کامرانی ہے۔ زندگی کا کوئی معاملہ ہو' عبادات سے لے کر ملک کے اجتماعی مسائل تک' ہر چیز میں آپ کتاب و سنت ہی کو اصل حجت اور سند مانتے ہیں۔ اسوہ رسولؐ ہی کو اصل معیار حق تسلیم کرتے ہیں اور جس سے بھی جو معاملہ کرتے ہیں اسی بنیاد پر کرتے ہیں ' نہ کسی کی ایسی محبت میں گرفتار ہیں جو حق کی محبت پر غالب ہو اور نہ کسی گروہ یا فرقے کے تعصب میں مبتلا ہیں۔ ہر ایک کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر جانچ کر اسی لحاظ سے اس کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔

خدا کا شکر ادا کیجئے' کہ آپ خدا اور رسولؐ پر شعوری ایمان رکھتے ہیں اور حتی الامکان زندگی کے ہر مرحلے میں ایمان کے تقاضے پورے کرنے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں۔ خدا کے دین کا علم حاصل کرنے اور حدود اللہ سے واقف ہونے کی مسلسل سعی کرتے ہیں۔ آداب و شرائط کے ساتھ عبادت کا اہتمام کرتے ہیں۔ گھریلو اور خاندانی زندگی میں خدا کے احکام پر دلی رغبت کے ساتھ عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے جا رسوم و رواج اور غیر دینی مشغلوں اور دلچسپیوں سے

Marfat.com

پرہیز کرتے ہیں۔ ہر قسم کے جاہلی تعصبات اور جھگڑوں سے دور رہتے ہیں۔ اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی اسلام کا سچا نمونہ بنے۔

پھر خدا نے آپ کو یہ شعور بھی بخشا ہے کہ مومن اور مسلم ہونے کے ناطے آپ اسلام کے نمائندے اور ترجمان بھی ہیں اور آپ برابر کوشش کرتے رہتے ہیں کہ خدا کے غافل بندوں تک خدا کا دین پہنچائیں۔ دین کے تقاضے ان پر واضح کریں۔ آپ اپنا دینی اور منصبی فرض سمجھتے ہیں کہ خدا نے ایمان و اسلام کی جو نعمت آپ کو عطا فرمائی ہے وہ آپ اس کے بندوں کے سامنے پیش کریں۔ اور انھیں دعوت دیں کہ اسی کو قبول کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے میں دونوں جہان کی بھلائی ہے۔ بندوں کا حق بھی ہے' خدا کا عائد کیا ہوا فرض بھی اور آپ کے ایمان و اسلام کا تقاضا بھی ' اور یہ خدا کا احسان و کرم ہے کہ اس نے آپ کو اس فریضے کے ادا کرنے کی بھی توفیق دے رکھی ہے۔ آپ نہ صرف اپنے قول سے حق کو سمجھانے اور واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں' بلکہ اپنے عمل سے بھی حق کو پیش کرنے کے حریص ہیں۔ آپ کی خواہش ہی نہیں بلکہ کوشش ہوتی ہے کہ آپ کی عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے لوگ دین حق کو سمجھیں اور اس کی طرف کھنچیں۔

بے شک قول و عمل کی زندگی میں آپ سے کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں' خطائیں بھی ہوتی ہیں۔ کمزوریوں کا صدور بھی ہوتا ہے۔ سستی' غفلت اور لا پروائی میں بھی آپ مبتلا ہو جاتے ہیں' لیکن خدا کا شکر ادا کیجئے' آپ گر کر پھر اٹھتے ہیں اور کبھی منزل کی طرف سے منہ نہیں موڑتے' ہمیشہ آپ کا رخ سیدھا منزل کی جانب رہتا ہے۔ آپ کو اطمینان و یقین کی یہ ٹھنڈک حاصل ہے کہ میری راہ بہرحال یہی ہے' مجھے چلنا اسی منزل کی جانب ہے اور جب تک دم میں دم ہے کرنا بہرحال

Marfat.com

یہی ہے۔ ایمان و اسلام اور دین کی اشاعت و دعوت ایسی چیز نہیں ہے کہ جب چاہیں اسے اختیار کر لیں اور جب چاہیں اسے چھوڑ بیٹھیں۔ جب لوگ استقبال کریں، داد دیں، اور اس کے ذریعے عزت و منصب ملنے کی توقعات ہوں تو مومن و مسلم اور داعی دین بن کر پیش پیش رہیں، اور جب مصائب و آلام راستہ روکیں، حالات ناسازگار ہو جائیں اور لوگ استقبال کرنے کے بجائے کترانے لگیں تو سب کچھ چھوڑ کر خدا سے غافل لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔ جی نہیں، مومن کا یہ مقام اور شان نہیں، اور خدا کا شکر ہے کہ آپ کو اپنے مقام اور اپنی شان کا احساس ہے اور آپ نے یہ اٹل فیصلہ کر رکھا ہے کہ جئیں گے تو اسلام پر اور مریں گے تو اسلام پر ——۔ اسلام پر عمل کرنے اور اسلام کی اشاعت کا فرض وقتی، ہنگامی و عارضی نہیں ہے۔ مومن کو زندگی بھر یہی کرنا ہے۔ دل کی پوری رغبت کے ساتھ کرنا ہے، اور ہر حال میں کرنا ہے۔

اپنے فرائض کا زندہ احساس رکھنے اور دین حق کی ترجمانی کا فریضہ انجام دینے کے باوجود اگر کچھ لوگ آپ سے مایوسی کا اظہار کرتے ہیں تو ہرگز فکر نہ کیجئے۔ شاید ان کے دلوں کو مایوسی کا روگ ہے۔ تشویش کی بات یہ نہیں ہے کہ کچھ لوگ آپ سے مایوس ہیں۔ تشویش کی بات یہ ہو گی کہ آپ اپنی ذات سے مایوس ہو جائیں ——۔ اگر آپ اپنی ذات سے مایوس نہیں ہیں تو یقین کیجئے کہ خدا کو ایک ایک خیال اور ایک ایک لمحہ کی خبر ہے اور وہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ ان بندوں کو بھی اپنی طرف سے خوش گمان رہنے کی تلقین کرتا ہے جو کبھی جذبات سے مغلوب ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں۔ آپ کا معاملہ بندوں سے نہیں خدا سے ہے، اجر دینے والے خدا سے ہے، اور وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ وہ انتہائی کشادہ دل، نہایت عالی ظرف، سب کچھ معاف کر دینے والا اور بے

Marfat.com

پناہ نوازنے والا ہے۔پس خدا پر بھروسہ کیجئے اور صرف اسی کی خوشنودی کی فکر کیجئے۔

Marfat.com

عزت و ذلت کے فیصلے اللہ کرتا ہے

حالات خدا کی چٹکی میں ہیں۔ وہی شب و روز کا الٹ پھیر کر رہا ہے۔ حالات کی تبدیلیاں' انقلابات و تغیرات سب اسی کے قدر و حکمت کے کرشمے ہیں۔ اور اس میں زبردست سامان عبرت ہے' مگر صرف اس کے لیے جس کے پاس دیدہ عبرت نگاہ ہو۔

یُقَلِّبُ اللّٰہُ اللَّیۡلَ وَالنَّہَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ (النور ۲۴ : ۴۴)

رات دن کا الٹ پھیر اللہ ہی کرتا ہے' اس میں سامان عبرت ہے' ان کے لیے جو آنکھوں سے کام لیں۔

کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے' اللہ ہی کی مشیت ' حکمت اور ارادے سے ہو رہا ہے۔ یہاں صرف اسی کا حکم چل رہا ہے' اس کے حضور سب بے بس اور بے اختیار ہیں ' عزت و ذلت' اقتدار اور محکومی' قوت و بے بسی' رفعت و پستی سب کچھ اسی کے قبضے میں ہے۔ وہ ہر آن اپنی مخلوق کے بارے میں فیصلے کرتا رہتا ہے' ہر لمحہ اس کی ایک نئی شان ہے اور کوئی نیا منصوبہ زیر تجویز ہے۔

کل یوم ھو فی شان ○ (الرحمٰن ۵۵ : ۲۹)

Marfat.com

ہر روز اس کی ایک نئی شان ہے۔

یہاں جو کچھ ہوتا ہے' اسی کے منصوبے کے تحت ہوتا ہے' حالات کی باگ ڈور اسی کے قبضے میں ہے۔ دنیا میں صرف اسی کے منصوبے نافذ ہوتے ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ کوئی اس کے فیصلوں میں دم مار سکے۔ جس کسی کو کچھ ملتا ہے اسی کے حکم سے ملتا ہے' جس کسی سے کچھ چھنتا ہے اسی کے حکم سے چھنتا ہے۔ جس کو وہ دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے وہ چھینے اس کو کوئی دے نہیں سکتا۔ قوت و اقتدار کا مالک صرف وہی ہے۔ کسی اور کو ذرہ برابر کوئی اختیار نہیں۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو جس دعا کی تلقین فرمائی ہے وہ بار بار دہرانے کے قابل ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۤءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۤءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (آل عمران ۳ : ۲۶)

کہئے ! خدایا' اقتدار کے مالک ! تو جسے چاہے حکومت دے' جس سے چاہے حکومت چھین لے' جسے چاہے عزت بخشے' جسے چاہے ذلیل کر دے ' بھلائی تیرے ہی اختیار میں ہے' بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

یہ عقیدہ اگر کسی دل میں مضبوط جما ہوا ہے' تو وہ صبر و ثبات کا پیکر ہوتا ہے۔ اس کی بصیرت اسے کبھی مضمحل نہیں ہونے دیتی' وہ زمین پر ہونے والے تغیرات اور حادثات سے خیر کی توقع رکھتا ہے' اور یہ یقین رکھتا ہے کہ زمین کے سینے پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا منصوبہ بظاہر انسان بناتے نظر آتے ہیں' لیکن در حقیقت اصل منصوبہ ساز وہ خدا ہے جو تنہا اس کائنات پر حکومت کر رہا ہے۔

کنعان کے ویرانے میں ایک نو عمر لڑکے کو اس کے بھائی ایک اندھیرے کنویں

Marfat.com

میں ڈال دیتے ہیں اور اپنی دانست میں یہ سمجھتے ہیں' کہ ہم نے اس کا کام تمام کر دیا' یہ کانٹا ہمارے دلوں سے ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔ پھر وہ اس کی ہلاکت اور موت کی داستان خون سے تصنیف کر کے باپ کو سناتے ہیں اور رو پیٹ کر اپنے بوڑھے باپ کو ہر طرح اپنی سچائی کا یقین دلانا چاہتے ہیں۔

وَجَاءُوْ اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ ○ قَالُوْا يٰاَبَانَا اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْكُنَّا صٰدِقِيْنَ ○ وَ جَاءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ○ (یوسف ۱۲: ۱۶ - ۱۸)

شام کو وہ روتے پیٹتے اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا' ابا جان! ہم دوڑ کا مقابلہ کرنے میں لگ گئے تھے۔ اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا' کہ اتنے میں بھیڑیا آکر اسے کھا گیا۔ آپ ہماری بات کا یقین نہ کریں گے چاہے ہم سچے ہی ہوں۔ اور وہ اس کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر لے آئے تھے۔

بوڑھے یعقوبؑ خدا کے پیغمبر تھے' انھیں خدا نے پیغمبرانہ بصیرت سے نوازا تھا' انھیں یہ پختہ یقین حاصل تھا' کہ اصل منصوبہ ساز اللہ ہے۔ وہی شر میں خیر پیدا کرتا ہے۔ جو کچھ پیدا ہوتا ہے اسی کے اشارے سے ہوتا ہے۔ بندہ مومن کو کبھی اپنے خدا سے مایوس نہ ہونا چاہیے' لہٰذا انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (یوسف ۱۲: ۱۸)

بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے ایک بڑے کام کو آسان بنا دیا۔ اچھا صبر کروں گا' اور بخوبی کروں گا۔ جو بات تم بتا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

خدا اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کے لیے نہایت باریک تدبیریں اختیار فرماتا ہے۔ عام حالات میں ان تدبیروں تک انسان کی نگاہیں نہیں پہنچ پاتیں اور انسان نہیں سوچ پاتا کہ حالات میں ایسا حیرت انگیز تغیر بھی ہو سکتا ہے، انسانی عقل باور کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی کہ کوئی غیر معمولی نتیجہ بھی سامنے آسکتا ہے۔

کون کہہ سکتا تھا کہ کنعان کے کنوئیں کی تہہ سے مصر کا تخت ابھرے گا اور کنوئیں کی تہہ میں پڑا ہوا بے بس، مظلوم، نو عمر لڑکا کل مصر کے اقتدار کا مالک بنے گا۔ کون یقین کر سکتا تھا کہ کنوئیں میں ڈالا جانا، مصر کے بازار میں فروخت ہونا، عزیز مصر کے گھر میں الزام لگنا، مصر کی جیل میں چند سال قیدی بن کر رہنا، یہ سب مصر کی بادشاہت تک پہنچنے کے مرحلے تھے۔

خدا کا منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا اور یوسف کو مصر کی خلافت سے نوازا گیا۔

اس طرح ہم نے اس زمین میں یوسف کے اقتدار کی راہ ہموار کی، وہ مختار تھا کہ جہاں بھی چاہے اس میں اپنی جگہ بنائے۔ ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں، نوازتے ہیں، نیک لوگوں کا اجر ہمارے یہاں مارا نہیں جاتا۔

حقیقت یہ ہے کہ منصوبہ بھی خدا ہی بناتا ہے، اس کے لیے بہترین اور کامیاب تدبیریں بھی وہی سوچتا ہے اور کامیابی کے سارے اسباب بھی وہی فراہم کرتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ بندہ صحیح سمت سفر اختیار کیے رہے، خدا کی بتائی ہوئی راہ پر یکسوئی کے ساتھ جما رہے، اور ہر حال میں خدا پر بھروسہ رکھے --- اگر وہ کمزور اور بے سہارا ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ خود اس کے لیے وسائل فراہم فرماتا ہے، خود حالات کو ساز گار بناتا ہے اور اس کے استحقاق سے زیادہ اس پر نوازش و کرم کی بارش فرماتا ہے۔

انسان کی نگاہ بہت کوتاہ ہے۔ اس کا ظرف بہت چھوٹا ہے۔ وہ چند روز عیش و

Marfat.com

عشرت اور عارضی اقتدار و عزت میں بد مست ہو کر اپنی حیثیت کو بھول جاتا ہے۔ وہ اس غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ حالات کو بنانے بگاڑنے کا اختیار اس کو حاصل ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ مالک کائنات کے آگے وہ بے بس اور بے اختیار ہے۔ یہ حقیقت اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ اس کا تخت اقتدار قدرت کی ایک معمولی ٹھوکر سے الٹ سکتا ہے۔ اقتدار کا مالک انسان نہیں بلکہ خدا ہے۔

خدا کے بندوں پر ظلم و ستم توڑنے والے' خدا کے بندوں کے ساتھ نا انصافی کرنے والے اور اپنے اقتدار کے نشہ میں بد مست ہو کر خدا کے بندوں کی عزت و آبرو سے کھیلنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ خدا کی پکڑ نہایت سخت ہے۔ وہ ضرور ڈھیل دیتا ہے' مگر اس کی بھی ایک حد ہے' وہ یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بندے ظلم و ستم کی چکی میں بس پستے ہی رہیں' ظلم و نا انصافی کرنے والے دنیا ہی میں اپنے کیے کا عبرتناک انجام دیکھ لیتے ہیں اور خدا کے مظلوم اور بے گناہ بندوں پر خدا ایسی عنایتیں فرماتا ہے' جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے' حالات کو اس طرح ان کے لیے سازگار کر دیتا ہے کہ وہ بھی حیران ہو کر بے اختیار سجدہ شکر بجا لاتے ہیں۔

Marfat.com

آپ کی تین مطلوب نعمتیں

قوت و بہادری' دولت و تونگری اور عزت و وقعت وہ بے بہا نعمتیں ہیں جو ہر انسان کی مطلوب و محبوب ہیں۔ ہر دل میں ان کی آرزو ہے اور ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی شخصیت ان نعمتوں سے آراستہ ہو۔ اس خواہش اور آرزو میں کم و بیش سارے انسان برابر کے شریک ہیں' بلکہ ہر ایک نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنی سی کوشش بھی کر رہا ہے' اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ آرزو یا کوشش نا پسندیدہ ہے۔

یہ ایک فطری جذبہ اور قدرتی داعیہ ہے کہ ہر انسان قوت و طاقت اور ہمت و بہادری میں دوسروں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ کوئی مخالف طاقت اس سے ٹکر لینے کی ہمت نہ کرے اور اگر ٹکرائے تو وہ پاش پاش ہو جائے اور اس کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہ آئے۔ ہر شخص اپنی شخصیت کو اس گراں قدر جوہر سے مالا مال دیکھنا چاہتا ہے اور قوت و شجاعت' ہمت و عزیمت کا پیکر بن کر زندگی گزارنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ کوئی شخص بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ کمزور' تھڑدلا' بے ہمت' ڈرپوک اور بزدل کہلائے۔ اور کوئی اسے کمزور سمجھ کر اس پر اپنا دباؤ جتائے یا اس کی طرف کسی کمزوری اور بے ہمتی کی نسبت کی جائے۔

Marfat.com

اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ آپ طاقتور اور توانا ہوں، کڑی سے کڑی آزمائشوں میں پا مردی دکھائیں --- اور اپنے اصولوں کی راہ میں آنے والی ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کریں، اور کبھی کسی کا ناجائز دباؤ قبول کر کے شکست نہ کھائیں، تو بے شک یہ بڑی خوبی کی بات ہے، مگر تعجب کی بات نہیں، اس لیے کہ اس خواہش میں آپ منفرد نہیں ہیں۔ ہر ہوشمند اسی طرح سوچتا ہے اور یہی خواہش رکھتا ہے۔

پھر اس آرزو میں بھی سارے انسان برابر کے شریک ہیں کہ وہ دولت و ثروت حاصل کریں۔ غنی اور دولت مند بنیں، کسی وقت بھی کسی کے دست نگر نہ ہوں، کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں، حرص و لالچ سے ان کا دامن پاک ہو اور قناعت، استغنا سے ان کی شخصیت بھاری بھر کم رہے، کسی سے کچھ چاہنے کے بجائے دوسروں کو دے کر وہ مسرت و اطمینان محسوس کریں --- یقیناً آپ بھی اسی طرح سوچتے ہوں گے اور یہی خواہش آپ کے دل میں بھی کروٹ لیتی رہتی ہو گی، بیشک آپ کی یہ آرزو ہے۔ کوئی بھی ہوشمند اس کو غلط اور بے جا نہیں کہہ سکتا اور اس خواہش و آرزو میں بھی آپ اکیلے نہیں ہیں۔ بلکہ کم و بیش ہر صاحب بصیرت کا انداز فکر یہی ہوتا ہے، اور یہی ہونا چاہیے۔

تیسری چیز عزت و وقعت ہے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے عزت و وقعت حاصل ہو، آپ عمر کے کسی مرحلے میں ہوں، سماج میں آپ کسی رتبے کے مالک ہوں، منصب و علم کے لحاظ سے آپ کا کچھ ہی مقام ہو، خاندانی اعتبار سے آپ کوئی مرتبہ رکھتے ہوں، یہ خواہش بجا طور پر آپ کے دل میں ہو گی اور ہونی چاہیے کہ لوگوں میں آپ کی عزت ہو، کوئی آپ کو حقارت و ذلت کی نظر سے نہ دیکھے، ہر دل میں آپ کا احترام ہو، اور کوئی بھی آپ کے ساتھ ایسا سلوک نہ

Marfat.com

کرے جس سے آپ کی شخصیت مجروح ہو' یا آپ کی عزت نفس کو ٹھیس لگے۔

خاندان میں آپ وقعت کی نظر سے دیکھے جائیں' سماج میں آپ کو عزت حاصل ہو' دوستوں میں آپ کا احترام کیا جائے' چھوٹے آپ کا ادب کریں' بڑے آپ کو وقعت و اہمیت دیں' اور جس شعبے میں بھی ہوں' وہاں آپ کو عزت و احترام کی دولت حاصل رہے۔ یقیناً یہ ایک پسندیدہ خواہش ہے۔ مطلوب اور محبوب تمنا ہے اور کوئی صاحب دانش نہیں کہہ سکتا کہ آپ ایسا سوچنے اور جاننے میں حق بجانب نہیں ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ یہ تینوں بیش بہا نعمتیں کیسے حاصل کریں۔ آپ قوت و بہادری کا پیکر کیسے بنیں اور کیا کریں کہ کوئی مخالف قوت آپ کو زیر نہ کر سکے --- اور آپ کی جوانمردی اور شجاعت کا لوہا مان سکے --- پھر آپ کیا کریں کہ آپ واقعی سب سے بڑے غنی' اور دولتمند بن جائیں' آپ کے دل کو استغنا اور قناعت کی دولت حاصل ہو' اور لالچ و حرص کا سایہ بھی آپ کی اخلاقی زندگی پر نہ پڑ سکے۔

اسی طرح آپ کیا تدابیر اختیار کریں کہ ہر دل میں آپ کے لیے عزت و وقعت کا مقام ہو' کوئی نظر آپ کو ذلت و حقارت سے نہ دیکھے' اور سماج میں ہر جگہ آپ معزز و محترم سمجھے جائیں۔

اس سوال کو حل کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ اپنی عقل و بصیرت پر اعتماد کریں --- سوچیں اور تجربات کریں۔ دوسرا حل یہ ہے کہ دوسرے اصحاب علم و بصیرت کی رایوں' مشوروں اور تجربوں سے فائدہ اٹھائیں اور ان کی روشنی میں اپنے لیے لائحہ عمل طے کریں۔

ان میں سے ہر طریقہ عمل میں غلطی کا امکان ہے --- اور یہ ہو سکتا ہے کہ

Marfat.com

کوشش یا کاوش کے باوجود آپ اپنے مقصود کے حصول میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس لیے کہ انسان کی فکر ہو یا تجربہ' دونوں میں غلط فہمی اور غلطی کا امکان ہے اور آپ کی کوششیں رائیگاں جا سکتی ہیں۔

اس سوال کا ایک ہی حل ہے جو یقینی طور پر صحیح ہے' جس پر آپ کامل اطمینان کر سکتے ہیں اور لازمی طور پر اپنی منزل مقصود کو پا سکتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے آپ مسلمان ہیں۔ زندگی کے ہر معاملہ میں آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما تسلیم کر لیا ہے۔ آپ کو ان کی رہنمائی پر مکمل یقین و اعتماد ہے اور آپ کا ایمان ہے' کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا ہے' خدا کی طرف سے بتایا ہے۔ جو ہدایت دی ہے' خدا کی روشنی میں دی ہے --- اور آپؐ کی تعلیمات میں شک اور تذبذب کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

پھر یہ بھی آپ کا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے سب سے بڑے معلم اور انسانی فطرت کے سب سے بڑے نباض ہیں۔ وہ انسان کے جذبات اور آرزوؤں سے بھی کامل واقفیت رکھتے ہیں' اور علم الٰہی کی روشنی میں ان کی تکمیل کی یقینی تدبیر سے بھی واقف ہیں۔

اس ایمان و تعلق کا کھلا ثبوت ہے کہ آپ ادھر ادھر بھٹکنے اور پریشان ہونے کے بجائے ایک سچے اور وفادار مومن کی حیثیت سے اپنے رسولؐ ہی کی طرف رجوع کریں' اور آپؐ ہی سے اپنے سوال کا حل طلب کریں۔ پھر خدا کے رسولؐ جو کچھ آپ کو تعلیم دیں اس پر سچے دل سے پختہ یقین کے ساتھ عمل کریں اور یہ اطمینان رکھیں کہ آپؐ کی ہدایت پر عمل کر کے اپنے مطلوب کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

اس خاص مسئلہ میں رسول پاکؐ کی ہدایت پر عمل کر کے آپ سب سے

Marfat.com

بڑے طاقتور بھی بن سکتے ہیں۔ سب سے بڑے خوش حال اور غنی بھی بن سکتے ہیں اور سب سے بڑے عزت و اکرام کے مالک بھی بن سکتے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

من احب ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی اللہ ومن احب ان یکون اغنی الناس فلیکن بما فی ید اللہ عزو جل اوثق منہ بما فی ید یہ ومن احب ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ عزوجل۔

جو شخص چاہتا ہو کہ سارے لوگوں سے زیادہ طاقت ور ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ پر توکل کرے' اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ کرے' بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے قبضہ میں ہے' اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے زیادہ عزت و اکرام والا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ بلند و برتر سے ڈرے۔

اللہ پر توکل' جو خدا کے پاس ہے اس پر کامل اعتماد' اور خدا کا خوف یہ تین باتیں جس خوش نصیب نے حاصل کرلیں' وہ ایسا طاقتور ہے جسے کوئی زیر نہیں کر سکتا' وہ ایسا غنی ہے جسے کسی لالچ سے مرعوب نہیں کیا جا سکتا' وہ ایسا معزز و مکرم ہے جس پر کوئی حقارت کی نظر ڈالنے کی گستاخی نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

زندگی کا حاصل

آپ مصنف ہوں یا محقق، طالب علم ہوں یا استاد، ادیب ہوں یا شاعر، مقرر ہوں یا مفکر، سائنس داں ہوں یا صنعت کار، عالم ہوں یا صوفی، جج ہوں یا وکیل، کچھ بھی ہوں، یہ یقین کر لیجیے کہ اگر آپ نے قرآن حکیم نہیں پڑھا ہے تو آپ علم سے محروم ہیں۔ آپ علم کی چاشنی سے نابلد ہیں، اور آپ کو ابھی علم کا سرا بھی نہیں ملا ہے۔ علم کا سرچشمہ قرآن ہے۔ علم کی شاہ کلید قرآن ہے۔ اور وہ شخص یقیناً علم سے محروم ہے جو قرآن سے محروم ہے۔ قرآن ہی سے آپ کو حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کی علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کے ذوق علم کی تسکین کر سکتا ہے اور اگر آپ کلام کے جوہر شناس ہیں تو قرآن ہی آپ پر کلام کے جوہر آشکارا کر سکتا ہے۔

قرآن سے شغف زندگی کا حاصل ہے۔ اس میں غور و فکر انسانیت کی معراج ہے۔ اور اس کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر سعادت و خوش بختی کا راز ہے۔ اس سے ہدایت حاصل کرنا دانشمندی اور اس کی ہدایت پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔

اس خوش نصیب کی قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، جسے خدا نے قرآن

Marfat.com

پاک کا شغف بخشا ہے' اسے پڑھنے' سننے اور اس میں غور فکر کا موقع عنایت فرمایا ہے' اور یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کی روشنی میں اپنی شخصی' خاندانی' سماجی اور ملکی زندگی کی تعمیر کرے۔ اور اسی طرح اس محروم کی زندگی پر جتنا افسوس کریں کم ہے' جسے خدا نے سوجھ بوجھ عطا فرمائی' پڑھنے لکھنے کا موقع عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ قرآن کے علم سے محروم ہے' اور اگر اسے اپنی محرومی کا احساس بھی نہیں ہے تو خون کے آنسوؤں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

قرآن عجیب و غریب کتاب ہے اور روئے زمین پر یہی ایک کتاب ہے جسے حقیقت میں کتاب کہا جا سکتا ہے۔ ہر حیثیت سے یہ کامل اور مکمل ہے۔ اور اپنے موضوع پر جامع' مستند اور حرف آخر ہے۔ آپ دنیا کی کوئی کتاب پڑھیں' کسی فن کا مطالعہ کریں۔ بے شک آپ کی معلومات میں کچھ اضافہ ہو گا۔ کچھ دماغی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہو گا۔ کچھ فنی اصول و ضوابط معلوم ہوں گے۔ کسی قدر سوجھ بوجھ سے کام لینے کے آپ عادی ہو جائیں گے۔ لیکن آپ کا دل بدل جائے' آپ کی شخصیت بدل جائے' آپ کے اندرون میں منظم اور کامل انقلاب آجائے' آپ کی زندگی کی قدریں بدل جائیں' آپ کے فکر و نظر کے زاویے بدل جائیں' ترک و اختیار کے معیار بدل جائیں' آپ کی زندگی کا رخ بدل جائے' تو یہ کام دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔ یہ کمال قرآن کو حاصل ہے' اور صرف قرآن کو۔

دراصل زندگی کے بگاڑ' یا بناؤ کا دارومدار دل پر ہے۔ شخصیت کی تعمیر ہو یا تخریب' اس معاملہ میں دل کا عمل ہی فیصلہ کن ہوتا ہے۔ دل اگر صحت مند ہے تو پوری زندگی صحت مند ہے۔ دل اگر مریض ہے تو پوری زندگی مرض کا شکار ہے --- دل کا رخ صحیح ہے تو زندگی کا رخ صحیح ہے۔ اور اگر دل کا رخ غلط ہے تو پوری زندگی کا رخ غلط ہے۔ دل ہی جذبات کی آماجگاہ ہے۔ وہی ارادوں کا مخزن

Marfat.com

ہے۔ اور ہر اقدام کا فیصلہ دل ہی کی دنیا میں ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

سنو! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ سدھر جاتا ہے تو پوری شخصیت سدھر جاتی ہے اور جب یہ بگڑ جاتا ہے تو پوری شخصیت بگڑ جاتی ہے --- سن لو! کہ یہ ٹکڑا دل ہے۔

دل کی یہ اہمیت نگاہ میں رکھیئے اور یہ بات بھی ذہن میں تازہ کر لیجیے کہ روئے زمین پر دل سے خطاب کرنے والی اور دل کو موضوع بنانے والی اور دل کی اصلاح کو نشانہ بنانے والی کتاب صرف قرآن ہے۔

قرآن براہ راست دل کو چھوتا ہے' دل پر اثر انداز ہوتا ہے' دل کی گرہیں کھولتا ہے' دل کی آنکھیں روشن کرتا ہے' اور دل کی دنیا میں انقلاب لاتا ہے۔ انسان کے اندرون کو بدلتا ہے' اور دھیرے دھیرے اس کتاب کی عظمت و ہیبت کا دل پر ایسا سکہ جمتا ہے کہ تلاوت کے وقت دل لرزنے لگتا ہے' آنکھیں بھیگ جاتی ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے آدمی خود کو کسی دوسری دنیا میں محسوس کرتا ہے۔

پھر جس قدر آپ کا شغف اس کتاب سے بڑھتا جائے گا' آپ کا رواں رواں اس یقین کی حلاوت محسوس کرے گا کہ شغف کے لائق اگر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف قرآن ہے' اور جسے خدا نے علم و ہدایت کا ذوق بخشا ہے اس کا دل پکارے گا کہ مطالعہ کے لائق اگر روئے زمین پر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف یہی کتاب ہے۔ کس قدر عبرتناک ہے اس شخص کی نادانی جسے خدا نے سوجھ بوجھ اور علم و فہم کا ذوق بخشا ہے' اور پھر بھی اس کا محبوب مشغلہ تلاوت قرآن کے سوا کچھ اور ہے۔

دنیا کی یہ زندگی چند لمحوں کی زندگی ہے' جو صرف ایک ہی بار ملتی ہے۔ چھن

Marfat.com

جانے کے بعد پھر کبھی نہیں ملتی۔ جو شخص اس مختصر وقفہ کو سچے موتی حاصل کرنے کے بجائے بے قیمت سنگریزوں کے بٹورنے اور ان سے کھیلنے میں ضائع کرتا ہے' اس کی نادانی کا کوئی ٹھکانہ ہے؟

اگر اب تک آپ نے یہ عجیب وغریب انقلابی کتاب نہیں پڑھی ہے تو اس سانحہ پر خون کے آنسو بہانے سے بھی افسوس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ دیر نہ کیجئے۔ اگلے لمحے کی کچھ خبر نہیں۔ طے کر لیجئے کہ یہ کتاب آپ کو پڑھنا ہے۔ پڑھنے کی طرح پڑھنا ہے۔ پڑھنے کا حق ادا کرنا ہے' اور پھر یکسوئی کے ساتھ اس کی تلاوت میں لگ جایئے۔ یہ آپ کی روح کو گرمائے گی۔ آپ کے ضمیر کو جھنجھوڑے گی۔ آپ کے دل سے خطاب کرے گی' اور خاموشی سے آپ کے دل میں بات اتارے گی کہ آپ کیا ہیں؟ آپ کا آغاز کیا ہے' آپ کا انجام کیا ہے' آپ دنیا میں کیوں آئے ہیں' یہ دنیا کیا ہے؟ اس کا بنانے والا کون ہے۔ اس سے آپ کا تعلق کیا ہے۔ اس مختصر زندگی میں آپ کو کیا حاصل کرنا ہے' کیوں حاصل کرنا ہے۔ آپ کی حقیقی منزل کیا ہے --- آپ اپنی منزل پر کامیابی کے ساتھ کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کے چہرے پر کہاں کہاں داغ ہیں۔ یہ داغ کیوں ہیں اور ان کو صاف کرنے کی تدبیریں کیا ہیں۔ آپ زندگی کی تعمیر کن بنیادوں پر کریں' اپنی شخصیت کی تکمیل کے لیے کس طرح زندگی گزاریں اور ایک کامیاب انسان بننے کے لیے آپ کیا رویہ اختیار کریں۔ پھر قرآن پاک صرف رہنمائی اور تعلیم کا فریضہ ہی انجام نہیں دیتا بلکہ وہ اپنی تعلیم اور رہنمائی پر کار بند ہونے کی داخلی قوت بھی فراہم کرتا ہے۔ اپنی حقیقتوں کو جذب کرنے کی توانائی بھی بخشتا ہے --- اپنی تعلیمات پر جمنے' ان تعلیمات کے مطابق عملی زندگی بنانے کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ عزم و حوصلہ بھی دیتا ہے اور برابر آگے بڑھتے رہنے کے لیے مسلسل آمادہ

Marfat.com

بھی کرتا رہتا ہے --- قرآن منزل بھی دکھاتا ہے --- منزل تک پہنچانے کے لیے رہنمائی بھی کرتا رہتا ہے --- اپنی رہبری میں منزل تک پہنچاتا بھی ہے ---- اور منزل تک پہنچنے کے لیے داخلی قوت اور توانائی بھی بخشتا ہے --- یہ خوبی قرآن کے علاوہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔

مگر یاد رکھیئے کہ قرآن سے کچھ لینے کے لیے اپنے آپ کو مستحق بنائے بغیر آپ کچھ نہیں لے سکتے --- اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیے بغیر آپ اس سے کچھ نہیں پا سکتے ۔ کچھ پانا تو درکنار اگر آپ اس کی تلاوت لاپروائی اور جذبہ اطاعت کے بغیر کسی اور مقصد کے لیے کرتے رہے تو یقین کر لیجئے کہ آپ عبرتناک گھاٹے کی طرف رواں دواں ہیں۔ آپ ہدایت کی راہ پر نہیں ہیں بلکہ ہدایت سے برابر دور ہو رہے ہیں۔ آپ کے دل کی آنکھیں برابر بے نور ہو رہی ہیں ۔ اور آپ ایک عظیم دولت کو ہاتھ میں لینے کے بعد سب سے بڑے دیوانے بن گئے ہیں --- کتنی عبرتناک ہے اس بد نصیب کی موت جو چشمہ شیریں کے کنارے کھڑے کھڑے پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر جان دے دے۔

اگر خدا نے آپ کے ہاتھ میں قرآن دے دیا ہے تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ خدا آپ پر بہت مہربان ہے' اس نے اپنی سب سے بڑی نعمت' جس کا بوجھ کائنات کی کوئی بڑی سے بڑی مخلوق بھی برداشت نہیں کر سکتی آپ کو عطا کر دی ہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

> اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ (الحشر ۵۹ : ۲۱)

اپنی عظمت کا احساس کیجئے کہ خدا نے آپ کو کتنی عظیم نعمت سے نوازا ہے۔ آپ کو قرآن دے کر رحمت' ہدایت' شفا' نجات' فلاح' کامرانی' فوز عظیم سب کچھ

Marfat.com

حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ اب یہ آپ کے ظرف' طلب اور کوشش کی بات ہے کہ آپ اس سے کیا حاصل کرتے ہیں--- اور کیا حاصل نہیں کرتے۔

قرآن پاک سے جن لوگوں نے واقعی اپنی زندگی کو سنوارا ہے' اور قرآن کی تلاوت اور اس سے شغف کا حق ادا کیا ہے' قرآن میں جگہ جگہ ان کے دلکش کردار کی ایمان افروز جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ قرآن پاک کے یہ حصے بار بار پڑھنے اور ان سے اپنی روح کو گرمانے کی ضرورت ہے۔ اور جب آپ اس کردار کا کوئی پرتو اپنی زندگی میں پائیں تو خدا کا شکر ادا کریں اور اپنی کوشش و کاوش کو اور تیز کر دیں۔ نمونے کے طور پر ان چند آیات پر غور کریں۔ سورہ زمر آیت ۲۳ میں ہے:

اللہ نے نہایت ہی اچھی تعلیمات والی کتاب نازل فرمائی ہے جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں (ان میں کوئی اختلاف نہیں) اور جس میں مضامین بار بار دہرائے گئے ہیں (کہ دل میں بیٹھ جائیں)۔ اپنے پروردگار سے ڈرنے والے اسے پڑھتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان کے بدن اور ان کے دل اس (کی گرمی) سے پگھل کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

سورہ انفال آیت ۲ میں ہے:

سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کی سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب ہی پر اعتماد رکھتے ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۷' ۱۰۸' ۱۰۹ میں ہے:

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے انھیں جب یہ پڑھ کر سنایا جاتا

Marfat.com

ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں' پاک ہے ہمارا رب۔ اس کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا' اور وہ روتے ہوئے منہ کے بل گر جاتے ہیں۔ اور اس کو سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔

دور رسالت کے ایک مشہور شاعر لبید ابن ربیعہ عامری ہیں' جو عرب شعراء میں انتہائی اونچے مقام کے مالک ہیں' عربی زبان میں اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے سات قصیدے مشہور اور مقبول ہیں۔ ان سات قصیدہ گو شعراء میں ایک لبیدؓ ابن ربیعہ عامری بھی ہیں۔

ایک مرتبہ لبیدؓ ابن ربیعہ عامری دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن پاک سنایا۔ حضورؐ کی زبان مبارک سے اللہ کا کلام سنا تو آنکھیں بھیگ گئیں۔ قرآن کے پر جوش' سحر انگیز' اورانقلابی انداز بیان نے اس قدر متاثر کیا' کہ بے اختیار پکار اٹھے' یہ خدا ہی کا کلام ہے --- کلام کے جوہر شناس تھے۔ مسحور ہو گئے۔ کلام الٰہی نے ان کا دل جیت لیا اور اسی وقت اسلام قبول کر کے دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔

الا کل شیئی ما خلا اللہ باطل   و کل نعیم لا محالہ زائل

"گوش و ہوش سے سنو' اللہ کے سوا ہر چیز مٹ جانے والی ہے اور ہر نعمت ایک دن لازماً ختم ہو کر رہے گی"۔

جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سنا تو فرمایا:

اصدق بیت بیت لبید۔

نہایت ہی سچا شعر ہے لبید کا یہ شعر۔

لبید دولت ایمان سے مالا مال دربار رسالت سے رخصت ہو گئے اور ہمیشہ کے لیے یمن کے ایک گوشے میں قیام پذیر ہو گئے۔ اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت

Marfat.com

ہی ان کا سب سے محبوب مشغلہ تھا۔ اکثر دل بستگی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔

حضورؐ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ خلافت کی گراں قدر ذمہ داری حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سنبھالی اور حضرت ابو بکرؓ کے بعد یہ عظیم ذمہ داری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر آگئی۔ فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں شعرائے اسلام کی طرف بھی توجہ دی۔ ان کے کلام کی نقلیں منگوائیں --- اور یہ جائزہ لینا چاہا کہ شعرائے عرب اسلامی تعلیمات سے کس حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ دوسرے شاعروں کے ساتھ ساتھ خلیفہ وقت کا پیغام لبیدؓ کے پاس بھی پہنچا۔ لبیدؓ نے پہلے تو عذر کیا لیکن دربار خلافت سے دوبارہ مطالبہ کیا گیا تو مجبور ہو گئے اور سورہ البقرہ کی آخری آیتیں امن الرسول سے ختم سورہ تک لکھ کر بھیج دیں' اور آخر میں لکھا:

امیر المومنین جب سے اللہ کا کلام یاد کیا ہے اپنا کلام بھول گیا ہوں۔

Marfat.com

سونے سے پہلے

دن کی ہما ہمی ختم ہو گئی۔ سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ کاروباری ادارے' دفتر' کارخانے' اور دکانیں بند ہو گئیں۔ منڈیاں سونی پڑ گئیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں اور ٹھکانوں کو واپس ہو گئے۔ شور و غوغا ختم ہو گیا۔ کرہ ارض پر اندھیرا پھیل گیا اور سکون و خاموشی کی فضا چھا گئی۔ دن بھر آپ اپنے کاموں میں جتے رہے' کسی پر حکم چلاتے رہے اور کسی کے حکم کی تعمیل کرتے رہے اور زندگی کی گوناگوں مصروفیات میں مختلف لوگوں سے طرح طرح کے معاملات اور برتاؤ کرتے رہے۔

یہ آپ کے والد بزرگوار اور والدہ محترمہ ہیں' ان کے ساتھ آپ نے اپنا بہت سا وقت گزارا اور مختلف معاملات اور برتاؤ کرتے رہے۔ یہ آپ کے بال بچے ہیں' ان کے درمیان بھی آپ نے کتنی ہی گھڑیاں گزاریں۔ یہ آپ کا ادارہ اور کارخانہ ہے' یہاں بھی بہت سے افراد سے آپ کا ساتھ رہا۔ یہ آپ کی دکان ہے' سیکڑوں مردوں اور عورتوں سے آپ لین دین کرتے رہے۔ یہ آپ کا دفتر ہے' کتنے ہی لوگوں پر آپ حکم نافذ کرتے رہے' کتنے ہی لوگوں کے بارے میں فیصلے کرتے رہے اور کتنے ہی لوگ آپ کے فیصلوں کے مطابق اچھا یا برا انجام بھگتتے رہے اور اپنے بڑوں کے احکام اور فیصلوں کا آپ پالن کرتے رہے۔

Marfat.com

یہ آپ کے عزیز و اقارب ہیں' کچھ آپ سے عمر اور مرتبے میں بڑے اور کچھ چھوٹے۔ یہ اپنے مرتبے اور حیثیت کے مطابق آپ سے کچھ توقعات رکھتے ہیں' اور آپ نے اپنا دن اس طرح گزارا کہ کسی سے کچھ معاملہ رہا اور کسی سے کچھ۔ یہ آپ کے پڑوسی اور محلّہ دار ہیں' ان کے ساتھ بھی آپ کے کچھ قدرتی روابط ہیں اور آپ نے زندگی کی بہت سی گھڑیاں ان کے ساتھ مشغول رہ کر بھی بتائیں۔ مختلف انسانی تعلقات میں کچھ لوگ آپ کے ماتحت ہیں' ان سے بھی آپ کو معاملہ کرنا پڑا اور کچھ لوگوں کے ماتحت آپ خود ہیں' ان سے بھی آپ کو کچھ معاملات چاروناچار کرنے ہی ہوتے ہیں۔

غرض زندگی کا ایک روشن دن گزر گیا۔ یہ دن پھر کبھی نہیں آئے گا۔ آپ کی زندگی کے چند گنے چنے دنوں میں سے ایک کم ہو گیا۔ اور یہ کم ہونے والا دن کسی قیمت پر اب نہیں بڑھ سکتا۔ یہ گزرنے والا دن ہی تو آپ کی زندگی ہے۔ یہ گزرنے ہی کے لیے ہے۔ آپ کسی طاقت سے اسے روک نہیں سکتے۔ آپ چاہیں یا نہ چاہیں۔ یہ روشن دن آخر کار تاریک شب میں بدل کر رہے گا۔ ہر صبح کے لیے شام مقدر ہے۔ شام ہو گئی' دن کی ہل چل ختم ہو گئی' ہر طرف اندھیرے کا راج ہو گیا اور لوگ سکون کی تلاش میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس ہو گئے۔

دن کی مشغول زندگی میں خدا کے حقوق ادا کرنے کے اوقات بھی آتے رہے ۔ بلکہ ہر قدم پر یہ فریضہ سامنے آتا رہا اور آپ اپنے خدا کے ساتھ کوئی نہ کوئی معاملہ کرتے رہے۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے اور اپنے فرائض انجام دینے کے لیے لمحات بھی آتے رہے اور آپ کوئی نہ کوئی طرزِ عمل اختیار کرتے رہے' غرض دن بھر دوسروں سے طرح طرح کے معاملات کرتے رہے اور دوسروں کے ساتھ

Marfat.com

کر دن کی روشن گھڑیاں گزارتے رہے۔

دن ختم ہو گیا' رات چھا گئی اور آپ نیند کی آغوش میں سکون حاصل کرنے کے لیے جانے ہی والے ہیں۔ مگر ذرا ٹھہریے' جلدی نہ کیجئے۔ دن بھر آپ دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے رہے۔ اب سونے سے پہلے چند لمحوں کے لیے خود کو لے کر بیٹھئے۔ اپنے آپ سے معاملہ کیجئے۔ کسی جانبداری اور رعایت کے بغیر اپنی ذات سے کچھ سوالات کیجئے۔ اپنے نفس سے کسی لاگ لپیٹ کے بغیر کھرا معاملہ کیجئے اور اس احساس کو تازہ رکھتے ہوئے معاملہ کیجئے کہ آپ کا پروردگار آپ کے نفس سے آپ کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہے' آپ کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات و جذبات سے آپ کے مقابلے میں پہلے اور زیادہ واقف ہے۔

دن کے بیش بہا لمحات میں خدا سے تعلق جوڑنے اور اپنی شخصیت کو بنانے سنوارنے سدھارنے کے زریں مواقع بھی آتے رہے۔ ان لمحات میں آپ کا کردار کیا رہا؟ ایک وفادار بندے کا سا کردار رہا' یا ایک سرکش باغی جیسا کردار۔ زندگی کے مختلف موڑوں پر فیصلہ کن' خاموش سوال پیدا ہوتا رہا کہ خدا کی مرضی پر عمل کیا جائے یا اپنی اور سماج کی مرضی پر؟ دنیا کا فائدہ یا آخرت کا فائدہ؟ خدا کی مرضی یا رسم و رواج اور وقت کا قانون؟ آپ اپنے آپ سے صاف صاف پوچھئے کہ آپ کیا طے کرتے رہے اور کیا فیصلے کرتے رہے؟

مختلف لوگوں سے معاملات کرتے ہوئے آپ نے ایک باشعور' حق شناس' انصاف پسند اور خیر خواہ بندے کا کردار پیش کیا' یا حق ناشناس' غیر منصف اور بے درد ظالم کا کردار اپنایا۔ دن کی مصروف زندگی میں آپ دوسروں سے معاملہ کرتے رہے اور بہت کم کسی کے ساتھ رعایت کی' اب کچھ دیر اپنی ذات سے معاملہ

Marfat.com

کیجئے۔ ذرا جانبداری سے کام نہ لیجئے اور بالکل رعایت نہ دیجئے۔ بے لاگ اور کھرا معاملہ کیجئے۔ رات کی ان احتسابی گھڑیوں میں اگر آپ نے اپنے کو ذرا ڈھیل دی اور رعایت سے کام لیا تو یاد رکھئے آپ اپنے ساتھ یہ خیر خواہی نہیں بلکہ سنگین ظلم کریں گے۔ اگر آج اپنے ساتھ آپ نے انصاف نہ کیا اور ذرا بھی جانبداری سے کام لیا تو پھر یہ تاریکی بڑھتی ہی جائے گی۔ اور آپ حشر کے میدان میں روشنی سے محروم رہ جائیں گے۔ اگر آپ واقعی اپنے خیر خواہ ہیں تو شعور کے ساتھ اپنی ذات سے معاملہ کیجئے۔ دن کی شفاف روشنی میں آپ نے خدا اور رسولؐ اور ان کی ہدایات کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ بندوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ بڑوں کے ساتھ کس طرح پیش آئے اور چھوٹوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ احتساب کی یہ گھڑیاں آپ کی زندگی کا حاصل ہیں۔ اگر دن کی روشنی میں آپ خدا کی ہدایات نہ دیکھ سکے' لوگوں کے حقوق نہ پہچان سکے اور صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکے' اور آنکھیں ہوتے ہوئے بھی نابینا رہے' تو اندیشہ ہے کہ حشر میں بھی آپ آنکھوں سے محروم رہیں گے --- یہ آغاز شب کی گھڑیاں بڑی قیمتی ہیں' اپنی ذات کے ساتھ صاف معاملہ کئے بغیر اسے ہرگز سونے نہ دیجئے۔ پشیمانی' ندامت اور اعتراف خطا کے آنسوؤں سے دن بھر کی خطاؤں اور گناہوں کے داغ دھبے دھو ڈالئے۔ اپنے رحم فرمانے والے رب کے حضور گڑگڑایئے اور اپنے علیم و خبیر خدا سے عہد کیجئے کہ آنے والا دن آپ ایک وفا شعار' حق شناس اور شکر گزار بندے کی طرح گزاریں گے۔

اور اگر احتساب کی ان گھڑیوں میں آپ کو احساس ہو کہ آپ کا دن خدا کے نیک بندوں کی طرح گزرا ہے تو خدا کی اس بہترین توفیق پر خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے تہ دل سے شکر ادا کیجئے' استقامت کی دعا کیجئے' مزید توفیق کی درخواست کیجئے

Marfat.com

اور برابر آگے بڑھتے رہنے کے لئے پیہم جدو جہد کیجئے۔ یہ احتساب آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے ' بشرطیکہ آپ کا احتساب ہو اور آپ نے اپنی مسلسل غفلت' لا پروائی اور باغیانہ روش سے اپنے ضمیر اور احساس کا گلا نہ گھونٹ دیا ہو' پھر جب آپ دن بھر کا احتساب کرتے ہوئے اور اپنے آپ سے معاملہ کرتے ہوئے یہ محسوس کریں کہ نہ آپ نے کسی کا حق دبایا' نہ کسی کے ساتھ زیادتی کی' نہ کسی کا دل دکھایا' نہ کسی فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی' نہ کسی معاملہ میں خدا کی نافرمانی کی' نہ کوئی قدم خدا اور رسولؐ کی ہدایت کے خلاف اٹھایا' تو یقین کر لیجئے کہ یہ دن آپ کے لئے عید کا دن ہے ' اور یہ دن آپ کی زندگی کا حاصل ہے۔ چاہے آپ فاقہ مست مفلس ہوں یا عیش و آرام میں رہنے والے خوشحال' کسی ملک کے سیاہ سفید کے مالک ہوں یا ماتحتوں کے ماتحت' عالمی شہرت کی کمپنی کے مالک ہوں یا کسی دفتر کے چپراسی ' آسمان سیاست کے مہر عالم تاب ہوں یا گوشہ گمنامی کے مکین۔ عید کا دن نہ چاند دیکھنے پر موقوف ہے نہ شہرت و دولت پر۔ عید کا دن حقیقت میں وہ دن ہے جس میں آپ نے خدا کی نا فرمانی نہ کی ہو' اور پورا دن آپ نے خدا کی فرماں برداری میں گزارا ہو۔ ایک دانا سے کسی نے پوچھا' آپ کی عید کب ہوئی؟

دانا نے جواب دیا "جس دن میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا وہی دن میری عید کا دن ہوتا ہے"۔

کس قدر جنچا تلا شعوری جواب ہے' مگر شعور کے پیدا کرنے کے لئے مسلسل کوشش و کاوش کرنی ہوتی ہے اور بہت کچھ قربان کرنے کے بعد ہی یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

انقلاب کا نقطہ آغاز

سماج میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق خوش گوار انقلاب لانے کی راہ یہ نہیں ہے کہ آپ سماج کے لوگوں کو بدل ڈالنے کی مہم سے اپنے کام کا آغاز کریں۔ اصلاح اور انقلاب کا آغاز دوسروں کو بدل ڈالنے کی مہم سے کرنا حماقت و نادانی ہے، فکری فریب بھی اور وقت کا ضیاع بھی۔ خوب سمجھ لیجئے آپ کے مطلوب انقلاب کا نقطہ آغاز آپ کی ذات ہے نہ کہ دوسروں کی ذات۔ اگر آپ اپنی آرزوؤں، تمناؤں اور نصب العین میں واقعی سنجیدہ اور مخلص ہیں تو اپنی مہم کا آغاز اپنی ذات سے کیجئے۔ اصلاح ہمیشہ اپنی ذات سے شروع ہوتی ہے۔ آپ جو توقعات دوسروں سے کرتے ہیں۔ وہ توقعات خود پوری کر کے دکھایئے۔ جو حسن سلوک آپ دوسروں سے چاہتے ہیں، اس حسن سلوک کا خود مظاہرہ کیجئے۔ جو اچھائیاں آپ دوسروں کی زندگیوں میں دیکھنا چاہتے ہیں، وہ خوبیاں آپ اپنی زندگی میں پیدا کیجئے۔ آپ اپنے معاشرے کے دوسرے لوگوں کے عمل و کردار میں جن خوش گوار تبدیلیوں کے خواہاں ہیں، وہ خوش گوار تبدیلیاں اپنی زندگی میں پیدا کر کے دکھایئے اور کسی وقت بھی اس حقیقت کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیجئے کہ انقلاب کا نقطہ آغاز فی الواقع اپنی ذات ہے۔ دوسروں کی ذات سے اس مہم

Marfat.com

آغاز کرنے والے دوسروں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ خود کو دھوکا دے رہے ہیں اور سمجھتے نہیں۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ فکر و عمل کا حقیقی محرک انسان کے جذبات ہوتے ہیں اور جذبات دل میں جنم لیتے ہیں اور یہ واضح حقیقت ہے کہ دوسروں کے سینوں میں دھڑکنے والے دل پر آپ کا کوئی اختیار نہیں۔ پھر آپ کے بس میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں کی زندگیاں بدل ڈالیں اور ان کی زندگی میں وہ انقلاب پیدا کر دیں جو آپ کو مطلوب ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو آپ کر سکتے ہیں وہ یہی تو ہے کہ اچھائی برائی کا تعارف کرا دیں' اچھائی کو ذہن نشین کرانے کے لیے اپنے ذہن و زبان کی قوت استعمال کریں' لیکن حق کو دوسروں کے دل میں اتار دینا اور نیکی کو دوسروں کے دل کا فیصلہ اور جذبہ بنا دینا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ خدا نے آپ کی یہ ذمہ داری قرار دی ہے ـــــ البتہ آپ کی یہ ذمہ داری ضرور قرار دی گئی ہے کہ آپ اپنے آپ کو بدل ڈالیں۔ آپ کے سینے میں جو دل دھڑک رہا ہے وہ آپ کا اپنا دل ہے' آپ کے اپنے وجود کا ایک حصہ ہے۔ اس پر خدا نے اختیار دے رکھا ہے اور آپ کی یہ ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ آپ اس کو اپنے زاویہ فکر کے مطابق بدل ڈالیں۔ خدا کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط

(المائدہ ۵ : ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم پر تمہاری اپنی ذات کی ذمہ داری ہے۔ اگر تم راستی اور ہدایت پر قائم رہو تو دوسروں کی گمراہی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن ہے کہ آپ پر دوسروں کو بدل ڈالنے اور

Marfat.com

ہدایت پر لے آنے کی ذمہ داری ہرگز نہیں ڈالی گئی ہے۔اور آپ پر تو خیر یہ ذمہ داری کیا ڈالی جاتی خود پیغمبروں پر بھی یہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے کہ وہ لوگوں کی زندگیاں بدل دیں' اور چار و ناچار ان کو راہ ہدایت پر ڈال دیں۔ قرآن نے رسولؐ کو خطاب کرتے ہوئے بہت واضح انداز میں کہا ہے:

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص ۲۸: ۵۶)

آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے' بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

جب پیغمبر اور رسول کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ وہ دوسروں کو راہ ہدایت پر لگا دیں اور نہ یہ اختیار حاصل ہے کہ کسی کا دل بدل ڈالیں تو پھر عام انسانوں کی یہ ذمہ داری بھلا کیسے ہو سکتی ہے اور یہ اختیار انھیں کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے۔ پیغمبروں سے کہا گیا ہے' ان علیک البلاغ 'آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ یعنی دوسروں کے سلسلے میں ذمہ داری صرف اسی قدر ہے کہ آپ حق کو واضح انداز میں پہنچا دیں۔ حق کو قبول کرا دینے کی نہ پیغمبر پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے اور نہ اسے اس کا اختیار ہی حاصل ہے۔ پھر بھلا عام انسانوں کی یہ ذمہ داری کیسے قرار دی جا سکتی ہے۔

اس تفصیل سے نفس کو یہ غذا ہرگز حاصل نہ کرنے دیجیے کہ ہم پر صرف اپنی ذمہ داری ہے۔ دعوت و تبلیغ میں کیوں وقت صرف کریں۔ جی نہیں' اس وضاحت سے یہ مطلب اخذ کرنے کا موقع نفس کو ہرگز نہ دیجیے۔ بات یہ نہیں کہی جا رہی ہے کہ آپ دعوت و تبلیغ کی مہم نہ چلائیں' خوشگوار انقلاب لانے کی کوشش نہ کریں' اصلاح کی جدو جہد سے باز رہیں۔ یہ تو آپ کی منصبی ذمہ داری ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام تو آپ کو کرنا ہی ہے۔ بات دراصل یہ کہی جا رہی ہے کہ

Marfat.com

اصلاح و انقلاب کے کام کا آغاز دوسروں کی ذات سے نہ کیجئے' اپنی ذات سے کیجئے۔ یہی صحیح طرزِ فکر ہے اور اسی طرح اس مہم میں کامیابی بھی ممکن ہے۔ خود فراموشی کے جرم میں مبتلا لوگ ہرگز دعوت و تذکیر کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے اور ان کی کوششوں سے ہرگز مطلوب انقلاب رونما نہیں ہو سکتا' اور اگر بالفرض کچھ سعید روحوں نے ان کی آواز پر کان دھرا' اور اس مہم میں لگ کر کچھ تبدیلی لے بھی آئے تو ان لوگوں کا اس انقلاب میں کوئی حصہ نہیں ہے جن کی اپنی زندگیاں اس خوشگوار انقلاب سے محروم ہیں ـــــ بلکہ اس طرح تو آپ کا جرم دہرا ہو جاتا ہے کہ دوسروں کو خوبیاں اپنانے اور زندگیاں سنوارنے کی تلقین کریں' اور اپنی زندگی بدستور غلط طرز پر گزرتی رہے۔

آپ جب یہ رونا روتے ہیں کہ ماحول بہت خراب ہے' رشتہ داروں نے آپ کو بہت دکھ پہنچائے' متعلقین نے آپ کو بہت اذیتیں دیں' پڑوسیوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں' احباب اور شرکاء کار نے آپ کے ساتھ وہ کچھ کیا جس کی آپ کو ان سے توقع نہ تھی۔ بزرگوں اور رہنماؤں نے سرد مہری کا وہ رویہ اختیار کیا جس کا آپ کو تصور نہ تھا' چھوٹوں نے آپ کے ساتھ بد سلوکی اور نافرمانی کا رویہ ایسا اختیار کیا جس کی آپ کو امید نہ تھی۔ آپ جب اپنے اس دکھ کا اظہار کرتے ہیں' تو ہم آپ کو معذور تصور کرتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ آپ کا غم بجا ہے' دل جب دکھتا ہے تو خواہی نخواہی زبان سے اظہار ہو ہی جاتا ہے۔

لیکن کبھی آپ نے یوں بھی سوچنے کی زحمت گوارا فرمائی کہ جب رشتے داروں نے آپ کو دکھ پہنچائے تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ کی ذات سے بھی انھیں دکھ پہنچے ہوں۔ متعلقین نے اگر آپ کو اذیتیں دی ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ نے بھی انھیں اسی طرح اذیت دی ہو۔ پڑوسیوں سے اگر آپ کو

Marfat.com

تکلیفیں پہنچی ہیں تو کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے بھی ان کی توقعات پوری نہ کی ہوں۔ بزرگوں اور رہنماؤں نے اگر آپ کے ساتھ سرد مہری اور نا انصافی کا سلوک کیا ہے تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ بھی اپنے چھوٹوں کے ساتھ اسی طرح سرد مہری اور نا انصافی کا سلوک کر رہے ہوں۔ چھوٹوں نے آپ کے ساتھ بد سلوکی اور نافرمانی کا رویہ اختیار کیا ہے تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ نے بھی اپنے بڑوں کے ساتھ کچھ اسی طرح کی نافرمانی اور تکلیف دہ رویہ اختیار کیا ہو۔

اب آپ چاہتے ہیں کہ سماج سے یہ تکلیف دہ مناظر ختم ہوں' حسن عمل اور حسن اخلاق کا چرچا ہو' ہر ایک دوسرے کا حق ادا کرنے میں پیش پیش ہو' اور ہر ایک اپنا فرض بجالانے میں چاق چوبند ہو جائے اور کوئی کسی کو تکلیف نہ پہنچائے' بلکہ سماج میں ہر ایک حسن سلوک کا پیکر بن جائے' اور سماج میں ایسا خوشگوار انقلاب آئے جس میں نا انصافی' زیادتی' فساد' نافرمانی اور حق تلفی کا نام و نشان نہ رہے' تو بے شک آپ کی یہ آرزو بڑی پاک ہے ' آپ کی زندگی میں اگر یہ آرزو نہ ہو' تو آپ کی زندگی سے آپ کی موت اچھی ہے' لیکن اس پاکیزہ آرزو کی تکمیل کے لیے صحیح طریقہ یہ نہیں ہے کہ آپ اصلاح و انقلاب کے لیے دوسروں کی زندگیوں پر محنت سے اپنا کام شروع کر دیں' اس مہم کا آغاز اپنی ذات سے کیجئے اور پوری قوت کے ساتھ ہر ایک کے ذہن میں یہ بات جمایئے کہ اس مہم کا آغاز اپنی ذات سے ہی ہوتا ہے نہ کہ دوسروں کی ذات سے۔ انقلاب کا نقطہ آغاز اپنی زندگی ہے دوسروں کی زندگی نہیں۔

پھر آپ ذرا تصور تو کیجئے اس سماج کا جس کا ہر فرد اپنی اصلاح کا حریص ہو۔ دوسروں کو بدل ڈالنے کی فکر میں نہ ہو' بلکہ خود کو بدل ڈالنے میں جٹا ہوا ہو اور پھر ایسے افراد جن کا اصل مرکز فکر اپنی ذات کی اصلاح و تربیت ہو' اور جو شب و

Marfat.com

روز اسی فکر میں لگے ہوئے ہوں، خواہ وہ گھریلو زندگی میں ہوں یا معاشی میدان میں، عبادت و ریاضت کا معاملہ ہو یا خاندان اور برادری کا، کاروباری شریکوں کے مسائل ہوں یا محلے پڑوس کے، مال و دولت کا کوئی معاملہ ہو یا جاگیرداری اور زمین کا، غرض زندگی کا کوئی میدان ہو اور کوئی مسئلہ اور معاملہ ہو، انھیں دوسروں کی اصلاح سے زیادہ اپنی اصلاح کی فکر ہو۔ آپ غور کیجئے، جب دوسروں کو بدل ڈالنے کا جذبہ اپنے کو بدل دینے کے جذبہ میں تبدیل ہو جائے۔ ہر فرد کے دل میں یہ نکتہ گھر کر جائے کہ آغاز اپنی ذات سے ہوتا ہے، اور پورے سماج میں یہ انداز فکر عام ہو جائے تو اس سماج میں کیسا خوشگوار انقلاب آئے گا۔ پورے سماج کا نقشہ کس قدر دلاویز اور مسرت انگیز ہو گا اور انقلاب کی یہ مہم کس قدر آسان ہو جائے گی۔ در اصل کوئی بھی مقصد ہو وہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب اس کے لیے صحیح رخ سے کوشش کی جائے اور اس تک پہنچنے کے لیے کسی غلط راہ کا انتخاب نہ کیا جائے۔

خوشگوار انقلاب لانے کی خواہش کرنے والے اگر ناکام رہ کر مایوسی کا شکار ہوتے ہیں تو اس کی یہ وجہ ہرگز نہیں کہ خدا کے بندوں میں قبول حق کی صلاحیت ختم ہو گئی ہے۔ انسان کی فطرت خیر پسند ہے۔ خیر کو قبول کرنے والی سعید روحیں ہر دور میں، ہر سماج میں ہوتی ہیں۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ سارے انسانوں کے سینے نیکی کی آرزو اور محبت سے یکسر خالی ہو جائیں۔

ناکامی اور مایوسی کی وجہ در اصل یہ ہوتی ہے کہ انقلاب کی پاکیزہ خواہش رکھنے والے اپنی مہم کا آغاز غلط نقطے سے کرتے ہیں۔ انقلاب کی مہم اپنے وجود میں سر کی جاتی ہے، اور وہ دوسروں کے وجود سے اس کا آغاز کرتے ہیں۔ انقلاب کے خوشگوار اثرات پہلے اپنی زندگیوں میں پیدا کرنے ہوتے ہیں، اور وہ ان اثرات کو

Marfat.com

دوسروں کی زندگیوں میں پیدا کرنے کی غیر فطری کوشش کرتے ہیں۔ صفائی کے محاسن بیان کرنے والے اگر خود گندے ہوں تو یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی باتوں پر کوئی کان نہ دھرے اور اس سے زیادہ بھیانک بات یہ ہے کہ جس صفائی کی آرزو میں وہ تڑپ رہے ہیں اس سے ان کی اپنی زندگی محروم ہے۔ ایسے خدا فراموش لوگوں کا انسانی تاریخ میں نہ کبھی کوئی کارنامہ رہا ہے اور نہ آئندہ کبھی اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

اصل سہارا

آپ ایک آرٹسٹ کو دیکھتے ہیں کہ وہ قلم کی نوک اور انگلیوں کی جنبش سے کیسے کیسے دلکش اور حیرت انگیز نقش و نگار بناتا ہے ۔ اس کی نازک انگلیاں کس قدر سرعت کے ساتھ ایسے ایسے ڈیزائن تیار کرتی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور بے اختیار آرٹسٹ کی انگلیاں چوم لینے کو جی چاہتا ہے --- بے شک انگلیوں کے حیرت انگیز کرشموں کا کچھ ایسا ہی تقاضا ہے۔ مگر آپ نے کبھی یہ غور بھی کیا ہے کہ یہ حیرت میں ڈال دینے والے کارنامے در اصل کس کے ہیں؟ ان حرکت کرنے والی انگلیوں کے' یا اس داخلی قوت و طاقت کے جو ان انگلیوں کو حرکت دے رہی ہے؟ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کارنامہ انگلیوں کا ہے اور ستائش کے لائق یہی ہیں۔ لیکن یہ سطحی نگاہ کا فیصلہ ہے --- جب آپ ذرا غور کریں گے تو آپ کا فیصلہ ہو گا کہ یہ سارا کارنامہ در اصل انسان کی اندرونی قوت و طاقت کا ہے' جو ان انگلیوں کو حرکت دیتی اور سرگرم رکھتی ہے --- یہ داخلی قوت اگر سلب ہو جائے اور انگلیوں کو جنبش دینے والا موت کی نیند سو جائے تو کیا پھر بھی یہ انگلیاں نقش و نگار بنا سکیں گی ؟ انگلیاں موجود ہوں گی لیکن نہ وہ جنبش کر سکیں گی اور نہ کوئی کارنامہ انجام دینے کے لائق ہوں گی۔

Marfat.com

اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے' وسائل اور ذرائع کی مدد سے ہو رہا ہے' اور یقیناً وسائل و ذرائع کی بڑی اہمیت ہے --- اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وسائل و ذرائع سے نہ صرف نظر کیا جا سکتا ہے اور نہ ایسا کرنا دانش مندی ہے --- البتہ بے عقلی اور گمراہی کی سرحد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے آدمی ان وسائل و ذرائع اور ان سہاروں ہی کو اصل فیصلہ کن طاقت سمجھنے لگتا ہے۔ بے شک اسباب کی ضرورت بھی ہے اور اہمیت بھی' لیکن اسباب پیدا کرنے والے سے غفلت گمراہ کن نادانی ہے۔ اصل چیز اسباب نہیں مسبب الاسباب ہے۔ اس کی مرضی اور اشارہ نہ تو سارے اسباب بیکار ہو جاتے ہیں۔

ایک مومن اور غیر مومن کی فکر اور راہ عمل میں اس نقطہ سے فرق اور امتیاز شروع ہوتا ہے' اسی نقطہ سے فکر و عمل ک الگ الگ راستے پھوٹتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے بالکل مختلف سمت میں جاتے ہیں' ایک اس دنیا اور اس کے اسباب وسائل ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اور اس کی کوتاہ نظری اس سے آگے کچھ نہیں دیکھ پاتی' دوسرا بھی اسی دنیا میں رہتا ہے' یہاں کے وسائل و ذرائع سے پوری طرح مستفیض ہوتا ہے' لیکن وہ یہ سب کچھ اس فکر و نظر کے ساتھ کرتا ہے کہ اصل چیز اسباب نہیں مسبب الاسباب ہے۔

یہ حیات مستعار بہر حال کچھ سہارے چاہتی ہے' دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے سہاروں کی ضرورت قطعی ہے --- دنیا پرست مادی وسائل و ذرائع کے سہارے زندگی گزارتا ہے اور انھی کو اپنا اصل سہارا سمجھتا ہے --- اور جب یہ سہارے ٹوٹتے اور ناکام ہوتے ہیں تو وہ مایوس ہونے لگتا ہے --- مایوسی کا شکار ایک دنیا پرست فرد بھی ہوتا ہے اور ایک دنیا پرست قوم بھی ۔ فرد مایوسی کا شکار ہوتا ہے تو وہ خود کشی کر ڈالتا ہے۔ قوم مایوسی کا شکار ہوتی ہے تو اس کی قوت عمل

Marfat.com

مفلوج ہو جاتی ہے۔ قومی اعتبار سے اس پر موت طاری ہو جاتی ہے' اور اس کے شب و روز اپنے شب و روز نہیں ہوتے ' وہ دوسروں کے لیے جیتی ہے' اور دوسرے جس طرح چاہتے ہیں اس طرح جیتی ہے۔ با اختیار مخلوق ہو جانے کے باوجود وہ بے اختیاری کی زندگی گزارتی ہے ' اور قومی اعتبار سے دھرتی کے سینے پر اس کا کوئی رول نہیں ہوتا۔

اس کے برخلاف ایک مومن' فرد ہو یا قوم' دنیا کے سارے وسائل و ذرائع سے فائدہ اٹھانے اور کام میں لانے کے باوجود ایک لمحے کے لیے بھی ان وسائل و ذرائع پر بھروسہ نہیں کرتا' وہ خدا کی ذات کو اصل سہارا مان کر حیات مستعار کی اس مہلت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور خدا کی زمین پر خدا کے پیدا کیے ہوئے تمام وسائل و ذرائع کو کام میں لاتا ہے۔ یہ سہارے اور وسائل اگر کسی وقت ٹوٹتے اور ناکام محسوس ہوتے ہیں تو اس کی زندگی میں کوئی بھونچال نہیں آتا' وہ یہ سوچ کر مطمئن ہوتا ہے کہ خدا کی یہی مرضی ہوگی ۔ اس کی یہی مصلحت ہوگی --- یا یہ میری کسی غلطی کی سزا ہوگی --- وہ پھر اپنی روش پر غور کرتا ہے' خود کو سنبھالتا ہے' اپنے اصل سہارے سے اپنے تعلق کے بارے میں سوچتا ہے اور یہ یقین اس میں زندگی کی لہر دوڑا دیتا ہے کہ ان سہاروں کو توڑنے والا' ان اسباب کو ناکام بنانے والا ان سے بہتر وسائل و ذرائع بھی فراہم کر سکتا ہے اور اس کے ایک اشارے سے حالات کچھ سے کچھ ہو سکتے ہیں --- بھروسہ کے قابل یہ ٹوٹنے اور فنا ہونے والے سہارے نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو نہ کبھی فنا ہوتی ہے ' اور نہ کبھی اپنے بندوں سے غافل ہوتی ہے۔ جس کو نہ کبھی نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ کبھی اس پر غنودگی طاری ہوتی ہے۔ بے شک مومن ذرائع و وسائل فراہم کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا ہے' جدوجہد کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں جب

Marfat.com

کوششیں کرتا ہے، تو اسی دنیا میں اور انھی مادی وسائل سے کام لے کر کوشش اور جدو جہد کا حق ادا کر دیتا ہے۔ لیکن کسی ایک لمحے کے لیے بھی وہ اسباب وسائل یا اپنی جدو جہد پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اس کا اصل سہارا اللہ ہوتا ہے۔

و توکل علی الحی الذی لا یموت و علی اللہ فلیتوکل المومن ○

اور تم اس زندہ جاوید ہستی پر بھروسہ کرو جس کو موت نہیں ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

ایک مومن کامل اپنے جاں نثاروں کو جمع کرتا ہے۔ ان میں بہادری اور جاں فروشی کے جذبات ابھارتا ہے۔ جو مادی وسائل و ذرائع مہیا کرنا ممکن ہوتے ہیں، مہیا کرتا ہے اور پھر سجدہ ریز ہو کر خدا سے دعا کرتا ہے کہ پروردگار میں جو کچھ کر سکتا تھا میں نے کیا، اب کامیابی تیرا ہی کام ہے --- سب کچھ تیرے ہی قبضے میں ہے --- بھروسہ ان وسائل پر نہیں تیری ذات پر ہے۔

خدا کے رسولؐ پیغام رحمت لے کر طائف پہنچتے ہیں۔ طائف والوں کو خدا کا پیغام سناتے ہیں۔ پیغام رحمت کے جواب میں سنگدلوں کی طرف سے طنزو تشنیع اور پتھروں کی بارش ہوتی ہے --- آپؐ لہو لہان ہو جاتے ہیں، مضمحل اور افسردہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک خدا کا بھروسہ ایسا زبردست سہارا ہے کہ ایسے وقت میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ آپ دل چھوڑ بیٹھیں۔ اپنے کام سے مایوس ہو جائیں --- اس وقت آپؐ نے جو دعا فرمائی ہے اس کا لفظ لفظ یقین، ایمان، توکل، نشاط اور عزم و حوصلہ کا آئینہ دار ہے۔ مومن فرد اور مومن قوم کو نازک مرحلے پر اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیے اور اپنے فکر و عمل سے اس کا ثبوت فراہم کرنا چاہیے کہ یہ دعا دل کی گہرائی سے نکلنے والی گرم آہیں ہیں، مشق کی ہوئی دینداری کا خوشنما مظاہرہ نہیں ہے --- خدا کے رسولؐ اپنے رب سے فریاد کرتے ہیں:

Marfat.com

اے اللہ میں تجھی سے اپنی بے بسی اور بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے رحم الراحمین ! تو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا بھی رب ہے' تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے' کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے۔ اگر تو مجھ سے خفا نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں ہے' مگر تیری طرف سے مجھے عافیت مل جائے تو میرے لیے اس میں زیادہ کشادگی ہے ۔ میں پناہ چاہتا ہوں تیری ذات کے نور کی جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں' اور جس سے دنیا و آخرت کے سارے معاملات سدھر جاتے ہیں' اس سے مجھے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عذاب کا مستحق ہوں۔ میں تیری ناراضی دور کرنے میں لگا رہوں' یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ خدایا' تیرے سوا کسی کے پاس طاقت و قوت نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا' اور میں نے تیرے سہارے پر جھگڑا کیا۔ اے اللہ میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں' اس سے کہ تو مجھے بھٹکنے دے۔ تو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا' جن اور انسان سب فنا ہونے والے ہیں۔

رسول خداؐ کے یہ الفاظ مومن کو اس عقیدے اور یقین کی تلقین کرتے ہیں. کہ اس زندگی میں مومن کا اصل سہارا صرف اللہ ہے۔ مومن کو صرف خدا ہی کے سہارے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ یہ ایک ایسا زندہ جاوید سہارا ہے جسے موت

Marfat.com

کبھی چھو نہیں سکتی۔

دنیا پرست کے نزدیک اصل زندگی یہی دنیا کی زندگی ہے۔ وہ صرف اسی زندگی کے لیے جیتا ہے اور اسی کو لذتوں کا گہوارہ بنانے کے لیے ہزار جتن کرتا ہے۔ اس کی نگاہ کوتاہ اس سے آگے کچھ نہیں دیکھتی۔ وہ اسی زندگی کی رنگینیوں اور دلفریبیوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے' اور اسی کو انسانیت کی معراج تصور کرتا ہے۔ وہ یا تو سرے سے کسی بالا تر ہستی کا قائل ہی نہیں ہوتا' یا قائل ہوتا ہے تو اسے اپنے نظر و فکر میں دخل دینے کا مستحق ہی نہیں سمجھتا --- فرد ہو یا قوم' اس کی زندگی کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست' وہ اسی زندگی کو کسی قید و بند کے بغیر جنت بنانے کی کوشش میں شب و روز سرگرداں رہتا ہے۔ قرآن میں ہے:

أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ○ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ○
(الشعرا ۲۶ : ۱۲۹)

کیا تم اونچی جگہ پر ایک یاد گار تعمیر کرتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے کہ شاید تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

یہ دو مختلف انداز فکر اور شاہراہ عمل در اصل اسی بنیادی نقطہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ایک زندگی گزارنے کے لیے اصل سہارا اس ذات کو بناتا ہے جو زندہ جاوید ہے' جو سب سے زیادہ قوت و طاقت والا ہے اور جو سب پر غالب ہے' اور دوسرا زندگی گزارنے کے لیے زندگی کے مادی وسائل و اسباب کو سہارا بناتا ہے اور انھی کو سب کچھ سمجھتا ہے' اور یہ ہر دانشمند کے اپنے سوچنے کی بات ہے کہ دلکش نقش و نگار' کرشمہ انگلیوں کا ہے یا اس داخلی قوت و طاقت کا جو انگلیوں سے کام لیتی ہے اور انھیں سرگرم کار رکھتی ہے --- ایک کی کوتاہ نگاہ اسباب وسائل میں

Marfat.com

پھنس جاتی ہے اور ایک کی حقیقت بیں نگاہ مسبب الاسباب کو سہارا قرار دیتی ہے ۔ ایک قدم قدم پر مایوسی کا شکار ہوتا ہے اور ایک کی پوری زندگی پر کبھی مایوسی کا سایہ تک نہیں پڑنے پاتا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ھذہ الدنیا مرتحلۃ ذاھبۃ و ھذہ الاخرۃ مرتحلۃ قادمۃ ولکل واحدۃ منھا بنون فان استطعتم ان لا تکونوا من بنی الدنیا فافعلوا' فانکم الیوم فی دار العمل ولا حساب' و انتم غدا فی دار الاخرۃ ولا عمل (مشکوۃ)

یہ دنیا کوچ کر چکی ہے' جا رہی ہے اور آخرت بھی روانہ ہو چکی ہے' قریب آ رہی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے پرستار ہیں۔ تم سے جہاں تک ہو سکے دنیا پرست نہ بنو۔ تم اس وقت عمل کے گھر میں ہو اور حساب کا وقت نہیں آیا ہے اور کل تم حساب کے گھر آخرت میں ہو گے اور وہاں عمل کا موقع نہ ہو گا۔

البتہ خدا پر بھروسہ اور توکل کا کوئی خود ساختہ مفہوم اپنا کر زندگی کو نمونہ عبرت بنانے سے ضرور پرہیز کیجئے --- خدا پر بھروسہ اور توکل کا بس وہی ایک مفہوم صحیح ہے' جو خدا کے رسولؐ نے اپنی امت کو سکھایا ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' یا رسول اللہ! میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر خدا پر بھروسہ کروں یا اسے کھلا چھوڑوں اور بھروسہ کروں۔ آپؐ نے فرمایا" پہلے تم اسے باندھو پھر توکل کرو"۔

Marfat.com

نیکیوں کا موسم بہار

"نیکیوں کا موسم بہار" قریب آرہا ہے' اور جلد ہی اس کے مبارک شب و روز آپ پر سایہ فگن ہونے والے ہیں۔ آپ دن میں روزہ رکھیں گے' شب میں خدا کے حضور قیام کریں گے اور شب و روز کی مختلف ساعتوں میں کتاب الٰہی کی تلاوت کریں گے۔ صدقہ و خیرات کریں گے اور نیکیوں کے اس موسم بہار سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ پھر مہینے بھر کی عبادت و ریاضت کے بعد عید کی مبارک صبح کو عید گاہ پہنچ کر دوگانہ شکر ادا کریں گے۔ اور اس حال میں اپنے گھر کو واپس آئیں گے کہ خدا فرشتوں میں اعلان کرے گا ---- کہ "میں نے اپنے ان بندوں کو بخش دیا" اور آپ بخشے بخشائے اپنے گھروں کو واپس آئیں گے۔ مگر اس اجر و انعام کا مستحق بننے کے لیے ایک شرط ہے۔ اس شرط کا پورا کرنا ناگزیر ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ آپ کی یہ ساری عبادت و ریاضت شعور کے ساتھ ہو' آپ شعور کے ساتھ خدا کی کتاب کی تلاوت کریں' شعور کے ساتھ دن میں روزہ رکھیں ' شعور کے ساتھ شب میں خدا کے حضور قیام کریں' اور شعور کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کریں۔

شعور کے ساتھ جب آپ کتاب الٰہی کی تلاوت کریں گے تو اس سے شعوری

Marfat.com

عمل پیدا ہو گا اور جب شعور کے ساتھ آپ نیک اعمال میں سرگرم ہوں گے تو آپ اعمال صالحہ کی برکتیں اپنی زندگی میں عملاً محسوس کریں گے۔ پھر اعمال صالحہ کی برکتیں اور اچھے اثرات آپ کے قلب میں مزید اچھے جذبات پیدا کرنے میں معاون ہوں گے۔ اس طرح آپ کی لیے نیکی کی راہ آسان' کشادہ اور نہایت پر کشش بن جائے گی۔ خدا آپ کی مدد فرمائے۔

خدا کی کتاب پڑھتے ہوئے جب آپ اس آیت پر پہنچیں:

یاایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کر دیا گیا۔

تو یوں سوچئے کہ آپ کا رب آپ سے مخاطب ہے۔ جب وہ کہتا ہے' اے ایمان والو! تو کان لگا کر سنئے' یہ آپ کے رب کی آواز ہے' اور وہ کسی دوسرے کو نہیں آپ کو پکار رہا ہے۔ آپ کا نام لے کر پکار رہا ہے۔ آپ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں' مومن ہونے پر فخر کرتے ہیں' ایمان والوں میں یقیناً آپ بھی شامل ہیں اور آپ کا رب آپ سے ہی بات کر رہا ہے۔ سوچنے کا یہ انداز آپ کو کسی اور ہی عالم میں پہنچا دے گا۔ آپ کی روح پر وجد کی ایک کیفیت طاری ہو گی۔ آپ سوچیں گے' اللہ اکبر! میری یہ عظمت و اہمیت' کہ میرا رب مجھے میرا نام لے کر پکار رہا ہے' اور آپ ہمہ تن گوش ہو کر اگلے الفاظ دل کے کانوں سے سنیں گے۔

"تم پر روزہ فرض کر دیا گیا ہے" کے الفاظ پڑھتے ہوئے آپ یوں ہی سرسری انداز میں نہیں گزر جائیں گے۔ بلکہ یوں سوچیں گے کہ "تم پر کا" خطاب مجھ ہی سے ہے۔ گویا آپ کا رب آپ سے یہ کہہ رہا ہے' میرے بندے! یہ روزہ میں نے تجھ ہی پر فرض کیا ہے' دن بھر روزہ سے رہ کر تو میرے ہی حکم کی تعمیل کرتا ہے اور اس حکم کو بجا لانے کے لیے تیرے واسطے اتنی بات کافی ہے کہ یہ اس خدا نے

Marfat.com

تجھ پر فرض کیا ہے' جس پر تو ایمان لایا ہے --- مومن کے لیے کسی حکم کی تعمیل کا یہ محرک بالکل کافی ہے کہ اس کے رب کا یہی حکم ہے اور اپنے رب کی اطاعت کے تصور کی لذت ایمان کا زبردست انعام ہے۔ اور پھر جب آیت کا گلا فقرہ آپ پڑھیں گے تو اپنے رب کی بے پایاں رحمت و رافت اور شفقت و عنایت کا احساس کر کے آپ کا رواں رواں احساس شکر سے سرشار ہو جائے گا۔ ارشاد ہے:

کما کتب علی الذین من قبلکم

جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔

یعنی یہ روزہ کوئی بوجھ نہیں ہے جو خدا نے تم پر لاد دیا ہو بلکہ یہ تمہاری شخصیت کی تعمیر' تمہاری تربیت اور تزکیہ نفوس کے لیے خدا کی ایک نعمت اور نا گزیر ذریعہ ہے --- اسی لیے تو خدا نے اسے ہر دور میں' ہر نبی کی امت پر فرض رکھا ہے۔ یہ تربیت و تزکیہ کے نظام کا ایسا ضروری جز ہے' اس قدر زبردست موثر عامل ہے کہ خدا کی کوئی شریعت کبھی اس سے خالی نہیں رہی ہے - تم پر روزہ فرض کر کے خدا نے تم پر اپنی رحمت و عنایت کا اہتمام کیا ہے اور تمہیں اس نعمت سے نواز کر اپنی رضا اور اجر آخرت کا مستحق بننے کا تمہارے لیے مواقع فراہم کیا ہے۔

"جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا" --- یہ الفاظ محض تاریخ بیان کرنے کے لیے نہیں ہیں' قرآن کا موضوع محض تاریخی داستانیں بیان کرنا نہیں ہے --- در اصل ان الفاظ کے ذریعہ روزے کی عظمت و اہمیت اور تربیت و تزکیے کے نظام میں اس کی غیر معمولی اہمیت کو واضح کرنا ہے کہ ہر نظام تربیت اور شریعت میں ہمیشہ روزہ موجود رہا ہے اور پھر اگلے فقرے میں روزے کا اصل

Marfat.com

حاصل بتا کر بات پوری کر دی گئی ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ ۲: ۱۸۳)

تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

یعنی خدا نے روزے کا حکم خود تمہارے ہی فائدے کے لیے دیا ہے' تمہاری عبادتوں سے خدا کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ خدا تو بے نیاز ہے۔ ساری کائنات مل کر ہمہ وقت اس کی عبادت میں لگی رہے اور کائنات کے کسی چپے میں کسی لمحے بھی اس کی نافرمانی نہ ہو تو بھی اس سے اس کی ذات اقدس کو ذرہ برابر فائدہ نہ ہو گا۔

روزہ اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ بندہ تقویٰ کا پیکر بن جائے۔ اس کے دل میں وہ غیر معمولی قوت پیدا ہو جائے کہ نیکی کی راہ پر بڑھنا اور دوڑنا اس کے لیے آسان اور برائی کی راہ پر جانا اس کے لیے دشوار ہو جائے —— تقویٰ ہی در اصل زندگی کی اصل رونق اور بہار ہے۔ تقویٰ دل کی وہ روشن کیفیت ہے جس کے ذریعے آدمی پر ہدایت کی راہ کھلتی ہے ۔ جس کی بدولت آدمی خدا کی کتاب سے فیض پانے کے لائق بنتا ہے۔ تقویٰ وہ پسندیدہ جوہر ہے جس کی بنیاد پر خدا نیک اعمال کو تقویت بخشتا ہے۔ غیر متقی انسان کا عمل بھی خدا کے یہاں مقبول نہیں ہوتا۔ اور روزہ رکھنے کا حاصل یہی ہے کہ آدمی کو تقویٰ کی یہ دولت حاصل ہو۔ بے شک دوسری عبادات سے بھی تقویٰ حاصل ہوتا ہے' مگر روزے کو تقویٰ سے خصوصی مناسبت ہے اور اسی لیے خدا نے تقویٰ کو روزے کا حاصل قرار دیا ہے۔

اب پوری آیت کو ایک بار پھر ذہن میں تازہ رکھئے اور اپنا جائزہ لیجیے کہ جب اے ایمان والو! کے الفاظ آپ پڑھتے اور سنتے ہیں تو آپ پر وجد کی کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے یا نہیں' خدا کی عظمت اور ہیبت سے آپ پر لرزہ طاری ہوتا ہے یا

Marfat.com

نہیں --- اور آپ دل کی گہرائی سے یہ احساس کرتے ہیں یا نہیں کہ خدا آپ سے مخاطب ہے اور آپ پر روزہ فرض کر رہا ہے' اور پھر یہ کہ روزہ رکھنے کے لیے یہ بات آپ کے لیے کافی ہو جاتی ہے کہ یہ آپ کے خدا کا حکم ہے یا آپ کسی اور محرک کے بھی منتظر رہتے ہیں۔ اگر خدا کے حکم کے علاوہ آپ کسی اور محرک کے بھی منتظر رہتے ہیں اور کسی عمل پر آمادہ کرنے کے لیے آپ کو خدا کا حکم کافی نہیں ہوتا' تو آپ ایک خطرناک اور تباہ کن بیماری کا شکار ہیں۔ آپ کا ایمان نزع کی کش مکش میں مبتلا ہے۔ جلد از جلد فکر کیجئے اور اپنے ایمان کو اس کش مکش سے بچائیے۔ اس معاملے میں سستی اور غفلت اور لا پروائی آپ کی عبرتناک موت کا باعث بن سکتی ہے --- جسمانی موت نہیں کہ وہ تو ایک بار آتی ہی ہے --- اور وہ کوئی حادثہ نہیں 'حادثہ تو ایمانی موت ہے۔ انسان کی ساری قدر و قیمت اور زندگی کی تمام تر رعنائی ایمان کی بدولت ہے۔ ایمان مردہ ہو گیا تو سب کچھ لٹ گیا۔ ایمان سے محروم زندگی' زندگی نہیں موت ہے۔ ایسا چلتا پھرتا انسان در اصل ایک زندہ لاشہ ہے جو زمین کی پیٹھ پر ایک گندہ بوجھ ہے۔

جس بندے کا ایمان شعوری ایمان ہے' اس کو خدا کی اطاعت پر آمادہ کرنے کے لیے اتنی بات بالکل کافی ہے کہ اس کے خدا نے اسے یہی عبادت کا حکم دیا ہے۔ یہ تو رب جلیل و کریم کی بے پایاں عنایت اور مزید فضل و کرم ہے کہ وہ حکم دینے کے ساتھ ساتھ اپنے حکم کے اسباب اور فرض کردہ عبادات کے فائدے بھی ذہن نشین کراتا ہے۔

روزے کے سلسلے میں فرمایا گیا" تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو"۔ یہ فقرہ اس لیے بھی ہے' کہ بندہ مومن اور زیادہ دل جمی اور یکسوئی' اطمینان قلب اور نشاط کے ساتھ روزے کا اہتمام کرے اور خاص طور پر اس لیے بھی کہ بندہ بار بار اپنا جائزہ

Marfat.com

لے اور دیکھے کہ اس کا روزہ واقعی اس کا روزہ بھی ہے یا نہیں۔ "تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو" یہ الفاظ ایک کسوٹی بھی ہیں' تاکہ ہر روزہ رکھنے والا شخص اپنی زندگی پر نگاہ رکھے اور جائزہ لیتا رہے کہ روزہ رکھ کر اس کی زندگی تقویٰ سے آراستہ ہو رہی ہے یا نہیں۔

خدا نے تقویٰ کو روزے کا حاصل بتایا ہے اور خدا کا یہ فرمان یقیناً ہر شک و شبہ سے پاک ہے۔ روزے سے یقیناً تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور ہونا چاہیے —— لیکن اگر کوئی روزہ رکھنے کے باوجود تقویٰ سے محروم ہے تو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کا روزہ وہ روزہ نہیں ہے' جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اگر روزہ رکھ کر آپ کو تقویٰ کی دولت نہیں حاصل ہو رہی ہے تو اطمینان کر لیجئے کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں' آپ فاقہ کی مشق کر رہے ہیں جس کا حاصل تقویٰ نہیں کمزوری ہے۔

بے چینی کے ساتھ فکر کیجئے —— رمضان کی مبارک گھڑیاں تیزی کے ساتھ گزر جائیں گی۔ انھیں اس طرح نہ گزر جانے دیجئے کہ آپ خالی ہاتھ رہیں —— معلوم نہیں آئندہ سال آپ کو پھر یہ مبارک گھڑیاں زندگی میں نصیب ہوتی ہیں یا نہیں؟

Marfat.com

دور حاضر کا فتنہ

مال و دولت ' جائداد اور وسائل عیش و عشرت خدا کی نعمتیں ہیں۔ خدا نے ان نعمتوں کو خیر' فضل اور قیام (زندگی گزارنے کی بنیاد) جیسے معنی خیز ناموں سے یاد کیا ہے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں انسان ان نعمتوں کو حاصل کرنے اور آسائش کی زندگی گزارنے کے لیے دوڑ دھوپ کرتا رہا ہے۔ تاریخ میں کسی ایسے دور کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی جس میں انسانوں نے ان نعمتوں سے نفرت کی ہو ' یا ان کے حصول میں سرد مہری دکھائی ہو۔

قرآن و سنت کا منشا بھی یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ آدمی ان نعمتوں سے بیزاری کا اظہار کرے۔ انھیں پانے کے لیے کوئی دوڑ دھوپ نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے۔ اپنی روزی اپنے ہاتھ سے کمانا عبادت ہے۔ اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرنا نیکی ہے۔ دوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا اور آسائش و ضرورت کے لیے ہاتھ پیر مارنا مطلوب ہے۔ دنیا کی نعمتوں کو حقیر سمجھنا' ان سے بیزاری دکھانا اور ان سے فائدہ اٹھانے کو دینداری کے خلاف سمجھنا غلط طرز فکر ہے' جس کی تائید قرآن و سنت سے نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن پاک تو تیکھے انداز میں اس نقطہ نظر کے لوگوں سے باز پرس کرتا ہے اور صاف

Marfat.com

صاف بتاتا ہے کہ یہ ساری نعمتیں دنیا میں مومنوں کے لیے ہیں اور آخرت میں تو یہ صرف انھی کا حصہ ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ (الاعراف ۷ : ۳۲)

ان سے کہئے' کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا' اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو' یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں ' اور قیامت کے روز تو خالصتاً انھی کے لیے ہوں گی۔

قرآن پاک کی آیت کا صاف منشاء یہ ہے کہ مومن اللہ کے پیدا کردہ وسائل حیات اور آرائش زندگی کے ساز و سامان سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اور ان نعمتوں سے محروم رہنے کو دینداری نہ سمجھے۔

اس معاملے میں مومن کو وہ بنیادی ہدایات دی گئی ہیں' ایک یہ کہ زندگی کے کسی مرحلے میں بھی اپنے خدا کو نہ بھولے۔ یہ بنیادی ہدایات دے کر دین مومن کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ وہ کار گاہ حیات میں اپنی قوتوں کو کھپائے' جسم و دماغ کی توانائیوں کو کام میں لائے' دنیا میں پھیلے ہوئے وسائل اور سہولتوں سے خاطر خواہ کام لے اور دنیا میں پھیلی ہوئی خدا کی نعمتوں سے خوب خوب فائدہ اٹھائے۔ مگر بڑا فرق ہے فائدہ اٹھانے کے اس دینی نقطہ نظر میں اور اس مادی نقطہ نظر میں جو آج کے دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے --- دور حاضر کا ہر فرد دولت مند بننے کے لیے بے تاب ہے اور یہ چاہتا ہے کہ راتوں رات میرے دن پھر جائیں' کسی تاخیر یا طبعی رفتار کو گوارا کرنے کے لیے بھی وہ تیار نہیں ہے۔ ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ

Marfat.com

وسائل عیش و عشرت اور چمک دمک میں ہر ایک سے آگے نکل جائے۔ معیار زندگی اس قدر اونچا ہو کہ ہر ایک کو رشک آئے۔ مادی دولت و ثروت کے بل بوتے پر ہر ایک کو اپنی قدر و عظمت کا قائل کرے۔ ہر ایک پر اپنی شان و شوکت کا رعب جمائے۔ اس کا مسکن ترقی یافتہ دور کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہو اور اس میں آرام و آسائش کی ہر نعمت مہیا ہو۔ اسی فکر و آرزو کو لیے وہ اپنے بستر پر دراز ہوتا ہے اور اسی تمنا کے ساتھ وہ صبح کو بیدار ہوتا ہے۔ اس کی محفل میں شب و روز اسی کے چرچے ہیں۔ ہر وقت کاروبار کی رونق بڑھانے اور زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کے منصوبے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آدم کی یہ اولاد گویا اس کرہ ارض پر اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ وہ معاشی دوڑ کا تماشہ دکھائے ---- داد عیش دینے اور زیادہ سے زیادہ وسائل عیش و عشرت اور نمود و نمائش حاصل کرنے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے بازی لے جائے۔

پھر ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ حرص و آرزو کا یہ طوفان اور معیار زندگی کی بلندی کا یہ اتھاہ جذبہ اس زور اور قوت کے ساتھ سماج پر حملہ آور ہے کہ اس ریلے میں کسی کے قدم جمتے محسوس نہیں ہوتے۔ وہ افراد جو خود کو دیندار سمجھتے یا سمجھے جاتے ہیں اور جو فکر آخرت' ترجیح آخرت جیسے انقلابی الفاظ بولتے ہیں' ان کا رخ بھی اسی سمت ہے' جس سمت ان انقلابی الفاظ سے ناآشنا لوگوں کا رخ ہے اور وہ بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اس وبائی فتنہ کا شکار ہیں اور عملاً وہ بھی اس رو میں بہتے نظر آتے ہیں۔ ہاں اگر وہ بہت پیچھے ہوں تو تنقید و تبصرے سے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتے ہیں' اور اس طرح اپنی دینداری اور احساس برتری جتا کر اپنے دل کا چور چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوسائٹی کا یہ انداز فکر و عمل دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ گویا انسان کی تخلیق کا

Marfat.com

مقصد دنیا کی دولت سمیٹنا، جائداد بڑھانا، داد عیش دینا اور زیادہ سے زیادہ وسائل عیش و طرب فراہم کرنا ہے۔ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ خدا نے اس اشرف المخلوقات کا مقصد تخلیق عبادت قرار دیا ہے۔

مال و دولت کا حصول مومن کے لیے ممنوع ہرگز نہیں ہے، اور دنیا کے وسائل و ذرائع سے فائدہ اٹھانا ہرگز ناپسندیدہ نہیں ہے۔ دنیا کی آسائشوں سے فائدہ اٹھانے اور دنیوی لذتوں سے لذت اندوز ہونے اور بلند معیار زندگی اختیار کرنے کو جو ذہن دینداری کے خلاف قرار دیتے ہیں اور اسی معیار سے دینداری کے طول و عرض کو ناپتے ہیں، یقیناً وہ مریض ذہن ہیں اور ان کا انداز فکر کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے —— مگر یہ بات کہ آدمی کا نصب العین ہی دولت کا حصول بن جائے اور مادی ترقی ہی کو وہ اپنی معراج سمجھنے لگے، یقیناً یہ بھی غلط ہے۔ جس مومن کو خدا کا یہ فرمان یاد ہو:

میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

وہ ہرگز اپنی زندگی سے یہ مظاہرہ نہیں کر سکتا کہ گویا وہ دولت سمیٹنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ غربت و افلاس کی زندگی سے خدا کے رسولؐ نے پناہ مانگی ہے اور واقعی یہ بڑی جان لیوا آزمائش ہے۔

خدا ہم سب کو اس آزمائش سے محفوظ و مامون رکھے، اور دین شریعت کا منشا بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان اپنی روزی خود اپنے ہاتھوں سے کمائے۔ روزی کمانے کے لیے دوڑ دھوپ کرے، اور دنیا میں اپنے جسم و دماغ کی قوتیں کام میں لا کر ہر اعتبار سے اپنی زندگی کو آراستہ کرے، اپنی ضروریات کے لیے کسی پر بوجھ نہ بنے، نہ اپنے ناکارہ پن سے بیوی بچوں اور متعلقین کو تنگی میں مبتلا کرے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہر چیز سے آنکھیں بند کر کے محض اس ایک فکر کو

Marfat.com

اوڑھ لے کہ اپنے دور کا سب سے بڑا دولت مند بن جائے۔ اس تصور اور آرزو کو اپنا نصب العین بنا لے۔ اپنے جینے کا مقصد ہی عیش و عشرت کو قرار دے لے اور دینداری ' اخلاق و کردار اور شرافت ہر چیز کو اسی دولت و ثروت کے معیار پر جانچنے لگے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کے لیے قدر و عظمت کی چیز دین و ایمان ہے۔ اگر آپ کو یہ شعور حاصل ہے تو آپ خوش حال ہیں یا خستہ حال' آپ خوش نصیب ہیں' آپ کی زندگی قابل رشک ہے۔ حلال ذرائع سے زندگی کی نعمتیں حاصل کرنے کے لیے خوب دوڑ دھوپ کیجئے۔ دنیا کے وسائل اور سہولتوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیے۔ آپ کا وجود کرہ ارض پر نہایت قیمتی ہے ——— آپ اپنی قیمت اور مقام بھی جانتے ہیں' اپنے خدا کو بھی پہچانتے ہیں۔ اس لیے آپ کی دنیا بھی دین ہے۔

لیکن خدانخواستہ آپ دین کے شعور سے محروم ہیں۔ اپنا مقام بھی بھول چکے ہیں اور اپنے خدا کو بھی فراموش کر چکے ہیں اور دنیا پرستی میں ایسے مگن ہو گئے ہیں کہ خدا اور آخرت کا بھولے سے بھی کوئی خیال نہیں آتا تو پھر چاہے دنیا جہان کی نعمتیں آپ کو حاصل ہوں' ہر طرح کا عیش و راحت کا سامان آپ کو حاصل ہو' اور دور حاضر کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ انسان آپ کہلاتے ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ محروم ہیں' ناکام ہیں۔ آپ کا وجود خدا کی زمین پر بدترین وجود ہے۔

دولت' راحت' آسائش اور دنیوی ترقی ہر گز قابل نفرت نہیں ہے۔ ان کے لیے دوڑ دھوپ اور فکر و کوشش بھی ناپسندیدہ نہیں' بلکہ محبوب اور مطلوب ہے۔ خدا کے دین کا منشاء یہی ہے کہ آپ اس دنیا کو دوسروں سے زیادہ سنواریں۔ تمدنی ترقیوں میں دوسروں سے آگے بڑھیں' سائنس اور ٹیکنالوجی کی نعمتوں میں نہ

Marfat.com

صرف یہ کہ کسی سے پیچھے نہ رہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی مثال اور نمونہ بنیں --- لیکن یہ بات کسی مرحلے میں بھی ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیں کہ آپ کے نزدیک قدر و عظمت کی اصل چیز دین و ایمان ہے۔ اگر خدا فراموشی میں آپ مبتلا نہیں ہیں تو یہ ساری نعمتیں واقعتاً نعمتیں ہیں اور آپ کے نصب العین کی راہ میں آپ کی بہترین معاون ہیں۔

Marfat.com

شخصیت کو جانچنے کی کسوٹی

انسانیت اور دین کے لحاظ سے آپ کا کیا مقام ہے؟ اگر آپ کی نظر میں اس سوال کی کوئی اہمیت ہے تو یہ حقیقت بھی سامنے رکھیئے کہ اس کا فیصلہ کرنا آپ کا کام نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں بڑی حد تک فیصلہ کن ان لوگوں کی رائے ہے' جو آپ سے قریب رہتے ہیں' اور کسی نہ کسی حیثیت سے آپ سے متعلق ہیں' اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی خود کو بہت اچھی طرح جانتا ہے لیکن جب بھی وہ اپنی شخصیت اور مقام کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے تو اکثر و بیشتر خود کو دھوکا دینے کی غلطی کرتا ہے --- شخصیت کے اچھے پہلوؤں پر ہی نگاہ رکھ کر اپنی بہترین تصویر نگاہ میں جما لیتا ہے۔ اور کمزور پہلوؤں سے یکسر صرف نظر کر جاتا ہے --- اس طرح عام طور پر وہ اپنی شخصیت اور مقام کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا' وہ اپنی وہ تصویر ذہن میں جماتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے۔ خود کو بھی مطمئن کرتا رہتا ہے کہ یہی اس کی حقیقی تصویر ہے --- اور مخلوق خدا کو بھی اسی میں مبتلا کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہتا ہے اور پھر نہایت سادہ لوحی اور کوتاہ نظری سے خود کو اس دھوکے میں مبتلا بھی رکھتا ہے کہ خدا کی نظر میں بھی اس کی اصل تصویر وہ ہی ہے جو اس نے اپنے ذہن میں بنا رکھی ہے۔

Marfat.com

انسانیت اور دین کے لحاظ سے آپ کا کیا مقام ہے؟ یہ نہایت اہم سوال ہے۔ اگر واقعی آپ کو اپنی ذات سے دلچسپی ہے اور آپ حقیقتاً اپنے خیر خواہ ہیں تو آپ یوں سر جھکائے اس سوال کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ سوال آپ کے حال سے بھی متعلق ہے اور آپ کے مستقبل سے بھی' اگر آپ اپنے حال و مستقبل کے بارے میں سنجیدہ ہیں تو آپ کو سنجیدگی سے اس سوال پر غور کرنا پڑے گا۔

اس سوال پر غور کرنے اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کا ایک نہایت ہی آسان اور قابل اعتماد طریقہ ہے۔ بشرطیکہ آپ سنجیدگی اور انصاف کے ساتھ اپنا مقام جاننے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ جو شخص آپ کے قریب آیا' آپ کے ساتھ رہا' وہ آپ کی عظمت اور نیکی کا معترف ہوا اور آپ کا کچھ اور زیادہ گرویدہ ہو گیا یا قریب آنے کے بعد آپ سے دور ہوا اور آپ کی عظمت کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اگر ایسا ہے کہ آپ سے قریب ہونے اور قریب رہنے والے آپ کے اور زیادہ گرویدہ ہوتے چلے گئے اور آپ کی عظمت اور نیکی کے اور زیادہ قائل ہوتے چلے جاتے ہیں' تو اطمینان کیجئے کہ انسانیت اور دین کے لحاظ سے آپ کا مقام بہت اونچا ہے --- اور اگر لوگ قریب آنے کے بعد آپ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار نہیں کرتے' اور آپ سے تعلق اور گرویدگی کے بجائے بے تعلقی اور بے رخی کا اظہار کرتے ہیں' تو چاہے آپ کچھ تاویل کریں' حقیقت یہی ہے کہ دین و انسانیت کے لحاظ سے آپ بہت نیچے مقام پر ہیں۔ دراصل خود کو جانچنے اور پرکھنے کی یہ ایک اطمینان بخش کسوٹی ہے --- آپ سے جو لوگ قریب ہیں' آپ کی شخصیت جن کے سامنے زیادہ سے زیادہ بے نقاب ہے۔ آپ کی جلوت و خلوت کے جو لوگ ہمہ وقتی شریک ہیں' جن کو شب و روز آپ سے واسطہ ہے اور جن سے آپ کے معاملات ہیں۔ در اصل ان کی نظر میں آپ کی شخصیت کا ہر پہلو ہے۔ ہر

Marfat.com

مرحلہ پر آپ کی دینی، انسانی شخصیت اور حیثیت ان کے سامنے کھل کر آ جاتی ہے، اور وہ بڑی حد تک صحیح اندازہ کرتے ہیں کہ آپ کیا ہیں --- اگر یہی لوگ دور سے آپ کی عظمت، شرافت اور نیکی کے قائل اور معترف تھے، لیکن جب قریب آئے تو آپ کی عظمت اور نیکی کا سارا فسوں ٹوٹ گیا اور وہ آپ سے بدکنے لگے، آپ کی قدآور شخصیت انھیں بونی نظر آنے لگی، آپ کی نیکی، دینداری اور بھلائی انھیں مشتبہ محسوس ہونے لگی اور آپ کی ساری خوبیاں ان کے لیے بے وزن ہو گئیں تو یقین کر لیجئے کہ دین اور انسانیت کے لحاظ سے آپ کا مقام وہ نہیں ہے، جو آپ نے اپنے ذہن میں بنائے رکھا ہے یا دوسروں کو آپ باور کرانے کی بے جا کوشش کر رہے ہیں۔ تسلیم کر لیجئے کہ آپ کی شخصیت کے اسٹیچو کو گھن لگ چکا ہے۔ یہ ذرا سا اشارہ پاکر دھڑام سے نیچے آگرے گا --- اور ہو سکتا ہے، کہ گرنے کا یہ عمل شروع ہو چکا ہو، لیکن آپ کو احساس نہ رہا ہو۔

اپنی شخصیت پر ماتم کیجئے اور ساری مشغولیتوں کو چھوڑ کر، تمام اہم ترین کاموں کو ترک کر کے سب سے پہلے اپنی فکر کیجئے، اپنی ذات پر وقت لگائیے اور اپنی شخصیت کو ذلت اور رسوائی کے اس گڑھے سے نکالنے کے لیے کمربستہ ہو جائیے جس گڑھے کو آپ محسوس نہیں کر رہے ہیں اور آپ کو شعور ہی نہیں ہو رہا ہے کہ آپ ذلت کے ساتھ اس میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور اگر بات اس کے خلاف ہے۔ آپ سے قریب ہونے والے آپ کی نیکی، شرافت اور عظمت و انسانیت کے معترف ہیں۔ قریب ترین لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت و وقعت ہے ۔ جو جتنا قریب آتا ہے اتنا ہی آپ سے زیادہ وابستہ ہوتا چلا جاتا ہے اور آپ کی قربت میں ذہنی اور روحانی سکون محسوس کرتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اطمینان کیجئے کہ خدا کی نظر میں آپ کا مقام بہت اونچا ہے ۔

Marfat.com

مگر ساتھ ہی ہر وقت چوکنا رہئے کہ آپ ہر وقت خطرے میں ہیں۔ دائیں بائیں آگے پیچھے' ہر طرف سے آپ پر حملہ ہو سکتا ہے۔ ہوشیار رہئے کہ آپ کا ازلی دشمن کسی مرحلے میں بھی آپ کو اس بلندی سے نیچے نہ کھسکا سکے۔

یہ ایک قابل اعتماد کسوٹی ہے۔ آپ جہاں تک سوچیں گے' آپ کی عقل اس کی اہمیت کو تسلیم کرے گی اور پھر یہ خود ساختہ بھی نہیں ہے بلکہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی کسوٹی ہے۔ اور اس کو رسولؐ کی سند حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' یا رسول اللہ! مجھے کیسے معلوم ہو کہ میں اچھے کام کرتا ہوں اور اچھا آدمی ہوں' یا برے کام کرتا ہوں اور برا آدمی ہوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم اچھے کام کر رہے ہو' تو واقعی اچھے کام کر رہے ہو' اور جب تم ان کو یہ کہتے سنو کہ تم برے کام کر رہے ہو' تو واقعی تم برے کام کر رہے ہو۔

(ابن ماجہ' مشکوۃ' باب الشفقہ)

پڑوسی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی بھی حیثیت سے آپ کا ساتھی ہو' تھوڑی سی دیر کے لیے یا زیادہ وقت کے لیے۔ گھر کا پڑوسی ہو یا دکان کے کاروبار میں آپ کے ساتھ شریک ہو' یا کسی ادارے میں آپ کا ساتھی ہو' مکتب اور اسکول میں آپ کے ساتھ رہا ہو یا کسی کارخانے میں' کسی دفتر میں آپ کے ساتھ کام کر رہا ہو یا آپ کا خدمت گزار ہو۔ غرض جس شخص کو بھی آپ کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا ہو' وہ آپ کے بارے میں جو رائے بناتا ہے' وہ بے وزن ہرگز نہیں ہے۔ اور آپ کے لیے کسی طرح یہ مناسب نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کر دیں' ایسے شخص کی شہادت اور رائے ہی دراصل آپ کے بارے میں

Marfat.com

قابل لحاظ ہے' اور اسی شہادت اور رائے کی روشنی میں آپ اپنے بارے میں صحیح فیصلے تک پہنچ سکتے ہیں' پڑوسیوں اور ساتھیوں کی رائے کو بے وزن قرار دے کر اگر آپ اپنی رائے ہی پر اصرار کرتے ہیں' اپنے بارے میں اپنے ہی فیصلے کو آخری فیصلہ قرار دیتے ہیں اور اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو پھر انتظار کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جلد آپ پر حقیقت واشگاف کر دے گا اور اس وقت آپ کی آہ و زاری کسی کام نہ آئے گی۔ وہ صرف بھٹکنے کا وقت ہو گا' سنبھلنے کا وقت ختم ہو چکا ہو گا۔

Marfat.com

ایمان خطرے میں

آپ ہر خطرہ مول لے سکتے ہیں ۔ بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر سکتے ہیں' لیکن بہ سلامتی ہوش و حواس اس کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے کہ آپ کے ایمان کے لیے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ ایمان ہی تو آپ کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ یہ متاع عزیز ضائع ہو گئی تو آپ بالکل ہی لٹ گئے۔ آپ کی پاس تو کچھ بھی نہ رہا۔ آپ دانستہ طور پر کوئی ایسی حرکت اور کوتاہی نہیں کریں گے جس سے ایمان جیسی چیز خطرے میں پڑے۔ لیکن اطمینان کی سانس نہ لیجئے' ہو سکتا ہے نادانستہ طور پر' لاعلمی اور لاپروائی میں آپ کوئی ایسی کوتاہی کر رہے ہوں جس سے آپ کی یہ متاع عزیز خطرے میں ہو اور آپ کو احساس بھی نہ ہو۔

ایک کوتاہی ایسی خطرناک کوتاہی ہے کہ اس سے آدمی کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اور یہ انتباہ کسی عام آدمی کی جانب سے نہیں ہے خود دین پہنچانے اور بتانے والے رسولؐ کی جانب سے ہے۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہوشیار ہو جایئے اور غور کیجئے کہیں آپ اس کوتاہی اور جرم میں تو مبتلا نہیں ہیں --- خدانخواستہ اگر ہوں تو کسی حیل و حجت اور تاویل کے بغیر فوراً اس کی تلافی کی فکر میں لگ جایئے' اس لیے کہ ناپائیدار زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کب ختم ہو جائے' اور خدا

Marfat.com

نہ کرے ایمان کا یہ خطرہ واقعی خطرہ بن جائے' خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں پر چار بنیادی عبادتیں فرض کی ہیں' نماز' روزہ' زکوۃ اور حج ـــــ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ کسی بندے کو یہ حق اور اختیار نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کوئی دو یا تین عبادتیں اپنے ذوق اور مرضی سے منتخب کر لے ۔ اگر کوئی نادان صرف ایک عبادت کو ترک کر کے تین عبادتیں ادا کرتا رہا تو خدا کے رسولؐ کی وضاحت اور تنبیہہ یہ ہے کہ یہ تینوں عبادتیں قطعاً اس کے کام میں نہ آئیں گی۔ خدا کے یہاں صرف اسی بندے کی عبادتیں قبول کی جائیں گی جو خدا کی فرض کردہ چاروں عبادتیں خدا کے حکم کے مطابق ادا کرے گا۔ رسول خداؐ کا ارشاد ہے:

اربع فرضهن الله فی الا سلام' فمن اتی بثلاث لم یغنین عنه شیئا حتی یاتی بهن جمیعا الصلوة و الزکوة و صیام رمضان وحج البیت (مسند احمد)

چار عبادتیں ہیں جو اسلام میں اللہ نے فرض کی ہیں۔ جو شخص ان میں سے تین بجا لائے اور چوتھی چھوڑ دے' تو وہ تینوں اس کے کام نہ آئیں گی' جب تک وہ چاروں ادا نہ کرے۔ وہ چار عبادتیں یہ ہیں' نماز' زکوۃ' رمضان کا روزہ اور حج۔

آج کے دور میں مسلمان بے شک اپنے فرائض میں کوتاہ ہیں۔ لیکن پھر بھی نماز روزہ اور زکوۃ ادا کرنے کا خاصا اہتمام کرتے ہیں' البتہ حج ادا کرنے کی طرف زبردست غفلت ہے۔ بہت سے غافل مسلمان حج کو جانے کی استطاعت رکھتے ہیں' خوشحال ہیں' صحت مند ہیں' کوئی معذوری مجبوری بھی نہیں ہے اور پھر بھی وہ حج کو نہیں جاتے اور انھیں احساس ہی نہیں ہے کہ وہ کس قدر عظیم اور بھیانک جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسے بھیانک جرم میں مبتلا ہیں' جس سے

Marfat.com

ایمان خطرے میں ہے۔ خدا نے ایسے لوگوں سے اپنے بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان کیا ہے اور جس سے خدا اپنی بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان کرے اس کا دنیا اور آخرت میں کہیں ٹھکانہ نہیں۔ الا یہ کہ وہ اپنے جرم کی تلافی کر کے اپنے کو خدا کی نظر عنایت کا مستحق بنا لے۔ خدا کی تنبیہہ کے الفاظ یہ ہیں:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران ۳ : ۹۷)

انسانوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو وہ جان لے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

یعنی جو اس فرض سے انکار کرے اور استطاعت رکھنے کے باوجود بیت اللہ کا حج نہ کرے، تو وہ خوب سن لے کہ خدا سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے، خدا کسی کا محتاج نہیں ہے، بندہ ہی اس کا محتاج ہے، اور اگر یہ محتاج بندہ اس کی فرض کی ہوئی عبادت سے غفلت اور بے نیازی برتتا ہے تو خدا کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ خدا کے یہاں سے وہ رائندہ درگاہ ہے۔ خدا اس سے بالکل بے نیاز ہے اور غافل اس کی نظر عنایت سے محروم ہے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور زیادہ واضح لفظوں میں ایسے غافل نادانوں کو دھمکی دی ہے اور صاف صاف متنبہ کیا ہے کہ جو لوگ استطاعت رکھنے کے باوجود حج کرنے کے لیے نہیں جاتے ان کا ایمان خطرے میں ہے۔

عن ابی امامہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم تحبسہ حاجۃ ظاھرۃ او مرض حابس او سلطان جابر و لم یحج فلیمت ان شاء یھودیا اونصرانیا
(ترغیب و ترہیب)

Marfat.com

حضرت ابو امامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا' جس شخص کو واقعی کوئی محتاجی نہیں ہے' حج سے روک دینے والی بیماری بھی نہیں ہے' کسی ظالم اقتدار کی طرف سے بھی رکاوٹ نہیں ہے پھر بھی اس نے حج نہ کیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔

دل ہلا دینے والی اس تنبیہہ سے بھی جس کی آنکھیں نہ کھلیں' اور وہ اس فکر میں نہ لگ جائے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو' تو واقعی اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ جسے زاد راہ بھی حاصل ہے' صحت بھی میسر ہے' کوئی ظاہری رکاوٹ بھی نہیں ہے' اور پھر بھی وہ خدا کی فرض کی ہوئی عبادت میں کوتاہی برت رہا ہے یا موقع میسر آنے کے باوجود ٹال مٹول کر رہا ہے' اسے واقعی یہ فکر نہیں ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اس لیے کہ ایسے کوتاہ کار کے بارے میں صاف صاف خدا کے رسولؐ نے بتا دیا ہے کہ وہ چاہے نصرانی ہو کر مرے چاہے یہودی ہو کر مرے۔ مسلمان ہو کر مرنے کی اگر اسے آرزو ہے تو وہ فوراً اس عظیم فرض کو ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور ناپائیدار زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے --- کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا اگلا پل اس زندگی کا ہے یا موت کے بعد کی زندگی کا۔ جب معاملہ اس قدر نازک ہے تو ایک ایسا مومن جسے اپنا انجام عزیز ہو' ایسے جرم میں ہرگز مبتلا نہیں رہ سکتا' جس سے اس کا ایمان خطرے میں ہو۔

Marfat.com

صحیح تصور دین

دین کا صحیح تصور کیا ہے، یہ محض ایک علمی قسم کا فلسفیانہ سوال نہیں ہے اور نہ اس پر غور و فکر کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ معلومات میں کچھ اضافہ کیا جائے۔ یہ ایک عملی سوال ہے --- جو شخص بھی دین سے محبت رکھتا ہے، دین کے تقاضے پورے کرنا چاہتا ہے، دین کے راستے پر چلنا چاہتا ہے اور دیندارانہ زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ پہلے دین کا صحیح تصور معلوم کرے، مستند ذرائع سے معلوم کرے، محض سنی سنائی باتوں پر بھروسہ نہ کرے، نہ ان رائج طریقوں اور عوام میں پھیلی ہوئی روایات کو ہی مستند سمجھے، بلکہ سنجیدگی کے ساتھ خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت سے اصل حقیقت کو پانے کی کوشش کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی غلط تصور دین کے تحت وہ زندگی گزارے اور اپنے زعم میں یہ سمجھے کہ وہ دین کا حق ادا کر رہا ہے۔ لیکن دین کی نظر میں اس کی زندگی مطلوب زندگی نہ ہو۔ یا خدانخواستہ وہ مجرم قرار پائے۔ دین کا صحیح تصور معلوم کر کے اور دین کی صحیح پیروی کر کے ہی ایک شخص اس فلاح و کامرانی کا مستحق ہو سکتا ہے جس کا خدا نے مومنین صالحین سے وعدہ فرمایا ہے۔

دین کے بارے میں عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ آدمی عبادت و ریاضت اور

Marfat.com

ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ بعض چیزوں میں حرام و حلال کی سختی سے پابندی کرے اور ایک خاص قسم کی وضع اختیار کر لے۔ بس ایسا شخص دیندار ہے' دین کا مطلوب انسان ہے اور فلاح و کامرانی اس کے لیے لازمی ہے۔ مگر قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کا یہ تصور ناقص اور غیر مطلوب ہے اور وہ لوگ گھاٹے میں ہیں جو اس محدود اور ناقص تصور دین کے تحت اپنے زعم میں دیندارانہ زندگی گزارتے ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ انھی جیسے افراد خدا کو مطلوب ہیں' اور وہ واقعی خدا کی نظر میں دیندار ہیں' قرآن و حدیث کی نظر میں دیندار ہیں۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین کا یہ محدود اور ناقص تصور ہر دور میں انسانی ذہن کو اپنا نشانہ بناتا رہا ہے اور لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوتے رہے ہیں کہ محض خدا کی عبادت اور ذکر و فکر ہی دین کا اصل مقصود ہے۔ دنیوی ذمہ داریوں کو پورا کرنا اور انسانی حقوق کا وسیع معنی میں اہتمام کرنا دنیا داری ہے' دینداری نہیں۔ دنیا کے وسائل و ذرائع اور نعمت و زینت سے فائدہ اٹھانا دینداری کے منافی ہے۔ اس محدود اور غلط مطلوب تصور دین کا سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہ ہے کہ ایسا انسان دھیرے دھیرے انسانی حقوق کی طرف سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات خدا کے بندوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ اختیار کرنے کے باوجود اس زعم میں مبتلا رہتا ہے کہ وہ دیندار ہے اور آخرت کی سرخروئی اسی کے لیے مقدر ہے۔

قرآن نے اس تصور دین کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔ دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں سے بیزاری اور ترک دنیا کو غلط قرار دیا ہے اور اس غلط تصور دین کو چیلنج کرتے ہوئے کہا ہے' کون ہے جس نے دنیا کی نعمتوں اور زینتوں کو حرام کیا ہے۔ لائے وہ ثبوت اور سند۔

Marfat.com

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ (الاعراف ۷ : ۳۲)

اے رسولؐ! ان سے کہیے' کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں' کہیے یہ ساری چیزیں زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انھی لوگوں کے لیے ہوں گی۔

ایک دوسرے مقام پر بہت وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ سارے انسان خدا نے ایک ہی ماں باپ سے پیدا کیے ہیں' ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس لیے یہ سب اللہ کے بندے ہیں اور مخلوق ہونے کے ناطے یہ سب ہی اللہ کو پیارے ہیں۔ پھر یہ سب چونکہ ایک ہی ماں باپ سے ہیں' اس لیے یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں' اور ان کی درمیان اخوت' محبت' باہمی حقوق کی پاسداری اور جذبات کا باہمی لحاظ ہونا چاہیے اور پھر اس کے بعد نہایت تاکیدی انداز میں جس طرح اپنا یہ حق بتایا ہے کہ میرے بندے صرف مجھ ہی سے ڈریں' اسی طرح آیت میں یہ تاکید بھی کی ہے کہ بندے آپس کی رشتہ داریوں اور قربت داریوں کے حقوق کا پورا لحاظ رکھیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ (النساء ۴ : ۱)

انسانو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا' اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں۔ ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر

Marfat.com

تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو' اور رحم اور رشتے کے حقوق کے پاس و لحاظ رکھو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے یہ حقیقت پوری طرح نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ قرآن پاک دین و دنیا کی نعمتوں سے بیزاری اور دنیا سے فرار کے تصور کو غلط قرار دیتا ہے' اور تاکید کرتا ہے کہ انسانوں کے درمیان رہ کر ان سے پیار و محبت کا تعلق رکھ کر اور ان کے حقوق کی پوری پوری پاسداری کر کے ہی دین حق کا تقاضا پورا کیا جا سکتا ہے ۔ قرآن پاک کا تصور دین یہی ہے' اور ایسے ہی دیندار افراد اسے مطلوب ہیں۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مواقع پر اس بیمار ذہن کی اصلاح فرمائی ہے اور تفہیم کے لیے پیغمبرانہ بصیرت کے شاہکار اسلوب اختیار فرمائے کہ اصل حقیقت دل میں پیوست ہو جائے اور غلط فہمی کے لیے کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے صحابہ کرامؓ کی ایک نشست میں آپؐ نے ایک سوال اٹھایا:

اتدرون من المفلس؟

جانتے ہو نادار کون ہے؟

صحابہ کرامؓ نے جواب دیا:

المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع ۔

ہم میں مفلس و نادار وہ شخص ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو اور نہ کوئی مال و متاع۔

یہ جواب دینے کے بعد صحابہ کرامؓ انتہائی اشتیاق' دلچسپی اور حقیقت طلب نگاہوں کے ساتھ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ تھے کہ آخر

Marfat.com

خدا کے رسولؐ آج کون سی حقیقت ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیمۃ بصلوۃ و صیام و زکوۃ و یاتی و قد شتم ھذ ا و قذ ف ھذ ا و اکل مال ھذ ا وسفک د م ھذ ا وضرب ھذ ا فیعطی ھذ ا من حسناتہ وھذ ا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایا ھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار(مسلم)

میری امت کا مفلس اور دیوالیہ وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نمازوں' روزوں اور زکوٰۃ کا توشہ لیے ہوئے خدا کے حضور آئے گا مگر اس طرح آئے گا کہ فلاں شخص کو اس نے گالی دی ہے' فلاں شخص پر تہمت لگائی ہے ' فلاں شخص کا مال کھایا ہے' فلاں شخص کا ناحق خون بہایا ہے اور فلاں کو مارا پیٹا ہے تو اس کی یہ ساری نیکیاں خدا ان(فریادی) لوگوں پر تقسیم کر دے گا' کچھ اس کو دے گا اور کچھ اس کو۔ اب اگر یہ ساری نیکیاں فریاد کرنے والوں پر کی ہوئی زیادتیوں کی تلافی سے پہلے ختم ہو گئیں تو پھر فریاد کرنے والوں کے گناہوں کا وبال اس کے سر ڈال دیا جائے گا اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اپنے اٹھائے ہوئے سوال کے جواب میں آپؐ نے جو توضیح فرمائی' اس میں سننے اور پڑھنے والوں کو جو چیز بے حد متاثر کرتی ہے وہ آپؐ کا پیغمبرانہ انداز تفہیم ہے' اور واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ موثر' دلنشیں اور انقلاب انگیز انداز تفہیم ممکن نہیں ہے --- اس پیرایہ بیان کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ ہر سننے والا لرز جائے۔ وہ اپنے انجام کی فکر میں بے قابو ہو کر' اپنی زندگی سے اس طرح کی کوتاہیاں اور گندگیاں خزاں رسیدہ پتوں کی طرح جھاڑ دینے کے لیے بے چین ہو جائے اور اپنی زندگی کو دین کے اس صحیح تصور کے تحت بنانے سنوارنے کا خوشگوار اور اٹل

Marfat.com

فیصلہ کر لے --- اور یہ نہایت ہی اہم پہلو ہے' دوسرا پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ آپ ؐ نے صرف یہی نہیں کیا کہ امت کو جوں توں حق پہنچانے کی کوشش فرمائی بلکہ حق پہنچانے کے لیے ایسے ایسے موثر' دل نشین اور حکیمانہ انداز اختیار کیے کہ سننے والے اس حق کو اپنے دل کی آواز اور اپنی سب سے بڑی ضرورت سمجھ کر جذب کر لیں۔ اندرونی جذبے سے وہ اپنی زندگیوں میں خوشگوار انقلاب لانے کی دھن میں لگ جائیں اور حق کو اپنا سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی سرمایہ سمجھ کر اسے لینے کے لیے بے اختیار لپکیں۔

داعی اعظم نے دین کا صحیح تصور سمجھانے کے لیے یکبارگی تفہیم شروع نہیں فرما دی' بلکہ پہلے ایک سوال اٹھایا' حاضرین سے جواب چاہا' ان کا جواب اطمینان سے سنا اور پھر جب حاضرین کو پوری طرح اپنی جانب متوجہ پایا اور دل کی زمین ہدایت کا بیج قبول کرنے کے لیے تیار ہو گئی تو آپ ؐ نے حاضرین کے ذہنوں کو حکمت کے ساتھ دوسری دنیا کی طرف موڑا اور نہایت نفسیاتی انداز میں بتایا کہ مومن کو ہر معاملہ میں آخرت کے نقطہ نظر سے سوچنا چاہیے۔ دنیا کی خوشحالی یا غربت' یہاں کا ساز و سامان یا فقر و فاقہ تو عارضی چیز ہے۔ اصل میں تو دیوالیہ اور مفلس وہ شخص ہے جو حشر کے میدان میں خالی ہاتھ رہ جائے۔ پھر آپ ؐ نے سادہ انداز میں یہ حقیقت ہی نہیں سمجھائی کہ اصل مفلس میدان حشر کا مفلس ہی کیوں ہے' بلکہ آپ ؐ نے نہایت ہی عبرت انگیز انداز میں خدا کے سامنے حاضری کی ایسی تصویر کھینچی کہ حاضرین تھوڑی دیر کے لیے خود کو میدان حشر میں موجود محسوس کرتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ گویا ان کے سامنے ایک بندہ نماز' روزہ اور زکوۃ جیسی بنیادی اور اہم عبادتوں کا توشہ لیے ہوئے خدا کے حضور پہنچتا ہے' لیکن اس کے ساتھ کچھ فریادی بھی اس کا دامن اور گریبان پکڑے ہوئے آتے ہیں۔ فریادی

Marfat.com

خدا سے فریاد کرتے ہیں کہ پروردگار! اس نے ہمارے حقوق دبائے' ہمارے ساتھ زیادتی کی اور ہماری عزت و آبرو لوٹی اور ہمارا دل دکھایا۔ خدا نے ان مظلوموں کی فریاد رسی فرمائی اور پھر یہ دین کے صحیح تصور سے ناآشنا بندہ ان فریادوں کے گناہوں کی پاداش میں ذلت کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔

اس پیغمبرانہ انداز بیان کا کمال یہ ہے کہ آدمی بندے کے حقوق سے لاپروائی اور ان پر ظلم و زیادتی کا انجام اپنے تصور کی آنکھوں سے دیکھ کر لرز اٹھتا ہے اور بے اختیار جھرجھری لے کر اٹل فیصلہ کرتا ہے کہ اب خدا کے کسی بندے کا دل نہ دکھاؤں گا' کبھی کسی کا حق نہ دباؤں گا اور کبھی کسی کی عزت و آبرو کو بٹہ نہ لگاؤں گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اس خوشگوار فیصلہ تک مخاطب کو پہنچانے میں داعی اعظمؐ کی پیغمبرانہ تفہیم کا بہت بڑا حصہ ہے۔

جو اصل اور اہم حقیقت آپؐ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں بٹھانا چاہتے ہیں' وہ ہے "دین کا صحیح تصور" --- دین کا صحیح تصور نہ ہو تو زندگی میں نہ وہ دلکشی اور جامعیت پیدا ہو پاتی ہے جو دین کو مطلوب ہے اور نہ خدا کے نزدیک آدمی دیندار قرار پاتا ہے۔ پھر دیندارانہ زندگی گزارنے کا حاصل ہی کیا اگر آدمی کو آخرت میں فلاح و نجات نصیب نہ ہو۔ دین و دنیا کی تفریق ایک انتہائی گمراہ کن تصور ہے۔ اس غلط تصور کے نتیجے میں ایک شخص خود کو دیندار تصور کرتا ہے' دینداری کے زعم میں مبتلا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں وہ دین سے بہت دور ہوتا ہے' بلکہ دین کی نگاہ میں بد ترین مجرم ہے۔ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے کہ آخرت کے لیے توشہ تیار کر رہا ہے اور وہاں اس کا دامن بھرا ہوا ہے' لیکن حقیقت میں وہ دیوالیہ ہوتا ہے اور حشر کے میدان میں خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ ایسا شخص خود بھی دین اور دین کی برکتوں سے محروم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کی زندگی سے دین

Marfat.com

سیکھنے اور دین کی عظمت محسوس کرنے کی بجائے دین سے بدکنے لگتے ہیں اور یہ غلط تصور دین ایسے لوگوں کو بظاہر دینداری اختیار کیے رہنے کے باوجود دین سے بہت دور کر دیتا ہے۔ اس میں شک اور تذبذب کی کیا گنجائش ہے کہ دین میں عبادات کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلامی زندگی کی ساری دلکشی اور رعنائی عبادات ہی کے دم سے ہے ۔ عبادات دین کا ستون ہیں۔ انھی پر دین کی عمارت قائم ہے اور ان ارکان دین کے بغیر دین کے نہ کوئی معنی ہیں اور نہ دین کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے' لیکن ان ستونوں پر دین کی عمارت اسی وقت قائم ہوتی ہے جب عبادت کرنے والے کو ان کی اصل روح کا شعور ہو او دین میں ان کی اصل حیثیت کو سمجھ کر دین کی منشاء کے مطابق ان کا اہتمام اور التزام کرتا ہو۔

خدا کے رسولؐ نے امت کو دین کے بارے میں جو صحیح تص دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دین در اصل خدا اور بندگان خدا کے حقوق کے معتدل امتزاج کا نام ہے ' دیندار مسلمان وہ ہے جو خدا اور بندے دونوں کا حق ادا کرتا ہے --- بات یہ نہیں ہے کہ عبادت کرنے والے کو بندگان خدا کے حقوق ادا کرنے چاہئیں --- یہ انداز بہت ڈھیلا ڈھالا ہے' اس سے اصل حقیقت کی صحیح اور واقعی ترجمانی نہیں ہوتی' جس طرح یہ انداز بیان صحیح نہیں ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرنے والے کو نماز روزے کا بھی پابند ہونا چاہیے --- صحیح بات یہ ہے کہ خدا کا حق اور بندے کا حق ایک ہی اسلامی کردار کے دو رخ ہیں ۔ جس طرح سکے کے دو رخ ہوتے ہیں۔ اور یہ کہنے کی بات نہیں ہوتی 'کہ سکے کا اگر یہ رخ ہے' تو وہ بھی ہونا چاہیے ' بلکہ سکہ تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے دو رخ ہوں۔ اسلامی عقائد کے سر چشمے سے جس طرح عبادات کے اہتمام کا جذبہ ابھرتا ہے اسی طرح انسانی حقوق کا احساس بھی لازماً پیدا ہوتا ہے اور ایمان باللہ کے عقیدے سے بیک وقت کردار کے

Marfat.com

یہ دونوں حسین رخ جنم لیتے ہیں۔

بندوں کے حقوق غصب کرنے والا' بندوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ اختیار کرنے والا نماز روزے کا اہتمام کرتا نظر آتا ہے تو یقین کر لیجئے کہ وہ ان عبادات کی روح کو نہیں پا سکا ہے' وہ دین کے صحیح فہم سے محروم ہے اور وہ دین کی اطاعت دین کے منشاء کے مطابق نہیں کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کر رہا ہے' لیکن نماز' روزہ اور دوسری بنیادی عبادتوں سے یکسر غافل ہے تو وہ بھی دین سے محروم ہے اور اس کی یہ زندگی بھی وہ اسلامی زندگی نہیں ہے جو اسلام کو مطلوب ہے۔

خدا اور بندگان خدا کے حقوق کا مثالی احساس اور مطلوب امتزاج وہ پاکیزہ نمونہ ہے جو ہمیں داعی اعظمؐ کی زندگی میں نظر آتا ہے --- آپؐ حضرت عائشہؓ کی قیام گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں' گھر کے لوگوں سے مختلف قسم کی گفتگوئیں ہو رہی ہیں اور ایک خوشگوار گھریلو ماحول ہے کہ اسی دوران مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اذان کی آواز سنتے ہی آپؐ یکایک اس طرح اٹھ جاتے ہیں گویا گھر کے یہ سارے لوگ اجنبی ہیں اور آپؐ کو ان سے کوئی سروکار نہیں --- یہ خدا سے حسن تعلق کا رخ ہے۔

دوسرا رخ دیکھئے ۔ آپؐ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے ہیں ۔ دل بستگی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں اور بے اختیار آپؐ کا جی چاہتا ہے کہ قرات کچھ اور طویل کر دیں 'کہ اسی دوران کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے' آواز سنتے ہی آپؐ نماز مختصر کر دیتے ہیں کہ ماں کے نازک دل کو بچے کے رونے کی وجہ سے کہیں تکلیف نہ پہنچ جائے --- یہی دین کا صحیح تصور ہے' اور یہی مطلوب اسلامی زندگی ہے۔ اسلام ایک جامع دین ہے' وہ دین اور دنیا کو دو الگ

Marfat.com

الگ خانوں میں بانٹنے کا روادار نہیں ہے --- وہ عبادات کے اہتمام کی بھی تاکید کرتا ہے اور بندے کے حقوق کی مکمل فہرست دے کر ان کے ادا کرنے کا بھی تاکیدی حکم دیتا ہے --- بلکہ ان کو ادا کیے بغیر نجات کی ضمانت نہیں دیتا اور ایسے نادان دیندار کو حشر کا سب سے بڑا مفلس قرار دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں دین کا یہ صحیح تصور بٹھانے اور صحیح خطوط پر ان کے ذہنوں کی تربیت کرنے کے لیے آپؐ نے ایک طرف تو یہ حکیمانہ پیرایہ بیان اختیار فرمایا' دوسری طرف اپنے عمل سے انتہائی سبق آموز اور رقت انگیز نمونے پیش فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیماری میں مبتلا ہیں ' بخار کی شدت سے بدن جل رہا ہے ' سر میں شدید درد ہے اور تکلیف کے مارے آپؐ نے سر کو کپڑے سے کس کر باندھ رکھا ہے --- اسی شدید تکلیف اور بیماری میں آپؐ حضرت فضل بن عباسؓ سے کہتے ہیں' فضل ! مجھے مسجد لے چلو' اور لوگوں سے کہو کہ وہ مسجد میں جمع ہو جائیں"۔ حضرت فضل نے آپؐ کو مسجد پہنچایا اور مسجد میں لوگ اپنے رسولؐ کی تقریر سننے کے لیے جمع ہو گئے۔ آپؐ منبر پر تشریف لے گئے' اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا:

لوگو ! میں تم سے بہت جلد رخصت ہونے والا ہوں ۔ لوگو ! جس کسی کی پیٹھ پر بھی میں نے کبھی کوڑا مارا ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے لے' میری پیٹھ حاضر ہے' میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے دنیا ہی میں بدلہ لے لے ۔ اگر میں نے کسی کو ناحق برا بھلا کہا ہو تو میں حاضر ہوں' وہ بھی یہیں مجھ سے اپنا بدلہ لے لے' اور جس شخص کا میرے ذمہ کوئی بھی مال ہو تو وہ مجھ سے وصول کر لے اور یہ خوف نہ کرے کہ بعد میں اس کی کسر نکالوں گا'

Marfat.com

یہ میری شان کے منافی ہے۔ تم میں سب سے زیادہ مجھے وہ آدمی پیارا ہے جو مجھ سے اپنا حق دنیا میں ہی وصول کر لے یا پھر خوشی خوشی معاف کر دے' تاکہ میں اپنے رب کے حضور خوش خوش حاضر ہوں۔

لوگو! تم میں سے جس کسی نے بھی کسی کا حق دبا رکھا ہو وہ اس کا حق لوٹا دے اور دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے۔ ورنہ پھر آخرت کی رسوائی کے لیے تیار رہے --- جہاں کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے کہیں زیادہ سخت اور عبرتناک ہو گی۔

تقریر کا ایک ایک فقرہ یقین و ایمان کی اس کیفیت کو جلا بخشتا ہے کہ بندوں کے حقوق سے غافل رہ کر آدمی خدا کے حضور سرخرو نہیں ہو سکتا اور آخرت کی فلاح و کامرانی اسی خوش نصیب کا حصہ ہے جو خدا کو بھی پہچانے اور بندوں کا حق بھی ادا کرے اور جو دین کے اس صحیح تصور کے ساتھ زندگی گزارے کہ خدا سے بھی بہترین تعلق قائم رکھے اور بندوں سے بھی' خدا کا شکر گزار بندہ بھی رہے اور بندوں کے لیے رحمت و شفقت کا پیکر بھی۔

بے شک عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کی دین میں بڑی اہمیت ہے اور ان سے محروم اجاڑ زندگی اسلام کو ہرگز پسند نہیں ہے' لیکن عبادت و نوافل اور ذکر و فکر کی کوئی ایسی مشغولیت جو آدمی کو دنیاوی ذمہ داریوں سے یکسر غافل کر دے اور وہ دنیا کے کسی مصرف ہی کا نہ رہے اسلام کی نظر میں ہرگز پسندیدہ نہیں۔ اسلام کا مطلوب انسان وہ ہے جو عبادت و ذکر سے بھی شغف رکھے' انسانی حقوق بھی ادا کرے اور دنیوی ذمہ داریاں ادا کرنے میں بھی چاق چوبند ہو۔

ایک بار کچھ صحابیؓ کسی سفر سے واپس آنے کے بعد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے سفر کے ایک ساتھی کی بہت تعریف کرنے لگے کہ فلاں ساتھی بہت

Marfat.com

نیک ہے ۔ ایسا نیک تو ہم نے کسی کو پایا ہی نہیں۔ سفر کے دوران یہ مسلسل قرآن کی تلاوت میں لگے رہتے اور جب بھی ہمارا قافلہ کسی جگہ پڑاؤ کرتا ' یہ صاحب کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہ دیتے' بس نوافل و اذکار میں مشغول ہو جاتے۔

صحابہ کرامؓ کا یہ ذہن سامنے آنے کے بعد آپؐ نے ضروری سمجھا کہ فکر و نظر کی تربیت کی جائے' اور آپؐ نے بڑے حکیمانہ انداز میں صحابہ کرامؓ سے دو سوال کر کے دوران سفر کی دوسری اہم ذمہ داریوں کی اہمیت واضح فرمائی ' آپؐ نے پوچھا:

"پھر اس کے سامان کی حفاظت کون کرتا تھا؟ اور اس کے اونٹ کو چارہ پانی کون دیتا تھا؟"

صحابہ کرامؓ بولے " ہم سب ان کے سامان کی حفاظت کرتے تھے۔ اور ہم ہی ان کے اونٹ کو چارہ پانی دیتے تھے"۔

صحابہ کرامؓ کا یہ جواب سن کر آپؐ نے فیصلہ کن انداز میں ایک ایسی بات کہی کہ ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ آپؐ نے فرمایا:

"تب تو تم لوگ بہتر سے بہتر ہو"۔

یہ فیصلہ دے کر در اصل آپؐ نے ان کو بتایا کہ اسلام کو ذکر و فکر اوراد و وظائف کی کوئی ایسی مشغولیت ہرگز مطلوب نہیں ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنی دوسری ساری ذمہ داریوں سے غافل ہو جائے۔ یہ یک رخا انداز فکر و عمل دین کے منشاء کے خلاف ہے۔ دین دنیوی ذمہ داریوں سے فرار کو پسند نہیں کرتا' بلکہ دنیا کی ذمہ داریوں کو مثالی انداز میں پورا کرتے ہوئے آخرت کو کامیاب بنانے کا سبق دیتا ہے۔ اور اس سبق کی اہمیت و تاکید کا حال یہ ہے کہ خدا کے رسولؐ جب

Marfat.com

دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، نزاع کا عالم ہے، سانس میں گھڑ گھڑاہٹ شروع ہو چکی ہے، تکلیف کی شدت سے آپؐ کبھی چادر منہ پر ڈالتے اور کبھی ہٹاتے ہیں۔ اسی بے چینی اور تکلیف میں آپؐ کے ہونٹ ہلتے ہیں۔ قریب بیٹھے لوگوں نے کان لگائے اور آپؐ فرما رہے تھے:

الصلوۃ الصلوۃ۔ وما ملکت ایمانکم۔

نماز، نماز۔ اور تمہارے زیر دست۔

چلتے چلتے آپؐ نے امت کو بتایا کہ دین خدا اور خدا کے بندوں کے حقوق ادا کرنے ہی کا نام ہے۔ خدا کے حقوق میں سب سے بڑا حق یہ ہے کہ نماز کا اہتمام رکھا جائے اور خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ توجہ کے مستحق سوسائٹی کے وہ گرے پڑے لوگ ہیں، جو تمہارے ماتحت اور دست نگر ہیں۔

Marfat.com

جب آپ کی بیٹی کا پیغام آئے

آپ بیٹی کے باپ ہیں۔ بیٹی کے باپ کا سر ہمیشہ نیچا رہتا ہے۔ اسے ہمیشہ بہت کچھ سننا اور اور سہنا پڑتا ہے۔ بیٹی والا کبھی سر اونچا نہیں اٹھا سکتا۔ اسے ہمیشہ اپنی بات نیچی ہی رکھنی پڑتی ہے۔

بیٹی کا باپ بنا ہے تو اس کے لیے ذلت مقدر ہو چکی ہے۔ بیٹی کے باپ کے لیے عزت، خوشی اور مسکراہٹ کہاں، اسے تو عمر بھر رونا ہی ہے --- یہ باتیں آپ بھی مسلمان سماج میں سنتے ہیں، اور نہ چاہتے ہوئے بھی دبی زبان سے تائید کر دیتے ہیں۔

آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے عرب سماج میں بیٹی سے متعلق جو تصورات تھے، اس کا عبرت انگیز نقشہ قرآن نے ان الفاظ میں کھینچا ہے

جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے

Marfat.com

چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے' سوچتا ہے ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے' یا مٹی میں دبا دے' کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔

یہ ایک جاہلی سماج کا انداز فکر تھا' اور وہ جس کی بادل ناخواستہ کبھی کبھی آپ کو بھی تائید کرنی پڑ جاتی ہے۔ آج کے مسلمان سماج کا انداز فکر ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں انداز فکر جاہلیت کی پیداوار ہیں۔ دونوں کا سرچشمہ ضلالت و جہالت ہے۔ دونوں سراسر باطل ہیں۔

بیٹی ذلت کی پوٹ نہیں' سعادت کا سرمایہ ہے۔ بیٹی ٹھکرانے کی چیز نہیں' استقبال کرنے کی چیز ہے۔ بیٹی خدا کا انعام ہے۔ آپ کی بیٹی آپ کی جنت ہے۔ اور جہنم سے آپ کے لیے آڑ ہے۔ آپ کے گھر جب بیٹی جنم لے تو خدا کا شکر ادا کیجئے۔ غمزدہ ہونا' منہ بسورنا' دل تھوڑا کرنا اور بیٹی کو وبال سمجھنا مومن کی شان نہیں ہے۔ خوشی منایئے' اور اس سعادت اور انعام پر فخر کیجئے کہ خدا نے آپ کی جنت آپ کے گھر بھیج دی۔ اور جہنم سے بچنے کی کنجی آپ کے گھر بھیج دی۔

کیا اس سے بڑھ کر فخر کی کوئی بات ہو سکتی ہے کہ آپ کو بیٹی کی بدولت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نسبت اور مشابہت حاصل ہے۔ فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹی والے تھے۔ آپ بھی بیٹی والے ہیں۔ اور آپ کا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات میں سب سے افضل' سب سے برتر' سب سے عظیم اور سب سے زیادہ خدا کے مقرب ہیں' آسمان کی آنکھ نے نہ ان سے افضل و اعلیٰ انسان دیکھا ہے نہ کبھی دیکھ سکتی ہے --- اور حضورؐ بیٹی والے تھے۔ تو پھر آپ بیٹی والے ہو کر حقیر کیوں ہوں گے' آپ کا سر نیچا کیوں ہو گا اور سماج میں آپ

Marfat.com

ذلیل کیوں ہوں گے؟ رسولؐ پر ایمان رکھنے والا مسلمان سماج اگر بیٹی والے کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے۔ تو یہ بدترین قسم کی گستاخی، عبرتناک قسم کا ظلم اور انتہائی افسوسناک قسم کی جہالت ہے۔ رسولؐ سے نسبت جوڑنے والے مسلمان سماج کو کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اس طرح کا طرز فکر رکھے، اور اسلام کو اپنا دین کہنے کے باوجود دینی افلاس کا ثبوت دے --- یقیناً آپ کے لیے یہ بات انتہائی فخر و مسرت کی ہے کہ آپ کے رسولؐ بھی بیٹی والے تھے اور آپ بھی بیٹی والے ہیں۔ اس نسبت پر آپ جتنا فخر کریں بجا ہے۔

مگر یہ ہرگز نہ بھولیے کہ آپ کو یہ نسبت حاصل ہے تو اس نسبت کی لاج رکھنا بھی آپ کا کام ہے۔ رسولؐ نے اپنی بیٹی کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، ان کی پیروی میں آپ بھی وہی سلوک کریں اور بیٹی کی اسی طرح قدر کریں جس طرح رسولؐ نے کی۔

بیٹی کے سلسلے میں ایک بہت نازک ذمہ داری اور انتہائی اہم حق یہ ہے کہ آپ اچھی جگہ اس کا رشتہ کریں، جب آپ کے یہاں بیٹی کا پیغام آئے تو آپ اچھے پیغام کو ترجیح دیں۔ اچھا رشتہ منتخب کریں۔ اور کبھی بھی کسی دباؤ، لالچ، جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے بچی کی زندگی تباہ نہ کریں۔

بیٹی کے لیے اچھا رشتہ کونسا باپ نہیں چاہتا، بے شک ہر باپ اپنی پیاری بیٹی کے لیے اچھا ہی رشتہ قبول کرتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ایک شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اچھا رشتہ اسے سمجھتا ہے، جس کو سماج اچھا رشتہ کہتا ہے، یا جو اس کے اپنے زعم میں اچھا رشتہ ہوتا ہے۔ اسے یہ پروا نہیں ہوتی کہ خدا اور رسولؐ کے نزدیک بھی یہ اچھا رشتہ ہے یا نہیں، آپ خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔ آپ کا معاملہ تو نہایت آسان ہے۔ آپ خدا اور رسولؐ ہی سے پوچھئے کہ بیٹی کے لیے اچھا رشتہ کونسا ہے۔ اور اچھے رشتے کی پہچان کیا ہے --- کیا خدا اور رسولؐ نے آپ کو اس

Marfat.com

سلسلے میں ہدایت نہیں دی ہے؟ کیا اس معاملہ میں کتاب و سنت نے آپ کو یونہی چھوڑ دیا ہے کہ آپ تاریکی میں بھٹکتے ہیں؟ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ آپ کو خدا اور رسولؐ نے ہر معاملہ میں صاف صاف اور متعین ہدایت دی ہے' بلکہ آپ کے دعویٰ ایمان کو قبول کر کے خدا اور رسولؐ نے آپ سے یہ اختیار بھی چھین لیا ہے کہ آپ مومن ہوتے ہوئے اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ کریں' مومن کا کام تو صرف یہ ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ کے ہر فیصلے پر سر تسلیم خم کر دے اور پھر اس فیصلے پر اس کا ذہن و قلب ایسا مطمئن ہو کہ گویا اس نے اپنے دل کی مراد پالی' خدا کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○

(الاحزاب ۳۳: ۳۶)

کسی مومن اور مومنہ کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دے تو پھر اسے اپنے اس معاملہ میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑ گیا۔

رسولؐ پر ایمان لانے کا مطلب یہی تو ہے کہ آپ پوری زندگی میں دل و جان سے ان کی کامل پیروی کریں اور یہ یقین رکھیں کہ دنیا میں ان سے زیادہ سچا' ان سے زیادہ آپ کا خیر خواہ' ان سے زیادہ شفیق و رحیم' اور ان سے زیادہ حکیم و دانا اور کوئی نہیں ہے۔ رسولؐ نے جو کچھ آپ کے لیے فیصلہ فرمایا ہے اسی میں آپ کی بہتری ہے۔ یقیناً اسی پر عمل کر کے آپ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں اور اس سے سرتابی کریں گے تو کوئی طاقت آپ کو دنیا اور آخرت کی ذلت سے نہیں بچا سکتی۔ اس حقیقت پر دل کی گہرائیوں سے مطمئن ہو جائیے کہ آپ کی بھلائی' آپ کے خاندان کی بھلائی' آپ کی بیٹی کی بھلائی صرف اس ہدایت کی

Marfat.com

تعمیل میں ہے جو رسولؐ نے آپ کو دی ہے۔ آپ کی بیٹی کے لیے بہترین رشتہ صرف وہی ہے جس کو آپ کے رسولؐ بہترین رشتہ کہیں۔ آپ تو اس رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں، جن کے بارے میں خدا کی گواہی آپ نے بار ہا سنی ہو گی:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ (التوبہ ۹: ۱۲۸)

تم لوگوں کے پاس ایک رسول آگئے ہیں جو خود تم ہی میں سے ہیں۔ تمھارا مشقت میں پڑنا ان پر بہت شاق ہے۔ وہ تمھاری فلاح کے حریص ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ نہایت ہی شفیق اور نہایت ہی مہربان ہیں۔

ایسے شفیق، سراپا رحمت رسولؐ پر آپ کا ایمان ہے۔ آپ کسی معمولی مشقت میں مبتلا ہوں، تو ان کا دل دکھتا ہے۔ وہ آپ کی فلاح کے حریص ہیں اور آپ کو اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ بیٹی کے لیے اچھے رشتے کے انتخاب میں انھوں نے آپ کی رہنمائی نہ کی ہو، اور اس اہم ترین معاملے میں آپ کو یونہی چھوڑ دیا ہو کہ آپ اندھیرے میں بھٹکتے رہیں۔ بے شک انھوں نے اس معاملے میں آپ کو صاف صاف ہدایت دی ہے۔ اپنا روشن اسوہ آپ کے لیے چھوڑا ہے، اور آپ کو یہ تنبیہہ بھی کی ہے کہ ان کے اسوہ سے منہ موڑ کر ان کی ہدایت کے خلاف آپ اگر کوئی رویہ اختیار کریں گے تو آپ کے خاندان اور آپ کے سماج میں زبردست فتنہ اور عظیم فساد رونما ہو جائے گا --- اب آپ اپنے دل کو ٹٹولیے --- کہ دعویٔ ایمان کے باوجود آپ ان کے فیصلے اور ہدایت پر عمل کرنے سے کیوں کتراتے ہیں اور کیوں جان بوجھ کر اپنی تباہی کا سامان اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔

جب آپ کی بیٹی کا پیغام آئے تو آپ کیا دیکھیں۔ عام طور پر چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں: ۱۔ مال و دولت ۲۔ حسب و نسب ۳۔ حسن و جمال اور ۴۔ دین و اخلاق۔

Marfat.com

آپ کو ان میں سے کس چیز کا لحاظ کرنا چاہیے اور کس حد تک۔ یہ سنجیدگی سے سوچنے کی بات ہے۔

میرے نزدیک اس اہم سوال کا ایک ہی جواب ہے کہ آپ دین و اخلاق کو دیکھیں اور اسی پر فیصلہ کا ارادہ کریں۔ مگر خوب سمجھ لیجئے جب میں آپ کو یہ جواب دیتا ہوں تو میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ باقی ساری چیزیں یکسر نظرانداز کر دیجئے۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ دین و اخلاق کی خاطر آپ ساری چیزوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں، لیکن ان کی خاطر دین و اخلاق کو نظرانداز کرنا آپ کے لیے کسی طرح اور کسی وقت مناسب نہیں ہے --- میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مال و دولت کا خیال نہ کریں، مال و دولت سے نفرت کریں۔ جی نہیں، مال و دولت بھی قابل لحاظ چیز ہے، مال خدا کا انعام ہے۔ خدا نے مال کو فضل کہا ہے، خیر کہا ہے، اور فضل تلاش کرنے کی ترغیب دی ہے۔ پھر مال کو قیام کہا ہے۔ قیام یا قوام اس جوہر کو کہتے ہیں جس پر کسی چیز کے وجود کی بنیاد ہوتی ہے۔ مال زندگی کا قوام ہے، مال زندگی کا دارومدار ہے، زندگی کی بے شمار ضرورتیں اسی سے پوری ہوتی ہیں، اور زندگی کی رونق کا ایک بڑا ذریعہ مال ہے --- خدا ہر ایک کو افلاس اور ناداری کی آفتوں سے محفوظ رکھے اور کسی ایمان لیوا آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔

پھر مال ہی کے ذریعہ عادات و اطوار، برتاؤ اور سلوک میں کچھ اعلیٰ قدریں پیدا ہوتی ہیں، اس لیے یہ کون کہہ سکتا ہے کہ بیٹی کے لیے رشتہ قبول کرتے وقت اس کا لحاظ ہی نہ کیا جائے اور اس طرف سے بالکل ہی آنکھیں بند کر لی جائیں۔ مال و دولت سے زندگی کی آسائشیں، سہولتیں حاصل ہوتی ہیں، اور ایک حد تک سوسائٹی میں اس سے مقام بھی بنتا ہے، پھر مال و دولت کا فرق بعض اوقات لڑکی کے لیے پریشانیوں اور الجھنوں کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ اس لیے مال و دولت قطعی طور پر نظرانداز کر دینے کی چیز ہرگز نہیں ہے۔ اگر آپ کو کوئی یہ مشورہ دیتا

Marfat.com

ہے' تو اسے خود اپنے مشورے پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

خاندان کا پاس لحاظ بھی کرنا ہی چاہیے۔ بے شک سارے انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ کسی پر کسی کو محض نسب کی وجہ سے برتری حاصل نہیں ہے۔ نسلی برتری کا غرور بے علمی اور جہالت کی پیداوار ہے' تو پھر کیا آپ خاندان اور برادری کے بارے میں مطلق نہ سوچیں --- جی میں یہ بھی نہیں کہتا' در اصل شادی بیاہ کے وقت آپ جب خاندان اور برادری کی بات کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ آپ کسی خاندان کو اونچا سمجھتے ہیں اور کسی کو نیچا' اور آپ نسلی غرور میں مبتلا ہیں --- کسی خاندان کو کسی خاندان پر ترجیح دینے کی بعض معقول وجوہات بھی ہوتی ہیں' اور بیٹی والے کو ان کا لحاظ کرنا ہی پڑتا ہے۔ بلکہ کرنا ہی چاہیے۔

بعض خاندانوں کا رہن سہن' عادات و اطوار' طبیعت و مزاج' ذوق و سلیقہ' حالات و روایات دوسرے خاندانوں سے اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ دونوں میں اجنبیت اور غیریت کا زبردست فاصلہ ہوتا ہے۔ پھر بعض خاندانوں میں کچھ طبعی اور اخلاقی خرابیاں ایسی ضرور ہوتی ہیں' جن کو کسی طرح برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خرابیاں یا کمزوریاں اس لیے نہیں ہوتیں کہ یہ کسی نسل اور نسب کا خاصہ ہیں۔ بلکہ سماج میں کسی وجہ سے کوئی خاندان پس ماندہ سمجھا جانے لگا' وہ احساس کمتری کا شکار ہو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس میں کچھ اخلاقی اور طبعی کمزوریاں پروان چڑھنے لگیں' پھر یہ کمزوریاں نسل در نسل منتقل ہونے لگیں اور عرصہ تک پیچھے رہ جانے کی وجہ سے یہ خرابیاں ایسی رچ بس گئیں کہ یہ اس خاندان کی امتیازی علامتیں قرار پا گئیں۔ بے شک عادات و اطوار اور اخلاق و کردار کی یہ خرابیاں تربیت اور حالات کی تبدیلی سے دور ہو سکتی ہیں' مگر ان کا دور ہونا ایسا آسان بھی نہیں ہے۔ پشتوں سے جو کمزوریاں چلی آ رہی ہیں' ان کو ختم کرنے کے لیے بھی کم از کم دو ایک پشت تک تو انتظار کرنا ہی ہو گا۔ یہ کمزوریاں عام طور پر جہالت' ناداری'

Marfat.com

آرام طلبی، اور احساس کمتری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، ان اسباب کی بنا پر اگر آپ رشتہ قبول کرتے وقت کسی خاندان کو کسی پر ترجیح دیتے ہیں، تو آپ کی حکمت، بصیرت، دور اندیشی اور سوجھ بوجھ کا یہی تقاضا ہے۔ اپنی بیٹی کو کسی ایسے خاندان میں بھیجنا، جس کا انداز معاشرت، ذوق و سلیقہ، عادات و اطوار، حالات و روایات آپ کے خاندان سے مختلف ہوں، عقلمندی نہیں ہے۔ ایسے ماحول میں آپ کی لڑکی اپنے کو کھپانے اور ایڈجسٹ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے گی اور طرح طرح کی الجھنیں اور مسائل پیدا ہوں گے جو آپ کے لیے زندگی اذیت اور کوفت کا باعث ہوں گے، اور لڑکی کی زندگی بھی بے مزہ اور بے رونق ہو کر رہ جائے گی۔ بیٹی کی محبت کا بھی تقاضا ہے، آپ کی دانائی کا بھی تقاضا ہے، دینی سوجھ بوجھ کا بھی تقاضا ہے، اور بیٹی کا یہ حق بھی ہے کہ آپ رشتہ قبول کرتے وقت اس پہلو سے خاندان برادری اور کنبہ کا بھی خیال رکھیں۔ علماء دین نے شادی کے سلسلے میں کفو کی جو بات کہی ہے، اس کا مفہوم یہی ہے کہ ان باتوں کا بھی لحاظ کیا جائے تاکہ شادیاں کامیاب رہیں۔

تیسری بات شکل و صورت کی ہے --- بے شک فیصلہ کرنے کے لیے سب کچھ شکل و صورت ہی نہیں ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ شکل و صورت کو بالکل نظر انداز کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اچھی صورت ہر ایک کو اچھی لگتی ہے۔ حسن و صورت اور شخصیت بھی خدا کا انعام ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی لخت جگر کے لیے بر کا انتخاب کرتے وقت اس کا سرے سے لحاظ ہی نہ کریں، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اپنے لیے رفیق حیات منتخب کرتے وقت حسن و جمال کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ تو یہ ظلم اور نا انصافی نہ ہو گی، کہ اپنے لیے تو ایک شخص اس کی اہمیت محسوس کرے اور بیٹی کے لیے اس بات کو یکسر نظر انداز کر دے۔

Marfat.com

رسول خدا ؐ کا ارشاد ہے:

ان اللہ جمیل و یحب الجمال۔

اللہ جمال والا ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس کا لحاظ نہ کریں۔ پھر حسن و جمال کا معاملہ بس اتنا ہی نہیں ہے کہ اس کا تعلق صرف آپ کی لڑکی کی پسند اور ناپسند تک ہی رہے بلکہ اس کی اثرات بہت دوررس ہوتے ہیں۔ آئندہ اولاد اور ان کی شادیوں پر بھی اس کے اثرات پڑتے ہیں --- اور اولاد کی شادیوں کا مسئلہ جان گھلا دینے والا غم بن کر رہ جاتا ہے --- آپ کی اولاد کی الجھن اور غم آپ کی اپنی الجھن اور غم ہی تو ہے۔ آپ کی دانائی اور بصیرت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ یہ فیصلہ سنجیدگی سے کریں، محض جذباتی بن کر یہ فیصلہ نہ کریں۔ یہ زندگی بھر کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ شریفوں کی زندگی میں بار بار نہیں ہوتا۔ صرف ایک بار ہوتا ہے۔

پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ فیصلہ خاندان اور گھر کے قابل اعتماد افراد کے مشورے سے کریں، ان کا جذباتی تعاون ضرور حاصل کریں۔ اگر آپ کی کوئی اولاد جوان ہے تو اس کی رائے کو بھی سامنے رکھیں۔ کسی ایک اولاد کی شادی کا فیصلہ صرف اس اولاد پر یا آپ پر ہی اثر انداز نہ ہوگا، آپ کی دوسری اولاد اور اس کے قریبی لوگ بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کے اچھے برے اثرات آپ کے کنبے کے سب ہی لوگوں کو بھگتنا پڑتے ہیں۔ سب کا لحاظ رکھنا آپ کا فرض بھی ہے اور دوسروں کا فطری حق بھی۔ یہ فیصلہ جذباتی انداز میں نہ کیجئے، غم، غصہ، مسرت، محبت و غیرہ کے جذبات سے متاثر ہو کر کبھی جلد بازی میں زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکالیے جس کے لیے پھر آپ کو زندگی بھر پچھتانا پڑے۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو کمان سے نکلا ہوا تیر سمجھئے --- نکلے ہوئے الفاظ پھر واپس نہیں

Marfat.com

آتے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی غلطی کا خمیازہ عمر بھر آپ کی اولاد کو بھگتنا پڑے' اور آپ بھی اولاد کے ساتھ پھر غم کے آنسو بہاتے رہیں۔

بے شک آپ پیغام قبول کرتے وقت مال و دولت اور معاشی حیثیت کا بھی لحاظ رکھیئے' خاندان' برادری کو بھی نظر انداز نہ کیجئے' حسن و جمال پر بھی نگاہ رکھیئے۔ ان عوامل کو نظر انداز کرنا دینداری نہیں اور نہ ان کو اہمیت دینا بے دینی ہے' البتہ یہ بات ہرگز بھولیں کہ مومن ماں باپ کے لیے فیصلہ کن عامل صرف دین و اخلاق ہے۔ آپ مال و دولت' خاندان' منصب اور حسن و جمال وغیرہ سب کچھ تو دیکھیں اور دین و کردار کا بالکل ہی خیال نہ کریں تو یہ ایک ایسا جرم ہے جو ہرگز قابل معافی نہیں' یہ عبرتناک جہالت ہے' دین و ایمان کی ناقدری ہے' ایسا سماج جس میں یہ عبرتناک جہالت عام ہو جائے اس کو تباہی اور بربادی اور فتنہ و فساد سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔

آپ کی پیاری بیٹی کا جب پیغام آئے تو سب سے پہلے آپ اخلاق و کردار کو دیکھیں کہ پیغام دینے والوں میں خدا اور رسولؐ سے تعلق کا کیا حال ہے' دینی قدروں کے احترام کی کیا کیفیت ہے۔ خدا کا خوف دلوں میں ہے یا نہیں' دینی فرائض کا احساس کس حد تک ہے --- سب کچھ ہو اور دین و اخلاق نہ ہو تو اٹل فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کو صاحب ایمان لڑکی ایسے گھرانے میں نہیں جا سکتی --- ایسے گھرانے سے خیر کی کیا توقع' جہاں دینی قدروں کا احترام نہ ہو' دینی فرائض کا احساس نہ ہو' خدا اور رسولؐ کا ذکر نہ ہو' دلوں میں خدا کا خوف نہ ہو' اور زندگیوں میں دین کی کوئی چھاپ نہ ہو۔ یہ نہیں کہا جا سکتا اور نہ آپ ایسا سوچیں کہ دیندار گھرانے میں اگر آپ نے بیٹی بیاہ دی تو اب کوئی کشمکش نہ ہو گی' کوئی الجھن پیدا نہ ہو گی' کوئی مسئلہ نہ اٹھے گا۔

Marfat.com

جی نہیں' انسانوں کی اس دنیا میں ایسا نہیں ہوتا --- کشمکش بھی ہو گی' الجھنیں بھی پیدا ہوں گی --- لیکن ایسے لوگوں سے معاملات طے کرتے وقت آپ خدا رسول کا واسطہ دے سکتے ہیں' خدا اور رسولؐ کے احکام درمیان میں لاکر یاد دہانی کرا سکتے ہیں' خوف خدا انھیں جھنجھوڑ سکتا ہے' جذبات سے مغلوب ہو کر اگر وہ کبھی غلطی یا زیادتی کر بیٹھیں تو یاد دہانی کراتے ہی ان کی آنکھیں کھل سکتی ہیں۔ ان کی غفلت کا پردہ چاک ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی غلطی پر نادم ہو سکتے ہیں' اور خدا سے ڈر کر اپنی روش بدل سکتے ہیں۔ لیکن جہاں خدا اور رسولؐ کا ذکر ہی نہ ہو' خدا کا خوف نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو تو ایسے لوگوں کو آپ کیا یاد دلائیں گے۔ ان کے دلوں پر آپ کہاں سے اثر انداز ہوں گے۔ دنیا کا خوف انھیں کتنے دنوں تک صحیح روش پر قائم رکھ سکے گا --- جو ناشکرے اپنے رب کی قدر نہ کرتے ہوں وہ کسی اور کی کیا قدر کر سکیں گے۔ کسی خدا فراموش اور حق سے غافل گھرانے میں اپنی لخت جگر کو بھیج کر آپ کس طرح یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ دین پر قائم رہے گی۔ اپنے دین و ایمان کو سلامت رکھے گی' آپ کی دی ہوئی تعلیم و تربیت پر قائم رہے گی اور خدا رسول کے فرائض کو انجام دیتی رہے گی --- تو پھر کیا آپ اس کے لیے تیار ہو گئے ہیں کہ اپ کی لخت جگر بیٹی خدا فراموش ہو جائے' خدا اور رسولؐ کے فرائض سے غافل ہو جائے' دینی روایات سے بے بہرہ ہو کر خدا فراموش ماحول کے رنگ میں رنگ جائے --- للہ ایسا نہ کیجئے' مومن کو تو اس کا تصور ہی لرزا دینے کے لیے کافی ہے۔

آپ بیٹی والے ہیں اور بیٹی کی شادی آپ کو کرنا ہی ہے' بیٹی کا پیغام آپ کو قبول کرنا ہی ہو گا --- فیصلہ کر لیجئے کہ آپ خدا اور رسولؐ کی ہدایت کے تحت ہی کسی پیغام کو قبول کریں گے۔ ہر حال میں خدا اور رسولؐ کی مرضی کو ہی مقدم

Marfat.com

رکھیں گے۔ کسی رشتے کو رد کرنے کا معیار آپ کے لیے صرف خدا اور رسولؐ کی ہدایت ہو گی۔ آپ کسی پیغام کو رد کریں گے تو اس لیے کہ خدا اور رسولؐ نے آپ کو اس کے رد کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور کسی پیغام کو قبول کریں گے تو صرف اس لیے کہ خدا اور رسولؐ کی مرضی یہی ہے۔

بے شک آپ دوسری چیزوں سے بھی آنکھیں بند نہ کیجئے، لیکن فیصلہ کن بنیاد صرف دین و کردار کو بنایئے۔ اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے، یہی روش اختیار کر کے آپ دنیا میں بھی سکون پائیں گے اور یہی روش آپ کو آخرت میں بھی سرخرو کرے گی۔ کسی کے دین و ایمان کی طرف سے آپ مطمئن ہوں لیکن دوسرے پہلو سے کمزور ہوں تو فکر نہ کیجئے۔ لیکن جہاں دین و ایمان کی کمزوری ہو وہاں اگر سارے پہلو مثالی ہوں تو بھی اپنی بچی کی دنیا اور آخرت خراب نہ کیجئے --- اپنے محسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اس یقین کے ساتھ قبول کیجئے کہ اسی کو قبول کرنے میں دونوں جہان کی کامرانی اور سعادت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (جامع ترمذی)

جب تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین و اخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے بچی کی شادی کر دو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں زبردست فتنہ اور فساد پھیل جائے گا۔

Marfat.com

شعورِ حیات

محمد یوسف اصلاحی

Marfat.com